امواج البحر علیٰ اصحاب الصدر
طارق انور مصباحی (کیرلا)
مخدوم فقیہ اسماعیل سکری اکیڈمی (بھٹکل: کرناٹک)

باسمہ تعالٰی وبحمدہ والصلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ الاعلٰی وآلہ

امواج البحر علٰی اصحاب الصدر

تالیف

طارق انور مصباحی (کیرلا)

ناشر

مخدوم فقیہ اسماعیل سکری اکیڈمی بھٹکل (کرناٹک)
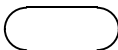
نام کتاب: امواج البحر علیٰ اصحاب الصدر

(سلفیوں کے رد میں تین رسالوں کا مجموعہ)

مؤلف: طارق انور مصباحی

(کیرلا: انڈیا)

پروف ریڈنگ: مولانا فیضان رضا رضوی

(بھٹکل: کرناٹک)

ناشر: مخدوم فقیہ اسماعیل سکری اکیڈمی

(بھٹکل: کرناٹک)

سن اشاعت: سال ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء

تعداد: ایک ہزار (۱۰۰۰)

فہرست مضامین

مقدمہ

رسالہ اول

باب اول

باب دوم

رسالہ دوم

باب اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ::لک الحمد یا بدیع السموات والارضین ::
والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبنا وسیدنا رحمۃ للعٰلمین ::وعلیٰ آلہ الطیبین
واصحابہ الطاھرین::وعلیٰ علماء ملتہ واولیاء امتہ وشھداء محبتہ اجمعین::

مقدمہ

ذکر حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء

فرزانو! کہاں کھوئے ہو؟- آؤ-دل کی بات کریں۔

وہ امی ہیں مگر دانش وروں کو ناز ہے ان پر   کتابوں سے زیادہ ان کے رخساروں پہ لکھا ہے

دیوانو! سنا تم نے؟ وہ امی ہیں یعنی شکم مادر سے ہی عالم ما یکون وما کان ہیں، جنہیں رب تعالیٰ نے {وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ} (سورہ نساء: آیت ۱۱۳) کی سند قطعی عطا فرمائی۔ وہ معلم کائنات ہیں {وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ } (سورہ بقرہ: آیت ۱۲۹-سورہ جمعہ: آیت۲) کا تاج زریں ان کے ہی سر مبارک پر سجایا گیا۔ کائنات عالم میں کوئی ان کا کیوں کر استاذ ہوسکتا ہے۔ خود رب تعالیٰ ہی ان کا معلم ہے۔ {الرَّحْمٰنُ::عَلَّمَ الْقُرْاٰن} کی گواہی دیکھو۔ ایک ہندوستانی عاشق نے کیا خوب کہا ہے۔

حضرت کا علم ،علم لدنی تھا اے امیرؔ
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

شرف صحبت نبوی

ان کے رخ اطہر پر کیا مرقوم ہے، یہ تو فہم سے بالاتر ہے۔ ہاں! سید والا جاہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو ایک لمحہ کے لیے آپ کی زیارت مبارکہ سے سرفراز ہو جائے تو کائنات

خداوندی میں حضرات انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ ہو جائے، بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ کی برکات وحسنات کئی قرنوں کو محیط ہے۔ جو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار وصحبت سے سرفراز ہو یعنی صحابی، جہنم کی آگ اسے جلانے سے انکار کرے۔ جو انہیں دیکھ لے یعنی تابعی، آتش جہنم اس سے بھی گریز کرے، یہاں تک کہ اس صحابی کی زیارت کرنے والے تابعی کو جو دیکھ لے یعنی تبع تابعی، اس کا بھی انجام بخیر ہو۔

افضلیت صحابہ کرام

جنہیں لحہ بھر کے لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہو جائے، تمام اغواث و اقطاب، اوتاد وابدال، افراد وعرفا، نقبا و نجبا، اولیائے کاملین، سالکین وعارفین، سب کے سب اس صحابی کے درجہ سے کوسوں دور رہ جاتے ہیں۔ عقل انسانی عالم حیرت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لمحہ بھر زیارت مبارکہ میں کون سا راز سربستہ پوشیدہ ہے۔ اس بھید کا انکشاف شاید کہ رمز شناسوں کو ہو، یا انہیں بھی نہیں، خدا ہی کو معلوم۔

سرکار عالی المراتب! ہم اتنا ضرور سمجھتے ہیں۔ ''بعد از خدا بزرگ تر توئی قصہ مختصر''۔

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

شہنشاہ اعلیٰ درجات! سیدا وحبیبا! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمیں معلوم ہے کہ آج بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عشاق کاملین سے لمحہ بھر کے لیے بھی اپنی زیارت ورویت سلب نہیں فرماتے۔ ارباب عشق ومحبت کہا کرتے ہیں کہ گر ایک لمحہ کے لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رویت مقدسہ ہم سے منقطع ہو جائے تو ہم خود کو مؤمن نہیں سمجھیں گے۔

(۱) امام عبد الوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے تحریر فرمایا۔

﴿قد بلغنا عن الشيخ ابی الحسن الشاذلی وتلميذه الشيخ ابی العباس المرسی وغيرهما انهم كانوا يقولون: لو احتجبت عنا رؤيةُ رسول الله صلى الله عليه وسلم طرفةَ عين ما عددنا انفسنا من جملة المسلمين–فاذا كان هٰذا

قول احاد الاولیاء فالائمة المجتھدون اولٰی بھذا المقام﴾

(میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ص ۴۴)

ترجمہ: ہمیں خبر پہنچی کہ شیخ ابوالحسن شاذلی اوران کے شاگرد ابوالعباس مرسی وغیرہما کہا کرتے کہ اگرہم سے پلک جھپکنے کی مقدار حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار پوشیدہ ہوجائے توہم اپنے آپ کو جماعت مومنین سے شمار نہ کریں، پس جب اولیائے کرام کا یہ قول ہے تو حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس مقام کے زیادہ لائق ہیں۔

(۲) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿قال رجل للشیخ ابی العباس المرسی: یا سیدی! صافحنی بکفک ھذہ فانک لقیت رجالًا وبلادا-فقال: واللّٰہ ما صافحت بکفی ھذا الارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-وقال الشیخ: لوحجب عنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم طرفة عین، ما عددت نفسی من المسلمین﴾

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ص ۲۶۰-تنویرالحلک فی رویۃ النبی جہاراًوالملک ص ۹)

ترجمہ: ایک شخص نے شیخ ابوالعباس مرسی سے عرض کیا۔ یاسیدی! آپ اپنے اس ہاتھ سے مصافحہ فرمائیں، اس لیے کہ آپ نے بہت سے لوگوں اور شہروں کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا: قسم بخدا! میں نے اپنے اس ہاتھ سے حضرت شفیع کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی سے مصافحہ نہ کیا، اور شیخ ابوالعباس مرسی نے فرمایا کہ اگر مجھ سے پلک جھپکنے کی مقدار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار پوشیدہ ہوجائے تو میں اپنے آپ کو جماعت مومنین سے شمار نہ کروں۔

توضیح: بعض نفوس قدسیہ اس منزل رفیع پر بھی فائز ہیں ہیں کہ لمحہ بھر کے لیے بھی دیدار مصطفوی ان سے منقطع نہیں ہوتا: ع/ چہ عجب گرشاہاں بنوازند گدارا

ہم گرچہ اس منصب بلند پر متمکن نہیں، لیکن ہمیں چاہئے کہ اپنے افکار وخیالات کو تصورات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آراستہ کرلیں۔ دیوانگان عشق محمدی کا حال تو یہ ہے کہ وہ اپنے

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر سب کچھ قربان کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ اپنی جان بھی، اوراس میں انہیں جوفرحت وسروراورمسرت وشادمانی محسوس ہوتی ہے، زبان وقلم سے اس کی تعبیر ممکن نہیں۔

محبت کی یہ دنیا بھی بڑی پر کیف دنیا ہے　　　متاع دوجہاں کھوکربھی کوئی غم نہیں ہوتا

بے وسیلہ نجدیو ہرگز خدا ملتا نہیں

(۱)﴿حکی عن الشیخ ابی الحسن الوتانی قال اخبرنی الشیخ ابو العباس الطبخی قال: وردت علیٰ سیدی احمد بن الرفاعی فقال: ما انا شیخک، شیخک عبد الحکیم بِقَنَا-قال: فسافرت بِقَنَا-فدخلت علی الشیخ عبد الرحیم-فقال لی: عرفت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم؟ قلتُ: لا-قال: رُح الیٰ بیت المقدس حتی تعرف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-فرحت الیٰ بیت المقدس فحین وضعت رجلی واذا بالسماء والارض والعرش والکرسی مملوئۃ من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرجعت الی الشیخ-فقال لی: عرفت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم؟قلت: نعم،قال: الاٰن کملت طریقتک -لم تکن الاقطاب اقطابًا والاوتاد اوتادًا والاولیاء اولیاء الا بمعرفۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم﴾ (الحاوی للفتاویٰ ج۲ص۲۶۰-تنویر الحلک للسیوطی ص۹)

ترجمہ: حضرت ابوالحسن وتانی سے حکایت مروی ہے۔انھوں نے کہا: مجھے شیخ ابوالعباس طنجی نے کہا کہ میں سیداحمد بن رفاعی (۵۱۲ھ-۵۷۸ھ) کے پاس (بیعت کے لیے) گیا تو انہوں نے فرمایا۔تمہارے شیخ قنا (مصر کا ایک گاؤں) میں عبدالحکیم ہیں۔انہوں نے کہا کہ میں قنا کا سفر کیا، پھر میں شیخ عبدالرحیم کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: تم نے حضور اقدس سرورکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت حاصل کی؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔انہوں نے فرمایا۔بیت المقدس جا، تاکہ تجھے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہوجائے ،پس میں بیت

المقدس گیا تو جب میں قدم رکھا تو زمین وآسمان، عرش وکرسی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پر ہے، پھر میں شیخ کے پاس واپس آیا تو انھوں نے فرمایا: تم نے حضور اقدس سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانا؟ میں نے عرض کیا، ہاں۔ شیخ عبدالحکیم نے فرمایا: اب تمہاری طریقت مکمل ہوئی۔ اقطاب، اقطاب نہیں ہوتے اور اوتاد، اوتاد نہیں ہوتے اور اولیا، اولیا نہیں ہوتے، مگر حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت سے۔

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے لکھا: ''در رسالہ قشیری از ابوسعید خرّازمی آرد کہ گفت: دیدم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را در منام وگفت: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ معذور دار مرا کہ محبت خدا باز داشتہ است مرا از محبت تو، یعنی محبت من با تو چنداں است کہ اصلاً بغیر تو نہ پروازم ویاد غیر تو نکنم وبذکر غیر تو مشغول نشوم۔ ولیکن چوں محبت حق اصل ومقدم است وتو نیز فرمودہ ای بداں، مُرا در رُبودہ است۔ فرصت را وگنجائش محبت دیگرے نگذاشتہ است وبمقتضاء محبت تو چنانکہ من می خواہم، بوجود نمی آید۔ وایں از بے تمیزی وسکر حال است۔ ودر مرتبہ جمع واجمال بہ بیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در جواب وے چہ گفت؟ گفت یا مبارک! ''مَنْ اَحَبَّ اللّٰہَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ'' کسے کہ دوست می دارد خدا را، پس بہ تحقیق دوست می دارد مرا، یعنی دوستی خدا ودوستی من یکے است۔ ولازم یک دیگر اند، ولیکن از جہت غلبہ سکر وعدم تمیز، اطلاع بر حقیقت حال از دست نظر بصیرت می رود۔ وایں است سببِ اشتباہ بعضے کوتاہ بیناں کہ شہود حق را از وساطت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مفارق می دانند۔ وبر برزخیت وے واقف نمی شوند''۔

(مدارج النبوۃ ج ا ص ۲۹۶ - مطبع مظہر العجائب مدراس)

ترجمہ: رسالہ قشیریہ میں حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے خواب میں حضور اقدس سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی اور عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے معذور رکھیں کہ رب تعالیٰ کی محبت نے مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے باز رکھا ہے، یعنی مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اتنی

محبت ہے کہ بالکل ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر نہ جی سکتا ہوں اور نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کی یاد کرتا ہوں اور نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہوں، لیکن چونکہ رب تعالیٰ کی محبت اصل اور مقدم ہے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کا حکم دیا ہے۔ محبت الٰہی نے مجھے مستغرق کر رکھا ہے، اور کسی دوسرے کی محبت کی فرصت وگنجائش نہ چھوڑا ہے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے تقاضے جیسا کہ میں چاہتا ہوں، پورے نہیں ہو پاتے، اور یہ قول عدم تمیز اور سُکر حال کے سبب ہے، اور جمع واجمال کے مقام میں دیکھو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں کیا ارشاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے مبارک! جس نے اللہ سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی، یعنی اللہ سے محبت ودوستی اور مجھ سے محبت ودوستی ایک ہی ہے، اور ایک دوسرے کے لازم ہیں، لیکن غلبہ سکر کی وجہ سے اور عدم تمیز کی وجہ سے حقیقت حال کی اطلاع نظر بصیرت سے غائب ہو جاتی ہے، اور یہی بعض کم نظر حضرات کے اشتباہ کا سبب ہے کہ وہ شہود بارگاہ الٰہی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے جدا جانتے ہیں (یعنی بلا وسیلہ رسول خیال کرتے ہیں) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ ہونے پر واقف نہیں ہوتے ہیں۔

توضیح: صوفیائے غیر کاملین کو حقیقت کا علم اس وقت ہوتا جب یہ اسلام سے خارج ہوتے اور ان کے لیے وساطت رسول مفقود ہوتی اور وہ تجلیات الٰہی سے محروم رہتے، لیکن جب تک وہ مومن ہیں، وساطت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منقطع نہ ہوگی، اور حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیض ان کے حق میں جاری رہے گا۔ ہاں، وہ ابھی ابتدائی راہ میں ہیں۔ ابھی انہیں وساطت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم نہیں۔ جب آگے ترقی ہوگی، تب حقائق روشن ہوتے جائیں گے اور منکشف ہو جائے گا کہ بلا توسط حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے لیے تجلیات الٰہی کا دروازہ مفتوح نہیں ہوتا، بلکہ امت کو جو کچھ ملتا ہے، ان کے نبی ورسول کے وسیلہ سے ملتا ہے، اور ہمارے حبیب والا درجات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو بارگاہ الٰہی میں انبیا ورسل علیہم

الصلوٰۃ والسلام کے بھی وسیلہ ہیں۔

حب مصطفوی لازم

﴿عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکم حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾

(صحیح البخاری ج ا ص ۷- صحیح لمسلم ج ا ص ۴۹)

〈ت〉 حضور اقدس رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں کا کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے باپ، بیٹے اور سارے لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرنے لگے۔

علامت اہل سنت واہل بدعت

اہل ایمان عہد رسالت سے عشق مصطفوی کا چرچا کرتے چلے آرہے ہیں اور اہل بدعت روز اول اول سے عبادت کی رٹ لگاتے آرہے ہیں اور مبتدعین میں خوارج کا یہی خاصہ ہوگا کہ ان کی عبادتیں اہل سنت سے زائد ہوں گی جیسا کہ احادیث مبارکہ میں آیا:

﴿فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا یَحْقِرُ اَحَدُکُمْ صَلَاتَهٗ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِیَامَهٗ مَعَ صِیَامِهِمْ﴾

(صحیح البخاری ج ا باب علامات النبوۃ فی الاسلام- صحیح مسلم ج ۲ باب ذکر الخوارج وصفاتہ)

〈ت〉 اس کے بہت سے ساتھی ہیں، جن کی نمازوں اور روزوں کے بالمقابل تم اپنی نماز اور روزے کو بہت کم سمجھوگے۔

اہل سنت وجماعت حضور اقدس سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریقہ پر ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنی محبت کا درس دیا اور صحابہ کرام عشق مصطفوی کا چرچا کرتے رہے۔ اب واضح ہوگیا کہ ’’ما انا علیہ واصحابی‘‘ کے مصداق اہل سنت وجماعت ہیں اور ’’لا یعودون‘‘ اہل بدعت کا شعار۔

افضلیت صدیق کے اسباب وعلل

مجدد الف ثانی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) نے تحریر فرمایا: ''آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام می فرماید: ''مَا صَبَّ اللّٰهُ شَيْئًا فِيْ صَدْرِيْ اَلَّاوَقَدْ صَبَّبْتُهُ فِيْ صَدْرِاَبِيْ بَكَرٍ'' ہر چند مناسبت بیشتر، فوائد صحبت افزوں تر، لہٰذا صدیق از جمیع اصحاب افضل گشت و ہیچ یکے از آنہا بمرتبہ او نرسید۔ چہ مناسبت باآں سرور از ہمہ بیشتر داشت۔ قال علیہ السلام ''مَا فُضِّلَ اَبُوْ بَكَرٍ بِكَثْرَةِ الصَّلٰوةِ وَلَا بِكَثْرَةِ الصِّيَامِ وَلٰكِنْ شَيْءٌ وُقِّرَفِيْ قَلْبِهٖ'' علماء گفتہ اند کہ آں شئ حب پیغمبر است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم والفناء فیہ''۔ (تائید اہل سنت از مجدد الف ثانی ص ۲۸-استنبول ترکی)

ترجمہ: حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینے میں القا فرمایا، میں نے ان کو ابو بکر صدیق کے سینے میں القا کر دیا ہے۔ مناسبت جتنی زیادہ ہوگی، صحبت کے فوائد زائد تر ہوں گے۔ اسی (مناسبت) کی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہوئے اور صحابہ کرام میں سے کوئی ان کے رتبے کو نہ پہنچے، کیونکہ صدیق اکبر تمام صحابہ کرام کی بہ نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مناسبت رکھتے تھے۔ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابو بکر صدیق کو کثرت نماز وکثرت روزہ کی وجہ سے فضیلت نہیں ملی، بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو ان کے قلب میں ڈالی گئی۔ علما فرماتے ہیں کہ وہ چیز حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فنا فی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

توضیح: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام بنی آدم میں سب سے افضل ہیں۔ انہیں بھی یہ رتبہ علیا حب مصطفوی کے سبب ملا۔ حضرت تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحت فرما دیا کہ صوم وصلوٰۃ کی وجہ سے یہ درجہ نہیں ملا، بلکہ حب نبوی کے سبب یہ سعادت مندی حاصل ہوئی، پھر بد دین وملحدین کس منہ سے راگ الاپتے ہیں کہ رسول ہماری طرح بشر ہیں۔ حاشا وکلا، میرے حبیب وہ بشر ہیں جن سے محبت

فرمانے والا افضل البشر بعد الانبیا بالتحقیق کے رتبہ عظمیٰ سے سرفراز ہوا، اور تنقیص شان کرنے والا جہنم کے درک اسفل میں گر پڑا۔

تخریج حدیث

فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی تخریج حافظ محمد بن ابراہیم الکلاباذی (م ۳۸۰ھ) نے معانی الاخبار (ج ۱ ص ۲۸۰) میں اور محدث ابن اثیر جزری شافعی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) نے ''النہایۃ فی غریب الاثر'' (ج ۵ ص ۴۷۴) میں کی۔

علت افضلیت صحابہ کرام

(۱)﴿عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیه وسلم یَقُولُ: لَاتَمَسُّ النَّارُ مُسْلِماً رَاٰنِی اَوْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِی﴾ (جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۲۵)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جہنم کی آگ اس مسلمان کو نہ جلائے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے (صحابی) کو دیکھا۔

توضیح: اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کی افضلیت کا سبب ایمان کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار ہے، اور یہ رتبہ امت مابعد میں سے کسی مومن کو میسر نہ آیا، پس کوئی شخص صحابہ کرام کے رتبہ تک رسائی نہیں پا سکتا، خواہ وہ غوث ہو یا غوث الاغواث۔ قطب ہو یا قطب الاقطاب۔ ولی ہو یا امام الاولیا۔ متقی ہو یا سید الاتقیا۔ عالم ہو یا استاذ العلما۔ محدث ہو یا امیر المومنین فی الحدیث۔ مجتہد ہو یا امام المجتہدین۔

(۲)﴿رَوٰی عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ عَنْ اَبِی سَعِیدٍ-وَابْنُ عَسَاکِرَ عَنْ وَاثِلَۃَ: طُوبٰی لِمَنْ رَاٰنِی-وَلِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِی-وَلِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِی-وَرَوٰی الطَّبْرَانِیُّ وَالْحَاکِمُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ: طُوبٰی لِمَنْ رَاٰنِی وَاٰمَنَ بِی-وَطُوبٰی لِمَنْ رَاٰی

مَنْ رَاٰنِی—وَلِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِی وَاٰمَنَ بِی—طُوبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ﴾
(مرقاۃ المفاتیح ج ۱۱ص ۱۵۹)

﴿ت﴾ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ بھلائی ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا، اور امام طبرانی وحاکم ابو عبداللہ نیشاپوری نے بیان کیا: بھلائی ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا، اور بھلائی ہے اس کے لیے جس نے اسے دیکھا جو مجھے دیکھا، اور اس کے لیے جس نے اسے دیکھا جو میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔

توضیح: حدیث نبوی میں تین طبقات کا ذکر ہوا۔اسلامی اصطلاح میں یہ تینوں طبقات، جماعت صحابہ، جماعت تابعین اور جماعت تبع تابعین کے نام سے متعارف ہیں۔

صحابی کی تعریف

صحابی کی تعریف میں رویت نبوی کا مفہوم فصل کے قائم مقام ہے اور مسلم جنس کی جگہ۔اس سے ثابت ہوا کہ رویت نبوی ہی صحابہ کی افضلیت کی علت ہے۔مذکورہ بالا پہلی حدیث صحابی کی تعریف پر مشتمل ہے: ''مسلما رانی'' دراصل صحابی کی تعریف ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری نے تحریر فرمایا:﴿**من صحب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم او راٰہ من المسلمین فهو من اصحابه**﴾(صحیح البخاری ج ۱ص ۵۱۵)

﴿ت﴾ مسلمانوں میں سے جو حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت پایا، یا انہیں دیکھا، وہ ان کے صحابہ میں سے ہیں۔

دیدار الٰہی

حضور اقدس تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارت الٰہی سے مشرف ہوئے اور بلا

استثنا تمام خلائق سے افضل قرار پائے۔اسی طرح حضرات صحابہ کرام دیدار مصطفوی سے سرفراز ہوئے اور باستثنائے حضرات انبیاومرسلین علیہم السلام تمام بنی آدم سے افضل ہوئے۔محض دیدار نبوی کے سبب صحابہ کرام کو یہ رتبہ بلند ملا۔اس کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم،لیکن اتنا ضرور معلوم ہوا کہ رویت محمدی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔اسی طرح اہل بہشت کے لیے سب سے بڑی نعمت زیارت الٰہی ہوگی۔(بہار شریعت حصہ اول، بحث آخرت)

بعض خوش نصیب آج بھی ایسے ہیں کہ لمحہ بھر کے لیے بھی زیارت مصطفوی سے وہ محروم نہیں ہوتے۔ہروقت جلوۂ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کا وہ نظارہ کرتے ہیں۔

حبیبا!(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمہ دم آپ کی زیارت مبارکہ سے سرفراز ہونے والے خوش نصیبان بنی آدم، وہی نفوس قدسیہ ہیں جو آپ سے حددرجہ محبت رکھتے ہیں اور جنہیں آپ کی طاعت سے حصہ وافرہ ملا ہے۔

سید گرامی منزلت، کریما ودستگیرا!(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم غلامان بارگاہ ،دامن پھیلائے کھڑے ہیں مالک! ہمیں بھی جذبہ عشق ومحبت اور سعادت ابدی عطا ہو۔

شہنشاہ عالم ! فریادرس خلائق! حاجت روائے بیکساں!(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) منگتے کشکول لیے آقائے کریم کے دست کرم کی جنبش کے منتظر کھڑے ہیں۔

بندہ نوازا! وہ خالی دامن باب حرم سے وہ جانے والے نہیں ،کیونکہ پروردگار دوعالم نے بھی انہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے پاس بھیجا ہے:''جَآءُوْكَ'' (سورہ نساء: آیت ۶۴) کا اجازت نامہ ہم لے کر آئے ہیں۔

خلیفہ الٰہی! سرکار کائنات!(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمیں ﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ (سورہ ضحیٰ: آیت۱۰) کی تفسیر بھی معلوم ہے......اور ﴿اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ﴾ (صحیح البخاری ج۱ص۱۶) کی تشریح بھی۔

یارحمۃً للعالمین!(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کے خزانہ رحمت میں کیا نہیں ہے؟ رب

تعالیٰ نے آپ کو خیر کثیر (صحیح البخاری ج۲ص۹۷۴) عطا فرمایا اور اسی پر بس نہیں، بلکہ اور بھی عطا فرمائے گا:﴿اِنَّـا اَعْـطَیْـنَـاکَ الْکَوْثَرَ﴾ کی بہاریں اور﴿وَلَلْاٰخِـرَةُ خَیْـرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی::وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی﴾ (سورہ ضحیٰ: آیت۴،۵) کی بشارتیں میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے لیے ہیں۔

کس چیز کی کمی ہے مولیٰ تیری گلی میں دنیا تیری گلی میں عقبیٰ تیری گلی میں

برکات عشق

جس طرح رب تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کو دنیا سے بچاتا ہے،اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عشاق کو گناہوں کی آلودگیوں سے بچاتے ہیں، بشرطیکہ امتی خود کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے کر دے۔اپنی مرضی کو رضائے نبوی کے تابع کر دے۔

آیت ''جَاؤُوکَ'' گواہ ہے کہ بعد جرم، مغفرت الٰہی بھی دربار رسالت ہی سے میسر ہو گی اور قبل جرم، حفاظت نفس کے نسخے بھی اسی دربار سے حاصل ہوں گے:﴿اِنَّکَ لَتَھْـدِی اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیمٍ﴾ (سورہ شوریٰ: آیت۵۲)، پھر کیوں آپ کا امتی، ساری کائنات سے زیادہ آپ سے محبت نہیں کرے گا؟﴿لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُونَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِینَ﴾ (صحیح البخاری ج۱ص۷-صحیح مسلم ج۱ص۴۹) کے جلوے ہر چہار سمت کیوں نہ بکھریں گے؟

سردار بنی آدم! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بلاشبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربار، دربار کامل ہے۔خوش قسمتی سے جسے بھی گرتے پڑتے دربار حرم تک رسائی مل جائے، وہ دنیا ومافیہا سے ضرور بے نیاز ہو جائے گا۔سب سے بڑی خوشی کی بات تو یہ ہے کہ جو بھی حسن اعتقاد کے ساتھ دربار اعظم کی طرف قدم بڑھایا، وہ محروم نہ ہوا۔قبولیت کے ساتوں دروازے اس کے لیے کھول دیئے گئے۔وہ دارین کی سعادتوں سے سرفراز کر دیا گیا۔

کائنات ارضی وسماوی میں بسنے والو! دوڑ پڑو دربار مصطفوی کی طرف۔سعادت ابدی

ونجات سرمدی اسی دربار میں پاؤ گے۔آخرت کا مسئلہ بھی تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے سپرد ہے۔شفاعت کبریٰ کا منصب بلند انہیں کو عطا ہوا ہے اور یوم حشر، ایسا دن ہوگا کہ انبیا ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی ''اِذْهَبُوا اِلٰی غَيْرِی'' کہہ دیں گے اور حضرات انبیائے کرام ورسلان عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ بارگاہ الٰہی تک، کوئی بلا واسطہ نہیں پہنچ سکتا: ﴿وَابْتَغُوا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ (سورہ مائدہ: آیت ۳۵) کا یہی مفاد ہے اور حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات کے لیے بارگاہ الٰہی میں وسیلہ ہیں۔کوئی بھی حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقطع ہوکر دربار الٰہی تک نہیں پہنچ سکتا۔

خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی ہے مستغنی ہوا جو ان سے گیا جہنم میں وہ

وسیلہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کائنات انسانی میں سب سے پہلے توسل کیا۔

حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری (۳۲۱ھ-۴۰۵ھ) نے لکھا: ﴿عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم: لَمَّا اقْتَرَفَ اٰدَمُ الْخَطِيْئَةَ قَالَ: يَا رَبِّ! اَسْاَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا غَفَرْتَ لِی-فَقَالَ اللّٰهُ: يَا اٰدَمُ! وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَلَمْ اَخْلُقْهُ-قَالَ: يَا رَبِّ! لِاَنَّکَ لَمَّا خَلَقْتَنِی بِيَدِکَ وَنَفَخْتَ فِیَّ مِنْ رُوحِکَ، رَفَعْتُ رَأْسِی فَرَأَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا-لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ-فَعَلِمْتُ-اِنَّکَ لَمْ تُضِفْ اِلٰى اِسْمِکَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْکَ-فَقَالَ اللّٰهُ: صَدَقْتَ يَا اٰدَمُ! اِنَّهٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ-اُدْعُنِی بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکَ-وَ لَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُکَ-هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ﴾ (المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت آدم علیٰ رسولنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لغزش واقع ہوئی تو انہوں نے

عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں تجھ سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل دعا کرتا ہوں کہ تو میری بخشش فرما دے، پس رب تعالیٰ نے دریافت فرمایا: اے آدم! آپ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا، حالانکہ میں نے انہیں پیدا نہیں کیا؟

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! اس طرح کہ جب تو نے اپنے دست قدرت سے میری تخلیق فرمائی اور مجھ میں اپنی تخلیق کردہ روح ودیعت فرمائی تو میں اپنا سر اٹھایا تو عرش کے ستونوں پر میں نے لکھا دیکھا: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''- پس میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ انہیں کا نام شامل فرمایا ہے جو تجھے ساری مخلوق میں سب سے زیادہ پیارے ہیں تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! آپ نے سچ کہا- بے شک وہ ساری مخلوق میں مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں- آپ ان کے طفیل مجھ سے دعا فرمائیں، میں نے آپ کی بخشش فرمادی ہے، اور اگر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آپ کی تخلیق نہ فرماتا- یہ حدیث صحیح الاسناد ہے-

صحابہ کرام: خصائص وممیّزات

اتباع شرع، عبادات واعمال واخلاق وکردار کی جو کیفیت عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دور صحابہ میں تھی کہ ہر مومن ان محاسن وکمالات اور اوصاف وخصائص سے مزین تھا جو ایک متقی کے لیے لازم ہیں- بایں سبب ائمہ محدثین نے صحابہ کرام کے بارے میں اپنا فیصلہ سنایا- ''الصحابۃ کلہم عدول''- (تمام صحابہ عادل ہیں)

عدالت کی تشریح اس دعویٰ کو ثابت کر دیتی ہے کہ تمام صحابہ ''صوفی'' تھے- عدالت کی توضیح میں حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:

(۱)﴿والمراد بالعدل من له ملكة تحمله علٰى ملازمة التقوٰى والمروءة-و المراد بالتقوٰى اجتناب الاعمال السيئة من شرك او فسق اوبدعة﴾

(نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص۲۴-الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

ترجمہ: عادل سے مراد وہ ہے کہ جس کے پاس ایسا ملکہ ہو جو اسے تقویٰ اور مروت اختیار کرنے پر آمادہ کرے اور تقویٰ سے مراد اعمال سیئہ یعنی شرک یا فسق یا بدعت سے پرہیز کرنا ہے۔

(۲) شیخ المحدثین محقق علی الاطلاق عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے تحریر فرمایا۔

﴿والعدالة ملكة فی الشخص تحمله علٰی ملازمة التقوٰی والمروءة-والتقوی اجتناب الاعمال السيئة من الشرک والفسق والبدعة-وفی الاجتناب عن الصغيرة خلاف والمختار عدم اشتراطه لخروجه عن الطاقة الا الاصرار عليها لكونه كبيرة-والمراد بالمروءة التنزه عن بعض الخسائس والنقائص التی خلاف مقتضی الهمة والمروءة-مثل بعض المباحات الدنيئة كالاكل و الشرب فی السوق والبول فی الطريق وامثال ذلک﴾

(مقدمۃ فی اصول الحدیث مع مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: عدالت ایسا ملکہ ہے جو عادل کو تقویٰ اور مروت اختیار کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور تقویٰ برے اعمال یعنی شرک اور فسق و بدعت سے بچنا ہے اور گناہ صغیرہ سے بچنے میں اختلاف ہے اور مسلک مختار اس کی شرط نہ لگانا ہے، اس (گناہ صغیرہ سے احتراز) کے طاقت بشری سے خارج ہونے کے سبب، مگر گناہ صغیرہ پر اصرار، کیوں کہ یہ گناہ کبیرہ ہے (پس اس سے اجتناب کی شرط ہوگی) اور مروت سے مراد ان بعض ذلیل اور گھٹیا حرکات سے بچنا ہے جو شرافت و مروت کے خلاف ہیں جیسے بعض گھٹیا جائز امور مثلاً بازار میں کھانا اور راستے میں پیشاب کرنا اور اسی طرح کی حرکات۔

توضیح: جو عادل ہے، وہ عامل بالشرع ہے اور جو عامل بالشرع ہے، وہ عادل ہے۔ ائمہ جرح وتعدیل وائمہ محدثین اس مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں اور اصطلاح مسلمین میں عادل کو صوفی و متقی کہا جاتا ہے۔ عہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تابعین کے دور میں بھی ارباب زہد و تقویٰ کثیر التعداد تھے، اور فسق و فجور کا نام و نشان نہیں تھا۔

امام تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے رقم فرمایا:

﴿واما التابعون فیکاد یعدَم فیهم الکاذب عمدًا﴾ (طبقات الشافعیہ ج۹ ص۱۲۲)

ترجمہ: جماعت تابعین میں قصداً جھوٹ بولنے والا قریباً معدوم ہے۔

صحابہ کرام کا علم ظاہر

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے لکھا: ﴿ثم اصحابه یکونون فی غایة العلم والنوروالبرکة والتقوٰی والدیانة کاصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کانوا بحرًا فی العلوم علٰی انواعها من الشرعیات والعقلیات والجنایات والسیاسیات والعلوم الباطنة والظاهرة حتّٰی انه روی ان علیًّا جلس مع ابن عباس رضی اللّٰہ عنهم وانهم تکلموا فی الباء من بسم اللّٰہ من العشاء الٰی ان طلع الفجر—مع انهم لم یدرسوا ورقةً ولاقرؤوا کتابًاولا تفرغوا من الجهاد﴾

(الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۹۷)

ترجمہ: پھر پیغمبر الٰہی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب علم، نور، برکت، تقویٰ اور دیانت کے انتہائی درجے میں ہوتے ہیں جیسا کہ حضور اقدس سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام مختلف قسم کے علوم میں دریا کی طرح تھے، یعنی علوم شرعیات وعقلیات، علوم جنایات وسیاسیات، علوم ظاہرہ وعلوم باطنہ میں، یہاں تک کہ روایت آئی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ بیٹھے اور یہ دونوں بسم اللہ کی باء کے بارے میں عشا سے طلوع فجر تک گفتگو کرتے رہے، باوجودیکہ یہ حضرات نہ ایک ورق کا سبق لیے، نہ ہی کوئی کتاب پڑھے اور نہ ہی جہاد سے فراغت پائے۔

توضیح: صحبت نبوی کی برکت سے حضرات صحابہ کرام اس عظیم منزل پر فائز ہوئے۔

صحابہ کرام کا علم باطن

﴿عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَاسْتَقْبَلَہٗ شَابٌّ مِنَ الْاَنْصَارِ یُقَالُ لَہٗ حَارِثَۃُ بْنُ النُّعْمَانِ فَقَالَ لَہٗ: کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا حَارِثَۃُ؟ قَالَ: اَصْبَحْتُ مُوْمِنًا حَقًّا-فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ-فَاِنَّ لِکُلِّ حَقٍّ حَقِیْقَۃً-(فَمَا حَقِیْقَۃُ)اِیْمَانِکَ؟قَالَ فَقَالَ: عَزَفَتْ نَفْسِیْ عَنِ الدُّنْیَا فَاَسْھَرْتُ لِیَلِیْ وَاَظْمأْتُ نَھَارِیْ وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ بَارِزًا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ کَیْفَ یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْھَا-وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ النَّارِ کَیْفَ یَتَعَادَوْنَ فِیْھَا،فَقَالَ: فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اَبْصَرْتَ فَالْزَمْ﴾

(شعب الایمان للبیہقی ج ۱۳ص ۱۵۸-مکتبۃ الرشد ریاض-المعجم الکبیر للطبرانی ج ۳ص ۴۳۰-معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی ج ۶ ص ۱۵۳-معجم الصحابۃ لابی القاسم البغوی ج ۲ص ۴۴-دار البیان کویت)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس تاجدار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے قبیلہ انصار کا ایک نوجوان آیا جسے حارثہ بن نعمان کہا جاتا ہے، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: اے حارثہ! تم نے کس طرح صبح کی؟ انہوں نے عرض کیا: یقینی طور پر ایمان کے ساتھ صبح کیا، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غور کرلو، تم کیا کہہ رہے ہو، اس لیے کہ ہرحق کے لیے ایک حقیقت ہے تو تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ راوی نے کہا کہ حضرت حارثہ نے عرض کیا: میرا دل دنیا سے بے رغبت ہوگیا تو میں نے اپنی راتوں کو (عبادت الٰہی میں) جاگا اور اپنے دن کو پیاسا رکھا (روزہ رکھا) اور گویا کہ میں ظاہری طور پر اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں کیسے ایک دوسرے سے ملاقات کررہے ہیں اور گویا کہ میں اہل جہنم کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جہنم میں کیسے ایک

دوسرے سے دور بھاگ رہے ہیں، پھر راوی نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: تم نے دیکھ لیا (صاحب بصیرت ہوگئے)، پس اسی طریقے پر قائم رہو۔

توضیح: صحبت نبوی کی برکت سے حضرات صحابہ کرام اس عظیم منزل سے سرفراز ہوئے۔

امت مابعد کو بشارت

اے مومن! تیرے لیے بھی حب مصطفوی کے حصے محفوظ ہوئے۔اپنا حصہ اٹھالے۔

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم قَالَ: اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ یَكُوْنُوْنَ بَعْدِیْ–یَوَدُّ اَحَدُهُمْ–لَوْ رَاٰنِیْ بِاَهْلِه وَمَالِه–رواه مسلم﴾ (مشکوۃ المصابیح ص ۵۸۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔ان میں کا کوئی فرد یہ خواہش کرے گا کہ کاش وہ اپنے اہل ومال کے عوض میری زیارت سے سرفراز ہوتا۔

توضیح: حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بالمقابل کثرت حب مراد نہیں، کیونکہ وہ تمام عام انسانوں میں سے منتخب افراد ہیں۔ان کے متعلق ارشاد الٰہی وارد ہوا: ﴿كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ صحابہ کرام عند اللہ تمام عام انسانوں سے برگزیدہ ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت وریاضت

حضور اقدس سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت وریاضت حضرات صحابہ کرام سے بڑھ کر تھی اور صحابہ کرام کی عبادت دیگر افراد امت سے یقیناً زائد ہے۔ہر صحابی متبع شرع تھے،حتی کہ ہمیں ان کی پیروی کا مطلق حکم آیا۔جس صحابی کی پیروی کی جائے،کامیابی ہاتھ آئے گی۔

﴿عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ ......قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ﴾ (مشکوۃ المصابیح ص۵۵۴)

ترجمہ: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: حضور اقدس سید دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔تم میں ان میں سے جن کی پیروی کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔

﴿عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ سُئِلَتْ عَائِشَةُ كَيْفَ كَانَ عَمَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم-هَلْ كَانَ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْاَيَّامِ؟قَالَت: لَا، كَانَ عَمَلُهٗ دِيمَةً-وَاَيُّكُمْ يَسْتَطِيعُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطِيْعُ﴾ (صحیح البخاری ج۲ص ۹۵۷-صحیح مسلم ج۱ص۲۶۶-سنن ابی داؤد ص۹۴-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۶ص۳۸۴)

ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا: کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (عبادت کے لیے) کچھ دن خاص فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل دائمی تھا اور تم میں سے کون اتنی طاقت رکھتا ہے جتنی عبادت کی قوت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھی۔

صحابہ کرام کی عبادت

(۱)﴿عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ: اَدْرَكْتُهُمْ يَشْتَدُّوْنَ بَيْنَ الْاَغْرَاضِ وَيَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ،فَاِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوْا رُهْبَانًا﴾

(السنن الکبریٰ للنسائی ج۱۰ص۴۰۶-مصنف ابن ابی شیبۃ ج۹ص۲۳)

ترجمہ: حضرت بلال بن سعد نے بیان کیا: میں نے صحابہ کرام کو ضروریات میں شدت اختیار کرتے پایا اور بعض صحابہ بعض سے ہنسی فرماتے اور جب رات ہوتی تو راہب ہو جاتے۔

(۲)﴿عَنْ قَتَادَةَ سُئِلَ اِبْنُ عُمَرَ: هَلْ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم يَضْحَكُوْنَ؟قَالَ: نَعَمْ-وَالْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ اَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ-وَقَالَ بِلَالُ بْنُ سَعْدٍ: اَدْرَكْتُهُمْ يَشْتَدُّوْنَ بَيْنَ الْاَغْرَاضِ وَيَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ-فَاِذَا

كَانَ اللَّيْلُ كَانُوْا رُهْبَانًا﴾(شرح السنہ ج۱۲ص۳۱۸)

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال ہوا۔کیا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنسی فرماتے تھے؟ آپ نے جواب دیا:ہاں،اور ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ بڑا تھا۔بلال بن سعد نے کہا۔میں نے صحابہ کرام کو ضروریات میں سختی کرتے پایا اور بعض صحابہ بعض سے ہنسی فرماتے اور جب رات ہوتی تو راہب ہو جاتے۔

توضیح:امور دنیاویہ میں شدت اختیار کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ دنیاوی عیش وعشرت سے اجتناب فرماتے۔تعیش پسندی کو ترک کرتے ہوئے دنیاوی ضروریات کی تکمیل میں قدر حاجت پر اکتفا فرماتے۔دن میں آپس میں ہنسی خوشی کے ساتھ رہتے۔ان کے قلوب واذہان بغض وعداوت سے خالی ہوتے اور راتوں کو عبادتوں میں بسر فرماتے جیسا کہ عہد ماضی میں کلیساؤں کے پادریوں کا طریق کار تھا۔

علامہ سید ابن عابدین شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے لکھا:﴿الزهد فی اللغة ترک المیل الی الشئ-وفی اصطلاح اهل الحقیقة-هو بغض الدنیا والاعراض عنها-وقیل هو ترک راحة الدنیا طلبًا لراحة الاٰخرة﴾ (ردالمحتار ج۱ص۹۴)

ترجمہ:زہد کا لغوی معنی شئ کی رغبت کو ترک کرنا ہے اور اہل حقیقت کی اصطلاح میں دنیا سے بغض رکھنا اور اس سے روگردانی کرنا ہے اور ایک قول ہے کہ زہد آخرت کی آسائش کو طلب کرنے کے لیے دنیا کی آسائش کو ترک کرنا ہے۔

توضیح:''یشتدون بین الاغراض'' کا یہی مفہوم ہے کہ آخرت کی بھلائیوں کے لیے دنیاوی راحت وآسائش کو ترک کر دیا جائے۔

(۳)﴿عن عائشة رضی اللّٰه عنها قَالَتْ:بَيْنَا رَاسُ رَسُوْلِ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فِیْ حِجْرِیْ فِیْ لَيْلَةٍ ضَاحِيَةٍ-اِذْ قُلْتُ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ يَكُوْنُ لِاَحَدٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ؟قَالَ:نَعَمْ،عُمَرُ-قلت:فَاَيْنَ حَسَنَاتُ اَبِیْ بَكْرٍ؟

قَالَ:اِنَّمَا جَمِيْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ كَحَسَنَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِيْ بَكْرٍ–رواہ رزین﴾(مشکوۃ المصابیح ص۵۶۰)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا: ایک چاندنی رات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں، عمر۔ میں نے دریافت کیا کہ ابوبکر کی نیکیاں کتنی ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمر فاروق کی ساری نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی کی طرح ہیں۔

رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سیرت نبوی پر عمل کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (سورہ احزاب: آیت ۲۱)

حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ بندگان الٰہی کے لیے نمونہ عمل ہے۔ محض خصائص رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت سے مستثنیٰ ہیں، جیسا کہ صحاح ستہ میں احادیث نبویہ موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صوم وصال سے منع فرمایا۔ یہ دراصل اعمال مخصوصہ سے ممانعت ہے۔ اگر آج ہم اور آپ اسوۂ نبویہ کو اپناتے ہوئے اعمال وعبادات، اخلاق وکردار و دیگر امور مہمہ میں اتباع نبوی کی عادت ڈالیں اور دائرۂ عمل کو وسعت دیں تو یہی علم دین کا مقصود و مآل ہے اور یہی دنیا وآخرت میں برکات وحسنات سے شادکامی کا واحد ذریعہ ہے۔

فرمان الٰہی ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (سورہ آل عمران: آیت ۱۹) اور ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (سورہ آل عمران: آیت ۸۵) میں اسی کا بیان ہے۔

رب تعالیٰ نے بندوں کو اتباع نبوی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾

(سورہ آل عمران: آیت ۳۱)

جو احکام اسلامیہ پر عمل کرے گا، وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متبع و مطیع ہوگا، کیونکہ اسلامی احکام کی تعلیم اور اس پر عمل کا حکم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہی ہمیں دیا اور اسلام کے اصولی وفروعی احکام پر عمل، اطاعت رسول ہے اور اطاعت رسول، احکام اسلامیہ پر عمل کرنا ہے، پس تینوں آیات مرقومہ بالا کا مفاد ایک ہی ہے اور طاعت رسول بعینہ طاعت الٰہی ہے۔ ارشاد ربانی ہے ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْاَطَا عَ اللّٰهَ﴾ (سورہ نساء: آیت ۸۰)

ماقبل میں ذکر کردہ حدیثوں میں حضور اقدس سید الانبیا والمرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور ان کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی کثرت عبادت کو ظاہر کر رہی ہیں اور حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے لیے نمونہ عمل ہیں۔ اسی طرح ان کے اصحاب کرام بھی ہمارے لیے قابل اتباع ہیں۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْعَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُالْعَظِيْمُ﴾ (سورہ توبہ: آیت ۱۰۰)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقش قدم کی پیروی رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے اور بندہ کا ہر عمل رضائے خداوندی کے حصول ہی کے لیے ہوتا ہے، پس رضائے یزدانی سے سرفرازی طاعت الٰہی کی بجا آوری میں ہے۔ اس کے عملی نقوش حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعمال وافعال کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلیم پا کر کما حقہ اسے ادا کرنے والے والے حضرات صحابہ کرام تھے۔

ہمیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اعمال وافعال، اخلاق وکردار اور ان کی عبادت وریاضت کو جاننا اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ انہی امور کا تفصیلی وتشریحی بیان اسلامی کتابوں میں ہوتا ہے، جس کا مقصد عمل ہے، نہ کہ علم۔

اگر علوم شرعیہ کو محض علم و فن کی صورت میں پڑھا جائے تو یہ درحقیقت علوم دینیہ کے مقصود اصلی سے گریز کرنا ہے اور علوم دینیہ کو نوشت و خواند کے دائرہ تک محدود کر دینا علوم دینیہ کو بے فائدہ بنا دینا ہے، پس علوم شرعیہ کی کتابوں کا مطالعہ عمل کی نیت کے ساتھ ہونا لازم ہے۔

امت عمل میں نبی کے مساوی نہیں

(۱) قاسم نانوتوی نے لکھا: ''انبیا اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں، بلکہ بڑھ جاتے ہیں''۔

(تحذیر الناس ص ۸-دار الکتاب دیوبند)

(۲) امام عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ) نے تحریر فرمایا: ﴿وَلَاشَکَّ اَنَّ مَنْ اِعْتَقَدَ رُجْحَانَ عَمَلِہٖ عَلٰی عَمَلِ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَھُوَ کَافِرٌ﴾

(الحدیقۃ الندیہ ج ا ص ۳۲۶-استنبول ترکی)

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ جو اپنے عمل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل پر راجح ہونے کا اعتقاد رکھے، وہ کافر ہے۔

(۳)﴿اعلم ان بعض اعمال الامۃ مقبولۃ وبعضھا غیر مقبولۃ-والاعمال الغیر المقبولۃ خارجۃ عن الاعمال-واعمال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کُلُّھَا مَقْبُوْلَۃً -فَکَیْفَ یُسَاوِیْ عَمَلُنَا عَمَلَ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-ھذا باعتبار الظاھر -واما باعتبار الثواب فَعَمَلُنَا الْکَثِیْرُلَا یُسَاوِی عَمَلَہُ الْوَاحِدَ-ومعنی الافضلیۃ ھو کثرۃ الثواب-وھو صلی اللّٰہ علیہ وسلم افضل من کل الافاضل-وَعَمَلُ الْاُمَّۃِ اَیْضًا مِنْ اَعْمَالِہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-واعمال الانبیاء تکون جاریۃ بعد الحیاۃ الدنیوی ایضًا کما قال حبیبنا الکریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی حدیث المعراج عن موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام انہ کان یصلی فی قبرہ-ورای بعض الانبیاء علیھم السلام فی الحج-والنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعبد اللّٰہ تعالٰی و

یسبحه والملائکة تسبح بتسبیحه،وکان نبیًّا–وهذا قبل الورود فی هذا العالم﴾

(البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ)

(۴)﴿عـن ابی هریرة قال:قالوا یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم! متٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّةُ–قَالَ:وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ والجسد–رواه الترمذی﴾

(مشکوٰۃ المصابیح ص۵۱۳)

ترجمہ:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کب نبوت ثابت ہوئی؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:(میرے لیے نبوت ثابت ہوئی) جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح وجسم کے درمیان تھے۔

توضیح:جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسدخاکی میں روح بھی نہ رکھی گئی تھی،تب بھی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی تھے،اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتدائے آفرینش سے عبادت الٰہی میں مصروف ہیں اور بعد وصال بھی عبادت جاری ہے۔اب کسی کی عبادت ظاہری طور پربھی عبادت نبوی کے برابرنہیں ہوسکتی۔زائد ہونے کا سوال ہی غلط ہے۔

وصـلـی الـلّٰه تعالٰی وبارک وسلّم علٰی سیّدنا وسندنا وهادینا وروحنا وایماننا ومـأوانا و ملجأنا وحاکمنا ومالکناواکرمنا واجودنا واشرفنا وافضلنا واعظمنا وافـخـمـنا واعلمنا باللّٰه وبکل شیء–الذی هو الاحب الی اللّٰه من کل شیء–سیـد الاولیـن والاٰخـریـن–امـام الانبیـاء والـمرسلین–رحمة للعٰلمین–شفیع الـمذنبین–خلیفة اللّٰه فی السمٰوات والارضین–سیدنا ومولانا محمد رسول رب العٰلمین–وعلٰی اٰله واصحابه واتباعه واولیاء امته اجمعین–الٰی یوم الدین

☆☆☆☆☆

رسالہ اول

سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا اجماع کے خلاف

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علٰی حبیبه الکریم و اٰله العظیم

مقدمہ

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟اس بارے میں ائمہ مجتہدین مختلف الخیال ہیں۔ مذاہب اربعہ کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔تفصیلات اور دلائل صفحات مابعد میں مرقوم ہیں۔

(۱)**فقہ حنفی**: دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔

(۲)**فقہ مالکی**: فرض نماز میں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھی جائے،اور نفل میں ہاتھ باندھنے کی اجازت ہے۔

(۳)**فقہ شافعی**: دونوں ہاتھ ناف کے اوپر سینہ کے نیچے باندھے جائیں۔

(۴)**فقہ حنبلی**: ہاتھ باندھنے کے بارے میں دو قول منقول ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں،اور دوسرا قول یہ ہے کہ ناف کے اوپر باندھے جائیں۔ایک تیسرا قول یہ بھی ہے کہ نمازی کو اختیار ہے،چاہے تو ناف کے نیچے دونوں ہاتھ رکھے،یا ناف کے اوپر،لیکن قول اول راجح معلوم ہوتا ہے۔اکثر حنبلی فقہا ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کے قائل ہیں۔

صحاح ستہ

(۱)سلفی جماعت کے لوگ انتہائی بے حیائی کے ساتھ کہہ دیا کرتے ہیں کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث بخاری میں ہے،حالانکہ بخاری یا صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں بھی یہ تذکرہ نہیں

آیا کہ نماز میں دونوں ہاتھ کہاں رکھے جائیں؟ صرف اتنا ذکر آتا ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا جائے۔

(۲) حدیث کی تمام کتابوں میں کوئی مرفوع متصل صحیح حدیث ایسی نہیں پائی جاتی، جس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہو۔ اگر ہے تو وہابیہ اسے پیش کریں۔

(۳) امام ابن ہمام کمال الدین حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿وفی وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فقط احادیث فی الصحیحن وغیرھا﴾

(فتح القدیر ج۱ص۲۴۹)

〈ت〉 بخاری ومسلم اوران کے علاوہ (معتبر) مجموعات احادیث میں صرف داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کے بارے میں حدیثیں ہیں۔

(۴) ﴿فصار الثابت ھو وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ وکونہ تحت السرۃ او الصدر کما قال الشافعی، لم یثبت فیه حدیث یوجب العمل﴾ (فتح القدیر ج۱ص۲۴۹)

〈ت〉 پس داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ثابت ہوگیا، اوراس کا ناف کے نیچے یا سینہ کے نیچے ہونا جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اس بارے میں کوئی ایسی صحیح حدیث ثابت نہیں ہوئی جس پر عمل ضروری ہو۔

توضیح: صحاح ستہ کے علاوہ حدیث کے دیگر مجموعات میں ہاتھ باندھنے کی جگہ سے متعلق تین قسم کی روایتیں موجود ہیں۔

(۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا۔

(۲) ناف کے اوپر (سینہ کے نیچے) ہاتھ باندھنا۔

(۳) سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا۔

ان روایتوں میں ناسخ ومنسوخ کا تعین نہ ہونے کی وجہ سے قیاس کے ذریعہ ترجیح دینے کی کوشش ہوئی، اور ہر مجتہد کا ظن غالب جس سمت گیا، انہوں نے اسی روایت کو اختیار کرلیا۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارسال کو اختیار کیا، لیکن کسی بھی امام مجتہد نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قول نہ کیا، کیونکہ عہد صحابہ یا عہد تابعین وعہد تبع تابعین میں مومنین سینہ پر ہاتھ نہیں رکھتے تھے۔ سینہ پر ہاتھ رکھنا تو افسوس اور غم کی علامت ہے۔

احادیث فعلیہ

ہاتھ باندھنے سے متعلق صحابہ وتابعین سے صرف تین قسم کی فعلی احادیث ثابت ہیں۔

(۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا۔

(۲) ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا۔

(۳) ارسال کرنا، یعنی ہاتھ چھوڑ کر رکھنا۔

اگر حضور اقدس سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سینہ پر ہاتھ رکھنے کی حدیث ثابت بھی ہو تو وہ کسی عذر کے سبب ہوگا، یا راوی سے دیکھنے میں خطا ہوئی ہو، یا مجازی معنی مراد ہوگا کہ ناف کے اوپر، سینہ کے قریب ہاتھ رکھنے کو، سینہ پر ہاتھ رکھنے سے تعبیر کیا گیا۔

سلفیوں کا مسلک اجماع امت کے خلاف

(۱) سید یوسف حسینی بنوری دیوبندی نے لکھا:

﴿قال ابو الطیب المدنی علی الترمذی: لم یاخذ احد من الاربعة بالوضع علی الصدر﴾ (معارف السنن ج۲ص ۴۳۶- مکتبہ نوریہ دیوبند)

〈ت〉 امام ابو الطیب سندی مدنی: محمد بن عبد القادر حنفی نے شرح ترمذی میں لکھا کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے سینہ پر ہاتھ رکھنے کو اختیار نہ کیا۔

(۲) شیخ العلما زین الدین مخدوم ملیباری (۹۳۸ھ-۹۹۱ھ) نے لکھا:

﴿قال السبکی: وما خالف المذاهب الاربعة کالمخالف للاجماع﴾

(فتح المعین ص ۲۵۷- ترورنگاڈی: کیرلا)

〈ت〉امام سبکی نے فرمایا کہ جو مذاہب اربعہ کے خلاف ہو، وہ اجماع کے خلاف کی طرح ہے۔

(۳)امام ابن نجیم مصری حنفی (۹۲۶ھ-۹۷۰ھ) نے لکھا۔

﴿والاجماع قد انعقد علی عدم العمل بمذهب مخالف للائمة الاربعة﴾

(الاشباہ والنظائر ص ۸۹)

〈ت〉ائمہ اربعہ کے مخالف مذہب پر عمل نہ کرنے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

توضیح: جب مذاہب اربعہ ہی پر عمل کرنے پر اجماع ہو چکا تو مذاہب اربعہ کے خلاف عمل کرنا، اجماعِ امت کی مخالفت کرنا ہے، اور اجماع کی مخالفت سخت ناجائز ہے۔

(۴) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) نے لکھا۔

﴿لما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة، كان اتباعها اتباعًا للسواد الاعظم والخروج عنها خروجًا عن السواد الاعظم﴾ (عقد الجید ص ۳۷-استنبول)

〈ت〉جب مذاہب حقہ میں سے صرف یہی چار مذہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) باقی رہ گئے تو ان کا اتباع، سواد اعظم کا اتباع ہے، اور ان سے نکلنا سواد اعظم سے نکلنا ہے۔

(۵) حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ﴾

(سنن ابن ماجہ ص ۲۸۳-مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰)

〈ت〉مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت (سواد اعظم) کی پیروی کرو، اس لیے کہ جو اس سے الگ ہوا، وہ الگ ہو کر جہنم میں گیا۔

توضیح: مذہب شافعی میں سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔ وہابیہ جو سینہ کے اوپر ہاتھ باندھتے ہیں، یہ عمل کے اعتبار سے، اجماع مرکب کے خلاف ہے۔ یہ کیفیت، ائمہ متبوعین سے منقول نہیں ہے، اور اگر بالفرض کسی مجتہد سے منقول بھی ہو تو تمام مذاہب کے ختم ہونے کے بعد یہی چار مذاہب باقی رہے۔ اب جس مسئلہ پر ان چار مذاہب کا اجماع ہو، وہ اجماعی مسئلہ ہے۔

(۶) ملا احمد جیون لکھنوی (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ) نے لکھا: ﴿والامة اذا اختلفوا فی مسئلة فی ای عصر کان علی اقوال کان اجماعًا منهم علی ان ماعدا ھاباطل ولا یجوز لمن بعدھم احداث قول اٰخر﴾ (نورالانوار ص۲۲۳)

〈ت〉 جب علمائے امت کا کسی بھی زمانے میں کسی مسئلہ میں چند قول پر اختلاف ہو جائے تو ان علما کی جانب سے اس بات پر اجماع ہو گیا کہ ان چند اقوال کے ماسوا باطل ہے۔

(۷) صدرالشریعہ عبیداللہ بن مسعود حنفی (م۷۴۷ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿ویکون القیاس قد ادی الیه رای مجتهد حتی لو خالف اجماع المجتهدین یکون باطلًا﴾ (التوضیح والتلویح ج۱ص۲۱)

〈ت〉 (مابعد کے مجتہد کا) قیاس ایسا ہو کہ (ماقبل کے) کسی مجتہد کی رائے وہاں پہونچی ہو، اور اگر تمام مجتہدین ماقبل کے اجماع کی خلاف ورزی ہوئی تو یہ قیاس باطل ہوگا۔

توضیح: سلفیوں کا سارا مسلک ہی اجماع امت کے خلاف ہے۔ جب چار مذاہب پر اجماع ہو چکا ہے تو اب پانچویں مذہب کی گنجائش ختم ہو گئی، نیز یہ کہ جب چاروں مذہب برحق ہیں تو کسی پانچویں مذہب کی ضرورت بھی نہیں۔

نسخہ سنن ابی داؤد

سنن ابی داؤد کو اس کے جامع اور مؤلف امام ابوداؤد سجستانی (۲۰۲ھ-۲۷۵ھ) سے ان کے چار تلامذہ نے روایت کیا۔ اس طرح سنن ابی داؤد کے چار نسخے ہو گئے۔

(۱) نسخہ ابن داسہ: ابوبکر بن محمد بن بکر عبدالرزاق تمار بصری معروف بابن داسہ کی روایت۔

(۲) نسخہ ابن اعرابی: ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر معروف بابن اعرابی کی روایت۔

(۳) نسخہ رملی: ابوعیسٰی اسحٰق بن موسیٰ بن سعید رملی کی روایت۔

(۴) نسخہ لؤلؤی: ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤی کی روایت۔

مقدمہ سنن ابی داؤد (مطبوعہ ہند) میں نسخہ لؤلؤی کے بارے میں ہے۔

﴿ورواية اللؤلؤى من اصح الروايات لانها من آخر ما املٰى ابو داؤد وعليها مات–قال الشاه عبد العزيز الدهلوى: رواية اللؤلؤى مشهورة فى المشرق و رواية ابن داسة مروجة فى المغرب واحدهما يقارب الاٰخر وانما الاختلاف بينهما بالتقديم والتاخير دون الزيادة والنقصان بخلاف رواية ابن الاعرابى فان نقصانها بين بالنسبة الى هاتين النسختين﴾ (مقدمۃ ابی داؤد ص۵)

﴿ت﴾ لؤلؤی کی روایت، سب سے صحیح روایت ہے، اس لیے کہ وہ امام ابوداؤد کی لکھوائی ہوئی سب سے آخری روایت ہے، اور اسی پر ان کی وفات ہوئی (یعنی تاوقت موت، انہوں نے اس آخری نسخے میں کچھ تبدیلی نہ فرمائی) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) نے فرمایا کہ لؤلؤی کی روایت مشرقی ممالک میں مشہور ہے، اور ابن داسہ کی روایت مغربی ممالک میں رواج یافتہ ہے، اور ان دونوں میں سے ایک، دوسرے کے موافق ہے، اور ان دونوں میں بغیر کمی بیشی کے صرف تقدیم وتاخیر کا فرق ہے، برخلاف ابن اعرابی کی روایت کے، اس لیے کہ اس کا ان دونوں نسخوں کی بہ نسبت ناقص ہونا ظاہر ہے۔

توضیح: آج کل ہند وعرب میں ابوداؤد کا رائج نسخہ ''لؤلؤی'' کا نسخہ ہے۔ دیگر نسخے ان اطراف میں نہیں پائے جاتے۔ ابن اعرابی کے نسخے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہاتھ باندھنے کے بارے میں دو روایت مذکور ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں اور دوسری روایت میں ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ صحاح ستہ میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی کوئی روایت نہیں۔ اس طرح سلفیوں کا مسلک، صحاح ستہ سے ثابت نہیں۔

وہابیہ امت مسلمہ کو دھوکہ دینے کے لیے کہتے ہیں کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا بخاری کی حدیث سے ثابت ہے۔ صحیح بخاری یا صحاح ستہ میں وہ روایت کہاں ہے؟ وہابیہ وہ حدیث دکھلائیں، تاکہ ان کا سچ اور جھوٹ ظاہر ہو جائے۔ وہابیہ اپنی بے بنیاد باتوں سے کبھی رجوع بھی نہیں کرتے۔ انہیں توبہ ورجوع پر غور کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق حسن عطا فرمائے: آمین بجاہ النبی الامین

صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

باب اول

مسالک اربعہ کی تفاصیل

نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق بعض تفصیلات ودلائل ذیل میں رقم کی جاتی ہیں۔

مذہب حنفی

حنفی مسلک میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔نقلی وعقلی دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱)امام ابن ہمام نے لکھا﴿عَنْ عَلِيٍّ:مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْاَكُفِّ عَلَى الْاَكُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ–رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ وَاَحْمَدُ وَهٰذَا لَفْظُهُ﴾(فتح القدیر ج اص ۲۴۹)

﴿ت﴾ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

توضیح:اس حدیث کے بارے میں قاضی شوکانی یمنی (۱۱۷۳ھ–۱۲۵۰ھ) نے لکھا:

﴿الحدیث ثابت فی بعض نسخ ابی داؤد وھی نسخة ابن الاعرابی﴾

(نیل الاوطار ج اص ۱۸۸)

﴿ت﴾ یہ حدیث،سنن ابی داؤد کے بعض نسخوں یعنی نسخہ ابن اعرابی میں موجود ہے۔

(۲) حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ کی روایت کو امام احمد رضا خاں قادری نے نقل کیا اور تحریر فرمایا:

﴿قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ﴾(مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۳۹۰)

امام علامہ قاسم بن قطوبغا حنفی رحمۃ اللہ علیہ در تخریج احادیث اختیار شرح مختار فرماید:سندہ جید

ورواته کلهم ثقات﴾ (فتاویٰ رضویہ ج۳ص۴۶)

〈ت〉 حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔ علامہ قاسم بن قطوبغا (۸۰۲ھ-۸۷۹ھ) ''الاختیار شرح المختار'' کی احادیث کی تخریج میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند عمدہ ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(۳) امام عبداللہ بن محمود موصلی حنفی (۵۹۹ھ-۶۸۳ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿ ثلاث من اخلاق الانبیاء-تعجیل الافطار وتاخیر السحور ووضع الیمین علی الشمال تحت السرۃ﴾ (الاختیار لتعلیل المختار ج اص ۸۹- دار الحدیث قاہرہ)

ترجمہ: تین چیزیں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق میں سے ہیں۔

(۱) افطار میں جلدی کرنا (۲) سحری میں تاخیر کرنا۔

(۳) اور (نماز میں) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

(۴) ابن حزم ظاہری اندلسی (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) نے لکھا:

﴿عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ﴾ (المحلی بالآثار ج۳ص۳۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

(۵) ابن حزم نے لکھا: ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ: ثَلَاثٌ مِنَ النُّبُوَّةِ- تَعْجِیْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاْخِیْرُ السُّحُورِ وَوَضْعُ الْیَدِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیَدِ الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوةِ-وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُ هٰذَا اَیْضًا اِلَّا اَنَّهُ قَالَ: مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ وَزَادَ، تَحْتَ السُّرَّةِ﴾ (المحلی ج۳ص۳۰)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: تین چیزیں نبوت (عادات

انبیائے کرام) میں سے ہیں۔(۱)افطار میں جلدی کرنا(۲)اور سحری میں تاخیر کرنا(۳)اور نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا،اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے،لیکن انہوں نے کہا:اخلاق نبوت میں سے،اور تحت السرہ (ناف کے نیچے) کا اضافہ کیا۔

توضیح:مذکورہ بالا تینوں حدیثوں میں بتایا گیا کہ ہاتھ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں۔

(۶) شیخ الاسلام علامہ برہان الدین مرغینانی حنفی (۵۳۰ھ-۵۹۳ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿ویعتمد بیده الیمنٰی علی الیسریٰ تحت السرة لقوله علیه السلام ان من السنة وضع الیمین علی الشمال تحت السرة﴾ (ہدایہ اولین ج۱ص۱۰۲)

﴿ت﴾ نماز میں اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھے گا،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے سبب کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

(۷)امام ابن ہمام (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے دلیل عقلی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

﴿فصار الثابت هو وضع الیمنٰی علی الیسریٰ وکونه تحت السرة اوالصدر کما قال الشافعی،لم یثبت فیه حدیث یوجب العمل-فیحال علی المعهود من وضعها حال قصد التعظیم فی القیام-والمعهود فی الشاهد منه تحت السرة﴾

(فتح القدیر ج۱ص۲۴۹)

﴿ت﴾ پس جو ثابت ہوا،وہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے،اور اس کا ناف کے نیچے ہونا،یا سینہ کے نیچے ہونا جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،اس بارے میں کوئی ایسی حدیث ثابت نہ ہوسکی،جس پر عمل ضروری ہو،پس حالت قیام میں،تعظیم کے قصد کے وقت ہاتھ کے رکھنے کے متعارف عرف کی جانب رجوع ہوگا،اور قاضی کے دربار میں گواہ کے بارے میں متعارف طریقہ (ہاتھ کا) ناف کے نیچے ہونا ہے۔

(۷) شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی (۵۳۰ھ-۵۹۳ھ) نے لکھا: **﴿لان الوضع تحت**

السرة اقرب الی التعظیم وھو المقصود﴾(ہدایہ اولین ج۱ص۱۰۲)

〈ت〉 اس لیے کہ ناف کے نیچے (ہاتھ) رکھنا، تعظیم کے زیادہ موافق ہے اور (نماز میں) تعظیم ہی مقصود ہے۔

(۸)﴿**ثم الوضع تحت السرة ابعد عن التشبیه باھل الکتاب واقرب الی ستر العورة فکان اولٰی**﴾(الکفایۃ شرح الہدایہ ج۱ص۲۵۰)

〈ت〉 ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی مشابہت سے زیادہ دور ہے اور ستر عورت کے زیادہ قریب ہے، پس یہی طریقہ مناسب ہے۔

(۹)﴿**ولان الوضع تحت السرة اقرب الی التعظیم وابعد من التشبیه باھل الکتاب-وھو ای التعظیم ھو المقصود**﴾(العنایۃ شرح الہدایہ ج۱ص۲۴۹)

ترجمہ: اس لیے کہ ناف کے نیچے (ہاتھ) رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے، اور اہل کتاب کی مشابہت سے زیادہ دور ہے، اور تعظیم ہی مقصود ہے۔

(۱۰) امام ابوالحسین قدوری بغدادی (۳۶۲ھ-۴۲۸ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿**قالوا: وضعھما تحت الصدر اشق و ابعد من العادة فکان اولٰی-قلنا: ھذا عادة اھل الکتاب فمخالفتھم اولٰی**﴾(التجرید ج۱ص۴۸۰)

〈ت〉 فقہا نے فرمایا: دونوں ہاتھ کو سینہ کے نیچے رکھنا زیادہ مشقت والا اور عادت انسانی سے بعید تر ہے، پس یہ زیادہ بہتر ہے۔ ہم جواب دیں گے کہ یہ (سینہ کے نیچے ہاتھ رکھنا) اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی عادت ہے، پس ان لوگوں کی مخالفت زیادہ بہتر ہے۔

توضیح: اہل کتاب کی مخالفت کا حکم حدیث میں موجود ہے، اس لیے سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنا مناسب نہیں۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا تعظیم کو زیادہ ظاہر کرتا ہے، اس لیے اسی کو اختیار کیا جائے گا۔ فقہائے احناف نے تعظیم کی زیادتی اور اہل کتاب کی مشابہت سے دوری کے سبب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا حکم دیا۔

مذہب مالکی

مالکی مذہب میں فرض نمازوں میں ارسال یعنی ہاتھ بغیر باندھے ہوئے، کھلا چھوڑ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔مندرجہ ذیل احادیث سے مسلک مالکی کی تائید ہوتی ہے۔

(۱)﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ:مَا رَأَيْتُ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَابِضًا يَمِيْنَهُ فِي الصَّلٰوةِ– كَانَ يُرْسِلُهَا﴾(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۹۱)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن یزید نے کہا کہ میں نے حضرت سعید بن مسیّب تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز میں ہاتھ باندھے ہوئے نہیں دیکھا، وہ ہاتھ کو کھلا چھوڑ رکھتے تھے۔

(۲)﴿عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ: كَانَ اِبْنُ الزُّبَيْرِ اِذَا صَلّٰى،يُرْسِلُ يَدَيْهِ﴾

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۹۱)

〈ت〉حضرت عمرو بن دینار نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب نماز پڑھتے، تو اپنے دونوں ہاتھ کو کھلا چھوڑ رکھتے۔

(۳)﴿عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ وَمُغِيْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ:اَنَّهُمَا كَانَا يُرْسِلَانِ اَيْدِيَهُمَا فِي الصَّلٰوةِ﴾(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۹۱)

〈ت〉حضرت یونس نے حضرت ابراہیم سے،حضرت حسن بصری اور مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں روایت کیا کہ یہ دونوں نماز میں اپنے ہاتھ چھوڑ کر رکھتے تھے۔

(۴)فرض نمازوں میں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، کیونکہ ہاتھ باندھ لینا سہارا لینے کی طرح ہے،جس طرح سے کہ نماز میں لکڑی یا دیوار کا سہارا لیا جائے ،اسی لیے مسلک مالکی میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ قرار دیا گیا۔اگر کوئی نمازی،سنت سمجھتے ہوئے نماز فرض میں ہاتھ باندھ لے تو اجازت ہے اور نفل میں ہاتھ باندھنے کی مطلقاً اجازت ہے، کیونکہ نفل میں سہارا لینا جائز ہے۔

(۵)علامہ سید احمد دردیر مالکی (م ۱۲۰۱ھ) نے رقم فرمایا:

﴿(وهل كراهته)اى القبض(فى الفرض)باى صفة كانت فالمراد به هنا ما قابل

السدل لا ما سبق فقط (للاعتماد)اذ هو شبيه بالمستند،فلو فعله لا للاعتماد بل استنانًا لم يكره–وكذا ان لم يقصد شيئًا فيما يظهر–وهذا التعليل هو المعتمد وعليه فيجوز فی النفل مطلقًا لجواز الاعتماد فيه بلا ضرورة﴾

(الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی ج ۱ص ۲۵۰)

﴿ت﴾ کیا فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کی کراہت سہارا لینے کی وجہ سے ہے؟ اس لیے کہ یہ سہارا لینے والے کے مشابہ ہے، پس اگر ہاتھ باندھا، سہارا لینے کے لیے نہیں، بلکہ سنت سمجھتے ہوئے تو یہ مکروہ نہیں ہے اور ایسا ہی اگر کسی چیز کا قصد نہ کیا ہو (تو بھی مکروہ نہیں ہے) جیسا کہ ظاہر ہے اور یہی تعلیل معتمد ہے اور اس بنیاد پر نفل میں (ہاتھ باندھنا) مطلقاً جائز ہے، کیونکہ نفل میں بلا ضرورت سہارا لینا جائز ہے اور ہاتھ باندھنے سے مراد، وہ ہے جو ارسال (ہاتھ چھوڑنے) کے مقابل ہو، نہ کہ صرف وہ جو گذر چکا (یعنی دونوں ہاتھ کو ناف کے اوپر سینے کے نیچے رکھنا، داہنے ہاتھ کے گٹے کو بائیں ہاتھ سے پکڑے ہوئے)

توضیح: نماز فرض میں سہارا لینے کے لیے جس طرح بھی ہاتھ باندھا جائے، وہ مکروہ ہے۔

(۵) علامہ ابن رشد قرطبی مالکی (۵۲۰ھ-۵۹۵ھ) نے رقم فرمایا: ﴿اختلف العلماء فی وضع اليدين احداهما على الاخرٰی فی الصلاة فكره ذلک مالک فی الفرض واجازه فی النفل–ورأی قوم ان هذا الفعل من سنن الصلٰوة وهم الجمهور﴾ (بدایۃ المجتہد ج ۱ص ۱۳۷، بدایۃ المجتہد ج ۱ص ۹۹-دار الفکر بیروت)

﴿ت﴾ نماز میں دونوں ہاتھوں میں سے ایک کے دوسرے پر رکھنے کے بارے میں علمائے کرام مختلف ہیں۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرض میں اسے ناپسند کیا اور نفل میں اس کی اجازت دی، اور علما کی ایک جماعت نے کہا کہ یہ طریقہ نماز کی سنتوں میں سے ہے اور وہ (سنت قرار دینے والے) جمہور علما ہیں۔

(۶) علامہ ابن عبد البر مالکی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے لکھا: ﴿وضع اليمنٰی منهما على

الیسریٰ او ارسالھما، کل ذلک سنۃ فی الصلاۃ﴾ (کتاب الکافی ج ا ص ۲۰۶)

﴿ت﴾ دونوں ہاتھوں میں سے، داہنے کو بائیں ہاتھ پر رکھنا یا دونوں کو چھوڑ دینا، یہ سب طریقہ نماز میں سنت ہے۔

توضیح: بعض مجتہدین کے یہاں ہاتھ باندھنا سنت ہے اور بعض کے یہاں ہاتھ چھوڑ کر رکھنا سنت ہے، اس طرح یہ دونوں امر سنت قرار پائے۔

(۳) ابوالبرکات علامہ سید احمد دردیر مالکی (م ۱۲۰۱ھ) نے لکھا: ﴿(و) ندب لکل مصل مطلقًا (سدل) ای ارسال (یدیه) لجنبیه وکرہ القبض بفرض (وھل یجوز القبض) لکوع الیسری بیدہ الیمنٰی واضعًا لھما تحت الصدر وفوق السرۃ (فی النفل) طوّل اَوَلا (او) یجوز (ان طوّل) فیه ویکرہ ان قصر، تاویلان (وھل کراھته) ای القبض (فی الفرض) بای صفۃ کانت -فالمراد به ھھناما قابل السدل- لا ما سبق فقط (للاعتماد) اذ ھو شبیه بالمستند -فلو فعله، لا لإعتماد بل استنانًا، لم یکرہ- وکذا ان لم یقصد شیئًا فیما یظھر -وھذا التعلیل ھو المعتمد وعلیه فیجوز فی النفل مطلقًا لجواز الاعتماد فیه بلا ضرورۃ (او) کراھته (خیفۃ اعتقاد وجوبه) علی العوام واستبعد وضعف (او) خیفۃ (اظھار خشوع) ولیس بخاشع فی الباطن وعلیه فلا تختص الکراھۃ بالفرض﴾

(الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی ج ا ص ۲۵۰ - داراحیاء الکتب العربیہ مصر)

﴿ت﴾ ہر نمازی کے لیے مطلقاً سدل یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں پہلو میں چھوڑ رکھنا مستحب ہے، اور فرض نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔ اور کیا نفل نماز میں بائیں ہاتھ کے گٹہ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر رکھنا جائز ہے؟ خواہ نماز نفل طویل ہو یا طویل نہ ہو؟ یا جائز ہے اگر طویل ہو، اور مکروہ ہے اگر نماز مختصر ہے؟ دو تاویل ہیں۔

اور کیا فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کی کراہت سہارا لینے کی وجہ سے ہے؟ اس لیے کہ وہ

سہارا لینے والے کے مماثل ہے، خواہ کسی طرز پر ہاتھ باندھے، اس لیے کہ یہاں وہ مراد ہے جو سدل (ہاتھ چھوڑ کر رکھنا) ہے، صرف وہ مراد نہیں جو گذر چکا، پس اگر ہاتھ باندھا سنت سمجھتے ہوئے، سہارا لینے کے لیے نہیں تو مکروہ نہیں اور اسی طرح اگر کچھ قصد نہ کیا تو بھی مکروہ نہیں، یہی ظاہر ہے، اور یہ تعلیل قابل اعتماد ہے، اور اس بنیاد پر نفل میں مطلقاً (ہاتھ باندھنا) جائز ہوگا، نفل میں بلاضرورت سہارا لینے کے جائز ہونے کی وجہ سے۔

یا (فرض میں) ہاتھ باندھنے کی کراہت، عوام پر اس کے وجوب کے اعتقاد کے خوف کے سبب ہے، اور یہ قول بعید وضعیف ہے، یا اظہار خشوع کے خوف کے سبب ہے، اور وہ باطن میں صاحب خشوع نہ ہو، اور اس بنیاد پر کراہت فرض کے ساتھ خاص نہیں ہوگی۔

توضیح: نفل میں اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر، ناف کے اوپر سینہ کے نیچے رکھے گا اور اگر فرض میں بھی سنت سمجھتے ہوئے ہاتھ باندھا تو کراہت نہیں ہے۔ ہاں، اگر محض سہارا لینے کے لیے ہاتھ باندھا تو فرض نماز میں کراہت ہے اور نفل میں کراہت نہیں۔

توضیح: مالکی فقہا میں سے کسی نے بھی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قول نہیں کیا ہے۔

مذہب شافعی

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ''ناف کے اوپر سینہ کے نیچے'' ہاتھ باندھنا سنت ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث طیبہ سے اس مسلک کا ثبوت ہوتا ہے۔

(۱)﴿عَنْ اِبْنِ جُرَیْجٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ قَالَ: اَمَرَنِی عَطَاءٌ اَنْ اَسْأَلَ سَعِیدًا، اَیْنَ تَکُونُ الْیَدَانِ فِی الصَّلٰوۃِ؟ فَوْقَ السُّرَّۃِ اَوْ اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّۃِ؟ فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ—فَقَالَ: فَوْقَ السُّرَّۃِ—یَعْنِی بِهٖ سَعِیدَ بْنَ جُبَیْرٍ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۳۱۸)

﴿ت﴾ حضرت ابو زبیر نے کہا کہ مجھے عطا بن ابی رباح نے حکم دیا کہ میں حضرت سعید بن جبیر تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کروں کہ نماز میں دونوں ہاتھ کہاں ہوں گے؟ ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے؟ پس میں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ناف کے اوپر۔

(۲) قاضی شوکانی یمنی نے سنن ابوداؤد نسخہ ابن اعرابی کی حدیث نقل کرتے ہوئے لکھا:

﴿اَخْرَجَ اَبُوْدَاوُدَ(فِی نُسْخَةِ اِبْنِ الْاَعْرَابِی)اَیْضًا عَنْ اَبِی جَرِیْرِ الضَّبِّیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ:رَأَیْتُ عَلِیًّا یُمْسِکُ شِمَالَهٗ بِیَمِیْنِهٖ عَلَی الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ–وَفِی اِسْنَادِهٖ اَبُوطَالُوتَ عَبْدُ السَّلَامِ بْنِ اَبِی حَازِمٍ–قَالَ اَبُو دَاوُدَ:یُکْتَبُ حَدِیْثُهٗ﴾

(نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۸۸)

〈ت〉 حضرت ابوجریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ کو گٹے کے پاس دائیں ہاتھ سے ناف کے اوپر پکڑے ہوئے ہیں۔

(۳) امام ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مزنی (۱۷۵ھ-۲۶۴ھ-۷۹۱ء-۸۷۸ء) نے رقم فرمایا:

﴿ویرفع یدیه اذا کبر حذو منکبیه ویاخذ کوعه الایسر بکفه الیمنیٰ ویجعلها تحت صدره﴾ (مختصر المزنی ص ۲۵-دار الکتب العلمیہ بیروت)

〈ت〉 تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے مونڈھے تک اٹھائے گا اور اپنی بائیں کلائی کو اپنی داہنی ہتھیلی سے پکڑے اور اپنے سینہ کے نیچے رکھے گا۔

(۴) امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی فقیہ شافعی (۳۶۴ھ-۴۵۰ھ) نے لکھا:

﴿وَدَلِیْلُنَا رِوَایَةُ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْعَلُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهٖ﴾ (الحاوی الکبیر ج ۲ ص ۱۲۸)

〈ت〉 ہماری دلیل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ کو اپنے سینہ مبارک کے نیچے رکھتے تھے۔

(۵) امام ابواسحٰق شیرازی شافعی (۳۹۳ھ-۴۷۶ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿وجعلهما تحت صدره﴾ (التنبیہ ص ۱۱۷)

〈ت〉 دونوں ہاتھ کو سینہ کے نیچے رکھے۔

(۶) شیخ سلیمان جمل شافعی (م۱۲۰۴ھ) نے رقم فرمایا:

﴿والحکمة فی جعلهما تحت صدره ان یکونا فوق اشرف الاعضاء وهو القلب فانه تحت الصدر مما یلی الجانب الایسر والعادة من احتفظ علی الشیء، جعل یدیه علیه﴾ (حاشیۃ الجمل علی المنہج ج۱ص۴۰۱)

〈ت〉 دونوں ہاتھوں کو سینہ کے نیچے رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ، شریف ترین عضو کے اوپر رہے اور وہ عضو قلب ہے، اس لیے کہ قلب سینہ کے نیچے، بائیں جانب ہے اور طریقہ یہ ہے کہ جو کسی چیز کی حفاظت کرتا ہے، وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اس پر رکھتا ہے۔

(۷) امام ماوردی (۳۶۴ھ-۴۵۰ھ) نے لکھا: ﴿وتحت الصدر، القلب-وهو محل الخشوع وکان وضع الیدین علیه ابلغ فی الخشوع﴾ (الحاوی الکبیر ج۲ص۱۲۸)

〈ت〉 سینہ کے نیچے قلب ہے اور وہ خشوع کا مرکز ہے، اور دونوں ہاتھ، دل پر رکھنا خشوع میں اضافہ کرنے والا ہے۔

توضیح: شافعی فقہا میں سے کسی نے بھی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قول نہیں کیا ہے۔

مذہب حنبلی

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں تین قول منقول ہیں۔

(۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا۔

(۲) ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا۔

(۳) نمازی کو اختیار ہے کہ ناف کے اوپر باندھے یا ناف کے نیچے۔

اس سے متعلق ماقبل میں احادیث مرقوم ہو چکی ہیں۔ حنبلی فقہا کی اکثریت نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا قول اختیار کیا ہے۔ چند فقہی کتابوں کی عبارتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) امام عبد اللہ بن محمد بن قدامہ مقدسی حنبلی (۵۴۱ھ-۶۲۰ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿ویجعلهما تحت سرته﴾ (العمدۃ مع شرحہا العدہ ص۷۷- دار الحدیث قاہرہ)

〈ت〉اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی ناف کے نیچے رکھے۔

(۱)امام عبداللہ بن محمد بن قدامہ مقدسی حنبلی (۵۴۱ھ-۶۲۰ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿اختلفت الروایة فی موضع وضعهما،فروی عن احمد:انه یضعهما تحت سرته وروی ذلک عن علی وابی هریرة وابی مجلز والنخعی والثوری و اسحاق لما روی عن علی انه قال:من السنة وضع الیمین علی الشمال تحت السرة-رواه الامام احمد وابوداؤد-وهذا ینصرف الی سنة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ولانه قول من ذکرنا من الصحابة-وعن احمد:انه یضعهما فوق السرة وهو قول سعید بن جبیر والشافعی لما روی وائل بن حجرقال:رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یصلی فوضع یدیه علٰی صدره-احداهما علی الاخریٰ-وعنه انه مخیر فی ذلک لان الجمیع مروی والامر فی ذلک واسع﴾ (المغنی مع الشرح الکبیرج۱ص۵۵۰)

توضیح:دونوں ہاتھ نماز میں کہاں رکھے جائیں؟اس بارے میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین قول منقول ہیں۔

(الف)ایک قول یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔

(ب)دوسرا قول یہ ہے کہ ناف کے اوپر سینہ کے نیچے باندھے۔

(ج)تیسرا قول یہ ہے کہ نمازی کو اختیار ہے،ناف کے نیچے باندھے یا ناف کے اوپر۔

(۳)شیخ مرعی بن یوسف حنبلی (م۱۰۳۳ھ) نے لکھا:﴿ثم یقبض بیمینه کوع یسراه ویجعلهما تحت سرته﴾(غایۃ المنتہی ج۱ص۶۹-موسسہ سعدیہ ریاض)

〈ت〉 پھر اپنے داہنے ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ کا گٹہ پکڑے،اور دونوں کو اپنے ناف کے نیچے رکھے۔

(۴)علامہ منصور بن یونس بہوتی حنبلی (۱۰۰۰ھ-۱۰۵۱ھ) نے لکھا:﴿وسن له ایضًا

﴿(جعلهما) ای یدیه (تحت سرته)﴾ (شرح منتہی الارادات ج ا ص ۱۷۶)

〈ت〉 نمازی کے لیے مسنون ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنی ناف کے نیچے رکھے۔

(۵) شیخ ابراہیم بن ابوبکر صالحی (م ۱۰۹۴ھ) نے لکھا: ﴿ویسن وضع یدیه تحت سرته الایمن فوق الایسر قابضًا به کوعه﴾ (بغیۃ المبتدع ج ا ص ۲۴۰ - وزارت اوقاف قطر)

〈ت〉 اپنے دونوں ہاتھ کو اپنی ناف کے نیچے رکھنا مسنون ہے، داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر، داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑے ہوئے۔

(۶) شیخ عبد القادر بن عمر شیبانی (۱۰۵۲ھ - ۱۱۳۵ھ) نے لکھا:

﴿(وجعلهما) ای یدیه (تحت سرته)﴾ (نیل المآرب ج ا ص ۹۷)

〈ت〉 اپنے دونوں ہاتھ اپنی ناف کے نیچے رکھے۔

(۷) امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک میں سینہ پر ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔

کویت کی فقہی انسائیکلوپیڈیا میں ہے: ﴿ونقلوا نص الامام احمد علی کراهة جعل یدیه علی صدره﴾ (الموسوعۃ الفقہیہ ج ۲۷ ص ۸۷ - وزارات اوقاف کویت)

〈ت〉 علمانے حضرت امام احمد بن حنبل سے اپنے سینہ پر، اپنے دونوں ہاتھوں کو رکھنے کی کراہت کی صراحت نقل کی ہے۔

توضیح: حنبلی فقہا میں سے کسی نے بھی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قول نہیں کیا ہے۔

مسلک حنفی کی مؤید احادیث

حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت ابومجلز رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں گے۔ اگر کسی حدیث میں کچھ ضعف ہو تو کثرت طرق کی وجہ سے وہ کمی پوری ہو جاتی ہے اور ضعف، سند نازل میں ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کچھ اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''مصباح المصابیح فی احکام التراویح'' (باب اول) کا مطالعہ مفید ہوگا۔ اللہ تعالیٰ علم خیر

وعمل صالح کی توفیق عطا فرمائے: آمین

(۱)﴿عَنْ اَبِی جُحَیْفَةَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِی الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ﴾

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۳۱۸-سنن الدارقطنی ج۱ص۲۸۶)

ترجمہ: شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی کے اوپر ''ناف کے نیچے'' رکھنا سنت ہے۔

(۲)﴿عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ: اِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ﴾

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۳۱۹-سنن الدارقطنی ج۱ص۲۸۶)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا نماز کی سنت ہے۔

(۳)﴿وَرَوَاهُ اَیْضًا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ یَسَارٍ عَنْ اَبِی وَائِلٍ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ کَذٰلِکَ﴾

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۳۱۹)

(۳) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے۔

(۴)﴿عَنْ اَبِی جُحَیْفَةَ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ: مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْاَیْدِیِ عَلَی الْاَیْدِیِ تَحْتَ السُّرَرِ﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۹۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''ہاتھ کو ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا'' نماز میں سنت ہے۔

(۵)﴿حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ رَبِیْعٍ عَنْ اَبِی مَعْشَرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ: یَضَعُ یَمِیْنَهٗ عَلٰی شِمَالِهٖ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۹۰)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھے گا۔

(۶)﴿عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ:سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ اَوْ سَأَلْتُهُ قَالَ،قُلْتُ: كَيْفَ يَضَعُ؟قَالَ:يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهٖ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهٖ وَيَجْعَلُهَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ﴾(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۹۱)

ترجمہ: حضرت ابومجلز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ داہنے ہاتھ کی اندرونی ہتھیلی کواپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کےاوپر والے حصے پر''ناف کے نیچے''رکھے گا۔

(۷)محدث بدرالدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے ایک حدیث نقل کی:

﴿مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ(رَوَاهُ اِبْنُ حَزْمٍ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ﴾(عمدۃ القاری ج ۵ص ۲۷۸)

〈ت〉داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا،حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عادات مبارکہ میں سے ہے۔

(۸)امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے لکھا:﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اِذَا كَبَّرَ لِلْاِحْرَامِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدَةِ تَحْتَ السُّرَّةِ﴾ (کشف الغمہ ج ۱ص ۱۲۰-دارالفکر بیروت)

〈ت〉حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تکبیر تحریمہ کہتے تواپنے داہنے ہاتھ کواپنے بائیں ہاتھ پر رکھتے،اور گٹہ اور کلائی ناف کے نیچے ہاتھ رکھتے۔

(۹)علامہ عبدالرحمٰن جزری (۱۲۹۹ھ-۱۳۶۰ھ) نے لکھا:﴿يسن وضع اليد اليمنٰى على اليسرٰى تحت سرته اوفوقها وهو سنة باتفاق ثلاثة من الائمة وقال المالكية انه مندوب﴾(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ص ۲۵۱-دارالفکر بیروت)

〈ت〉داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے یا ناف کےاوپر رکھنا مسنون ہےاور یہ ائمہ ثلاثہ

(امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے اتفاق کے ساتھ سنت ہے، اور فقہائے مالکیہ نے کہا کہ یہ مستحب ہے۔

توضیح: سینہ پر ہاتھ باندھنے کی تمام روایات ضعیف ہیں، اسی لیے ائمہ مجتہدین نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قول نہ کیا۔ سینہ پر ہاتھ باندھنا وہابیہ کی ایجاد کردہ بدعت ہے، اور یہ اجماع امت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے: آمین

باب دوم

سلفیوں نے سینہ پر ہاتھ باندھنے سے متعلق جن احادیث مقدسہ سے استدلال کیا ہے، ان احادیث طیبہ پر مفصل کلام باب دوم میں ہے۔ باب اول میں فقہائے اسلام کے اقوال تحریر کیے گئے ہیں۔ سینہ پر ہاتھ باندھنے سے متعلق روایتیں موجود ضرور ہیں، لیکن وہ ضعیف ہیں، اسی لیے کسی امام مجتہد نے ان روایتوں کی بنیاد پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قول نہیں کیا۔ ائمہ مجتہدین کا ترک عمل بھی ان روایتوں کے ناقابل عمل ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

فصل اول

آیت مقدسہ: فصل لربک وانحر کی تفسیر

خلیفہ چہارم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت مقدسہ کی تفسیر مروی ہے۔ اس تفسیر میں بتایا گیا کہ نحر کا معنی نماز میں ''سینہ کے اوپر قریب الحلق'' ہاتھ باندھنا ہے۔ پہلے ان روایات کو تحریر کیا جاتا ہے، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے مفہوم ومعنی سے متعلق تحقیق رقم ہوگی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات

(۱) حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ (۱۵۹ھ-۲۳۵ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زِيَادِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِیِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ ظَهِيْرٍ عَنْ عَلِیٍّ فِی قَوْلِهٖ تَعَالٰی (فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ) قَالَ: وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَی الشِّمَالِ فِی الصَّلٰوةِ﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۹۰)

〈ت〉 ''فصل لربک وانحر'' کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا مراد ہے۔

(۲) ﴿اَخْبَرَنَا اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ ثَنَا عَلِیُّ بْنُ حَمْشَاذَ الْعَدْلُ ثَنَا هِشَامُ بْنُ عَلِیٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَيُّوبَ قَالَا ثَنَا مُوسَی بْنُ اِسْمَاعِيْلَ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِیِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صَهْبَانَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ (فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ) قَالَ: هُوَ وَضْعُ يَمِيْنِکَ عَلٰی شِمَالِکَ فِی الصَّلٰوةِ- كَذَا قَالَ شَيْخُنَا عَاصِمُ الْجَحْدَرِیُّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صَهْبَانَ...... وَرَوَاهُ الْبُخَارِیُّ فِی التَّارِيْخِ فِی تَرْجَمَةِ عُقْبَةَ بْنِ ظَبْيَانَ عَنْ مُوسَی بْنِ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِیِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ ظَبْيَانَ عَنْ عَلِیٍّ (فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ) وَضْعُ يَدِهِ الْيُمْنٰی عَلٰی وَسْطِ سَاعِدِهٖ عَلٰی صَدْرِهٖ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۳۱۶)

(الف) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''فصل لربک وانحر'' کے بارے میں فرمایا کہ ''نحر'' نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے۔

(ب) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ''فصل لربک وانحر'' کے بارے میں مروی ہے کہ ''نحر'' اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی کے درمیانی حصے پر اپنے سینہ پر رکھنا ہے۔

توضیح: اس روایت کے راوی حماد بن سلمہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو قول نقل کیا ہے۔ امام بیہقی کی روایت میں صرف داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے اور امام بیہقی نے بعد والی روایت، امام بخاری کی کتاب ''التاریخ الکبیر'' کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اس روایت میں سینہ کے اوپر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔ دونوں روایتیں حماد بن سلمہ سے منقول ہیں۔

ایک روایت میں مطلقاً داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں صدر یعنی سینہ پر رکھنے کا ذکر ہے۔

(۳)﴿اَخْبَرَنَا اَبُو بَكْرٍ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ الْفَقِيْهُ اَنْبَأَ اَبُو مُحَمَّدِ بْنِ حَيَّانَ ثَنَا اَبُو الْحَرِيْشِ الْكِلَابِىُّ ثَنَا شَيْبَانُ ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ثَنا عَاصِمُ الْجَحْدَرِىُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صَهْبَانَ– كَذَا قَالَ–اِنَّ عَلِيًّا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِى هٰذِهِ الْاٰيَةِ"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ"قَالَ: وَضْعُ يَدِهِ الْيُمْنٰى عَلٰى وَسْطِ يَدِهِ الْيُسْرٰى، ثُمَّ وَضْعُهُمَا عَلٰى صَدْرِهٖ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۳۱۸)

〈ت〉 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت ''فصل لربک وانحر'' کے بارے میں فرمایا کہ اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کی بیچ کلائی پر رکھنا ہے، پھر دونوں کو اپنے سینہ پر رکھنا ہے۔

(۴)﴿قَالَ الْبُخَارِىُّ قَالَ لَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِىِّ عَنْ عُقْبَةَ مِنْ اَصْحَابِ عَلِىٍّ عَنْ عَلِىٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَضْعُهَا عَلَى الْكُرْسُوعِ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۳۱۶)

〈ت〉 حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (اسی آیت کی تشریح میں) مروی ہے کہ ہاتھ کو گٹے پر رکھنا ہے۔

توضیح: یعنی داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے گٹے پر رکھنا ہے۔ اس روایت میں سینے پر ہاتھ رکھنے کا کوئی ذکر نہیں۔

(۵) امام محمد بن اسماعیل بخاری (۱۹۴ھ–۲۵۶ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿قَالَ مُوسٰى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ سَمِعَ عَاصِمَانِ الْجَحْدَرِىَّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ ظَبْيَانَ عَنْ عَلِىٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ(فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ)وَضْعُ يَدِهِ الْيُمْنٰى عَلٰى وَسْطِ سَاعِدِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ–وَقَالَ قُتَيْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِىِّ عَنْ عُقْبَةَ مِنْ اَصْحَابِ عَلِىٍّ رَضِىَ اللّٰهُ

عَنْهُ: وَضْعُهَا عَلَى الْكُرْسُوعِ﴾ (التاریخ الکبیرج ۶ ص ۴۳۷)

〈ت〉 حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ''فصل لربک وانحر'' کی تفسیر مروی ہے کہ ''نحر'' اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کی بیچ کلائی کے پاس سینہ پر رکھنا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے گٹے پر رکھنا ہے۔

توضیح: پہلی روایت میں ہے کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر نہیں، بلکہ گٹے پر رکھنا ہے، اور دوسری روایت میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

(۶) حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿عقبة بن ظبيان ويقال عقبة بن ظهير روى عن على روى عاصم الجحدرى عن ابيه عنه سمعت ابى يقول ذلك قال ابومحمد(عبد الرحمن بن ابى حاتم الرازى)اختلف حماد بن سلمة ويزيد بن زياد بن ابى الجعد فى هذا الحديث فقال حماد عن عاصم الجحدرى عن ابيه عن عقبة بن ظبيان عن على فى قوله عزوجل''فصل لربك وانحر''فقال وضع اليمين على الشمال فى الصلوٰة- وروى يزيد بن زياد بن ابى الجعد عن عاصم الجحدرى عن عقبة بن ظهير عن على﴾ (کتاب الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۳۱۳)

〈ت〉 عاصم جحدری سے حماد بن سلمہ اور یزید بن زیاد بن ابی الجعد نے روایت کیا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قول الٰہی ''فصل لربک وانحر'' کی تفسیر میں فرمایا کہ نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا مراد ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت

﴿اَخْبَرَنَا اَبُو زَكَرِيَّا بْنُ اَبِى اِسْحٰقَ اَنْبَأَ الْحَسَنُ بْنُ يَعْقُوبَ الْبُخَارِيُّ اَنْبَأَ يَحْيَى بْنُ اَبِى طَالِبٍ اَنْبَأَ زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ ثَنَا رَوْحُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ حَدَّثَنِى عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ النُّكْرِيُّ عَنْ اَبِى الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِى قَوْلِ اللّٰهِ

عَزَّ وَجَلَّ ''فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ'' قَالَ: وَضْعُ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ فِی الصَّلٰوۃِ عِنْدَ النَّحْرِ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۱۸)

〈ت〉 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قول الٰہی ''فصل لربک وانحر'' ے بارے میں مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ''نحر'' نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر گلے کے قریب رکھنا ہے۔

توضیح: عاصم بن عجاج جحدری بصری سے اس روایت کو دوراویوں نے روایت کیا۔ حماد بن سلمہ اور یزید بن زیاد بن ابی الجعد نے۔

حماد بن سلمہ بصری کی بعض روایت میں صرف داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے اور بعض روایت میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھ کر سینے پر رکھنے کا ذکر ہے۔

عاصم جحدری کے دوسرے راوی یزید بن زیاد بن ابی الجعد کی بعض روایت میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے اور بعض روایت میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے گٹے پر رکھنے کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ''نحر'' یعنی ہاتھ کو گلے پر رکھنے کا ذکر ہے۔ اس طرح ان روایتوں میں ہاتھ رکھنے کے مختلف طریقے بیان ہوئے ہیں۔ یہ طریقے آپس میں ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں۔

روایت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند

''فصل لربک وانحر'' سے متعلق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت، جس سے سلفیوں نے استدلال کیا ہے، اس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقبہ بن ظبیان نے روایت کیا اور عقبہ سے عاصم بن عجاج جحدری بصری نے روایت کیا اور عاصم جحدری کے دوراوی ہیں۔

(۱) حافظ عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿روی عنه حماد بن سلمة ویزید بن زیاد بن بن ابی الجعد﴾

(کتاب الجرح والتعدیل ج۶ص ۳۴۹)

〈ت〉عاصم حجدری سے حماد بن سلمہ اور یزید بن زیاد بن ابی جعد نے روایت کیا۔

توضیح: عاصم جحدری کے دو راوی، حماد بن سلمہ بصری (م۱۶۷ھ) اور یزید بن زیاد بن ابی الجعد ہیں۔حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیری روایت کو عاصم جحدری کے دونوں راویوں نے روایت کیا۔یہ روایت مختلف الفاظ سے وارد ہوئی ہے۔

''وضع الیدین علی الشمال فی الصلاۃ'' کی روایت میں حماد بن سلمہ اور یزید بن زیاد بن ابی جعد دونوں مشترک ہیں، پھر حماد بن سلمہ سے یہی روایت دوسرے الفاظ میں مروی ہے،جس میں سینے پر ہاتھ رکھنے کا تذکرہ ہے۔اسی طرح یزید بن زیاد بن ابی الجعد سے بھی دوسرے لفظوں میں روایت مروی ہوئی،جس میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے گٹے پر رکھنے کا ذکر ہے۔اسی طرح حماد بن سلمہ سے بائیں ہاتھ کی کلائی پر ہاتھ رکھنے کا ذکر آیا ہے۔

داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا اور داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے گٹے یا کلائی پر رکھنا،دونوں میں اجمال وتفصیل کا فرق ہے۔کسی میں صرف داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہوا،اور کسی روایت میں بائیں ہاتھ پر،داہنا ہاتھ کہاں رکھا جائے؟اس کی بھی تفصیل کر دی گئی اور اس تفصیل میں دونوں راوی مشترک ہیں،لیکن حماد بن سلمہ کی بعض روایت میں ایک منفرد تفصیل ہے،یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔اس امر میں حماد بن سلمہ منفرد ہیں اور یہ تفصیل خود ان کی بیان کردہ دوسری تفصیل کے خلاف ہے،کیونکہ حماد بن سلمہ کی روایت میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے کا ذکر ہے۔

حماد بن سلمہ کی روایت ہے:﴿وضع یدہ الیمنیٰ علیٰ وسط یدہ الیسریٰ ثم وضعھما علیٰ صدرہ﴾(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص ۳۱۸)

〈ت〉حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو سینے پر رکھے۔

توضیح: سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ایک نیا مفہوم اس روایت میں شامل ہو گیا۔ درحقیقت جرح و تعدیل کی روشنی میں راوی حدیث حماد بن سلمہ کو سمجھنے کے بعد ہی مسئلہ کا حل آسانی سے ہو سکے گا۔

حماد بن سلمہ جرح و تعدیل کی روشنی میں

(۱) حافظ ابن سعد (۱۶۸ھ-۲۳۰ھ) نے لکھا: ﴿**وکان حماد بن سلمة ثقة کثیر الحدیث وربما حدّث بالمنکر**﴾ (طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲۸۲)

〈**ت**〉 حماد بن سلمہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں، اور کبھی منکر حدیث بیان کیا کرتے ہیں۔

(۲) حافظ شمس الدین ذہبی شافعی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے لکھا:

﴿**وکان ثقة وله اوهام**﴾ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۹۰)

〈**ت**〉 حماد بن سلمہ ثقہ ہیں اور اس کے کچھ اوہام ہیں۔

توضیح: روایت حدیث میں بعض مقامات پر حماد بن سلمہ سے کچھ وہم صادر ہوئے ہیں، اور منکر حدیثیں بھی انہوں نے بیان کی ہیں۔

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے لکھا: ﴿**ثقة عابد، اثبت الناس فی ثابت وتغیر حفظه بآخره**﴾ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۲۳۸)

〈**ت**〉 حماد بن سلمہ ثقہ، عبادت گزار اور ثابت بنانی کی روایت کے بارے میں، لوگوں میں سب سے زیادہ درست ہیں اور اخیر عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

(۴) حافظ ابن عدی (۲۷۷ھ-۳۶۵ھ) نے لکھا: ﴿**حدثنا ابن حماد حدثنی عبد الله بن احمد سمعت ابی یقول: ضاع کتاب حماد بن سلمة عن قیس بن سعد فکان یحدثهم من حفظه—فهذه قصته**﴾ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۲۵۴)

〈**ت**〉 عبداللہ بن احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل کو فرماتے سنا کہ قیس بن سعد کی روایت والی، حماد بن سلمہ کی کتاب ضائع ہو گئی، پس حماد بن سلمہ اپنی یادداشت سے لوگوں سے حدیث بیان کیا کرتے تھے، پس یہی ان کا قصہ ہے۔

توضیح: حماد بن سلمہ کبھی منکر حدیث بیان کرتے ہیں اور کبھی ان سے روایت حدیث میں وہم کا صدور ہوتا ہے۔ اخیر عمر میں حافظہ میں کچھ تغیر واقع ہو گیا، ان کی کتاب گم ہوگئی اور اپنی یادداشت سے احادیث بیان کیا کرتے تھے۔ ایسے راوی کی حدیث صحیح یا حسن لذاتہ نہیں ہوسکتی، بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ ائمۂ اربعہ میں سے کسی نے بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قول نہ کیا۔ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کے ترک کا کیا سبب ہے؟ وہابیہ نے اس روایت کو کیوں اختیار کیا، جسے تمام ائمہ متبوعین نے ترک کر دیا ہے؟ وہابیہ جواب دیں۔

روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سند

(۱) اس روایت کے راویان میں، عمرو بن مالک نکری ہیں اور سلفیوں کے محدث اعظم ناصر الدین البانی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) نے عمرو بن مالک نکری کو ثقہ تسلیم نہیں کیا ہے۔ حافظ عبد العظیم منذری (۵۸۱ھ-۶۵۶ھ) اور حافظ نور الدین ہیثمی (۷۳۵ھ-۸۰۷ھ) نے عمرو بن مالک نکری کی تحسین فرمائی تو البانی نے اسے تسلیم نہ کیا۔

البانی نے لکھا: ﴿**وفيما قالاه نظر، فان عمرًا هذا لم يوثقه غير ابن حبان وهو متساهل فى التوثيق حتى انه ليوثق المجهولين عند الائمة النقاد**﴾

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ج ۱ ص ۲۱۱ - مکتبۃ المعارف ریاض)

ترجمہ: (البانی نے لکھا) عمرو بن مالک نکری کے بارے میں، حافظ ہیثمی اور حافظ منذری نے جو کچھ کہا، اس میں اعتراض ہے، اس لیے کہ محدث ابن حبان کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی اور ابن حبان توثیق کے باب میں متساہل ہیں، یہاں تک کہ وہ ائمہ نقاد کے یہاں، مجہول راویوں کی بھی توثیق کر دیتے ہیں۔

(۲) حدیث ابن عباس کے ایک دوسرے راوی رَوح بن مسیّب ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے روح بن مسیّب کے بارے میں لکھا:

﴿**روح بن مسيب الكلبى عن ثابت وغيره-قال ابن عدى: احاديثه غير**

محفوظة وقال ابن معين: صويلح—وقال ابن حبان: يروی الموضوعات عن الثقات، لا تحل الرواية عنه﴾ (لسان المیز ان ج۲ص ۴۶۸)

﴿ت﴾ روح بن مسیّب کلبی، ثابت بنانی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابن عدی نے کہا کہ اس کی احادیث غیر محفوظ ہیں اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ رَوح بن مسیّب قریباً صالح ہے اور ابن حبان نے کہا کہ ثقہ لوگوں کے نام سے موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے، اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

توضیح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے بعض راویوں کے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ ایسے راویوں کی روایت قابل اعتماد نہیں ہوسکتی ہے۔ یہ حدیث صحیح یا حسن لذاتہ نہیں ہوسکتی، لیکن غیر مقلدین کی یہ مشہور عادت ہے کہ وہ جس روایت سے استدلال کرتے ہیں، ان روایتوں کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور حضرات ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ والرضوان نے جن احادیث مقدسہ سے استدلال کیا ہو، ان احادیث طیبہ کو اعتراض کے دائرہ میں لانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ یہ بہت بڑی علمی خیانت ہے۔

وہابیہ کی غلط بیانی

امت مسلمہ کے یہاں ''وانحر'' کا متعارف مفہوم ''قربانی کرنا'' ہے، نہ کہ نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنا یا حلق پر ہاتھ باندھنا اور اگر ''وانحر'' سے موضع نحر پر ہاتھ رکھنا مراد لیا جائے تو موضع نحر یعنی ذبح کرنے کی جگہ سینہ نہیں، بلکہ حلقوم (گلا) ہے۔ کسی جانور کو ذبح کرتے وقت اس کا سینہ نہیں کاٹا جاتا ہے، بلکہ اس کی گردن پر چھری چلائی جاتی ہے، پھر وہابیہ کو نماز میں گلے پر ہاتھ باندھنا چاہئے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر میں بھی ''عندالنحر'' کا ذکر ہے اور اگر نحر سے مراد ''موضع نحر'' سے کچھ نیچے کا حصہ ہے اور وہ سینہ ہے، جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر میں ''علی الصدر'' وارد ہوا ہے تو پھر حضرت وائل کی روایت، جس میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا بیان ہے۔ اس سے یہ مراد لیا جائے کہ ''سینہ کے نیچے، سینہ سے کچھ قریب'' ہاتھ باندھا

جائے اور سینہ سے نیچے قلب ہے تو قلب پر ہاتھ باندھنا چاہئے جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے، نہ کہ سینہ پر، یا پھر وہابیہ کو معنی حقیقی کے اعتبار سے گلے کے پاس ہاتھ باندھنا چاہئے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان خصوصاً ساؤتھ کرناٹک کے جاہل وہابیہ ''سینہ کے اوپر حلق کے قریب'' ہاتھ باندھتے ہیں۔شاید قاضی شوکانی کی نصیحت پر ان لوگوں کا عمل ہے، ورنہ عرب کے وہابیہ بالعموم سینہ کے نیچے ہی ہاتھ باندھتے ہیں۔

امام ابن ہمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے ''فصل لربک وانحر'' کی تشریح میں رقم فرمایا:

﴿واما قوله تعالٰی ''فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ''فمدلول اللفظ طلب النحر نفسه وهو غير طلب وضع اليدين عند النحر-فالمراد نحر الاضحية علٰى ان وضع اليدين على الصدر ليس هو حقيقة وضعهما على النحر﴾ (فتح القدیر ج ا ص ۲۴۹)

〈ت〉 لیکن رب تعالیٰ کا فرمان ''فصل لربک وانحر،، پس لفظ کا مفہوم، نفس قربانی کو طلب کرنا ہے (یعنی رب تعالیٰ نے بندوں کو قربانی کرنے کا حکم دیا) اور موضع نحر پر دونوں ہاتھوں کے رکھنے کو طلب کرنا، اس معنی کے مغایر ہے (یعنی نحر کا لغوی معنی اور لفظی معنی قربانی کرنا ہے اور سینہ پر ہاتھ رکھنا ''نحر'' کا لغوی اور لفظی معنی نہیں) پس (آیت سے) مراد قربانی کے جانوروں کو قربان کرنا ہے۔علاوہ ازیں یہ کہ سینہ پر دونوں ہاتھوں کو رکھنا، موضع نحر پر ہاتھوں کو رکھنے کا حقیقی معنی نہیں (بلکہ موضع نحر یعنی قریب الحلق ہاتھ رکھنا، اس کا حقیقی مفہوم ہوگا اور معنی حقیقی سے بلا قرینہ تجاوز نہیں کیا جاسکتا ہے)

توضیح: سوال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت تو ''نحر'' کے حقیقی معنی کے قریب ہے، لیکن جس روایت کی نسبت، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب ہے یعنی سینہ پر ہاتھ رکھنا تو یہ معنی، حقیقی معنی نہیں ہے۔

ابن تیمیہ کی گواہی

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب روایت سے متعلق وہابیوں کے جد

اعلیٰ ابن تیمیہ حرّانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) کے شاگرد رشید ابن کثیر (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا:

﴿وقیل المراد بقوله(وانحر)وضع الید الیمنیٰ علی الید الیسریٰ تحت النحر -یروی هذا عن علی ولا یصح﴾ (تفسیر ابن کثیر ج۴ص۵۰۹)

﴿ت﴾ کہا گیا ہے کہ رب تعالیٰ کے قول ''وانحر'' سے مراد، داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر موضع نحر کے نیچے رکھنا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے اور یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے اسی آیت کی مختلف تفسیر، احادیث و روایات کی روشنی میں بیان کی ہے۔ ''الدر المنثور فی التفسیر الماثور'' (ج۸ص۶۵۰) میں احادیث وروایات موجود ہیں۔ ان شاء اللہ اسی بحث کے خاتمہ میں وہ روایات درج کی جائیں گی۔ اسی طرح ابن کثیر نے بھی بہت سی روایات درج کیا ہے اور ان روایتوں پر جرح کرنے کے بعد لکھا:

﴿وکل هذه الاقوال غریبة جدًا-والصحیح القول الاول ان المراد بالنحر ذبح المناسک﴾ (تفسیر ابن کثیر ج۴ص۵۱۰)

﴿ت﴾ یہ تمام اقوال بہت ہی غریب ہیں اور پہلا قول صحیح ہے کہ نحر سے مراد، قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنا ہے۔

صدر، نحر اور کرسوع کی تشریح

حضرت علی مرتضیٰ و حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایتوں میں صدر، نحر اور کرسوع کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔

''صدر'' کا مفہوم

سینہ کو عربی زبان میں ''صدر'' کہا جاتا ہے۔ سینہ کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

بالائی حصہ، زیریں حصہ، درمیانی حصہ، داہنا حصہ، بایاں حصہ وغیرہ۔

''نحر'' کا مفہوم

''نحر'' کا لفظ اسم جامد بھی ہے اور مصدر بھی۔ جب یہ اسم جامد کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس کا معنی ''سینہ کا اوپر والا حصہ'' ہوتا ہے۔ بعض تشریحات سے متبادر ہوتا ہے کہ ''النحر'' (بمعنی سینہ کا بالائی حصہ) اسم جامد نہیں، بلکہ مصدر ''النحر'' سے المنحر (اسم ظرف) کے معنی میں مستعمل ہے۔ المنحر کا معنی قربانی کرنے کی جگہ ہے اور قربانی کرنے کی جگہ، حلقوم ہے۔

(۱) محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن عمر، مجد الدین شیرازی فیروز آبادی (۷۲۹ھ-۸۱۷ھ-۱۳۲۹ء-۱۴۱۵ء) نے لکھا: ﴿النحر: الصدر، اعلاہ﴾ (القاموس المحیط ج۲ص۱۹۶)

(۲) جمال الدین، ابن منظور افریقی مصری (۶۳۰ھ-۷۱۱ھ) نے لکھا:

﴿النحر، الصدر﴾ (لسان العرب ج۵ص۱۹۵)

(۳) ﴿النحر، الصدر اعلاہ﴾ (لسان العرب ج۵ص۱۹۵)

(۴) علامہ سید مرتضٰی حسینی زبیدی بلگرامی حنفی (۱۱۴۵ھ-۱۲۰۵ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿نحر، الصدر، اعلاہ﴾ (تاج العروس ج۷ص۵۱۰)

﴿ت﴾ ''نحر'' سینہ کے اوپری حصہ کو کہا جاتا ہے۔

نحر کا معنی مصدری

قرآن شریف کی آیت مذکورہ میں فعل امر کے صیغہ کے ساتھ لفظ ''نحر'' کا استعمال ہوا ہے، اس لیے معنی مصدری کا لحاظ ہوگا، نہ کہ اسم جامد کا معنی مراد ہوگا اور اس کا معنی مصدری قربانی کرنا اور ذبح کرنا ہے۔ معنی مصدری کی تشریح حسب ذیل ہے۔

(۱) ﴿ونحرہ ینحرہ نحرًا-اصاب نحرہ-ونحر البعیر ینحرہ نحرًا طعنہ فی منحرہ حیث یبدو الحلقوم من اعلی الصدر﴾ (لسان العرب ج۵ص۱۹۵)

(۲) ﴿ونحرہ ینحرہ کمنعہ نحرًا بالفتح وتِنْحَارًا بالکسر اصاب نحرہ-ونحر البعیر ینحرہ نحرًا-طعنہ فی منحرہ حیث یبدو الحلقوم من اعلی الصدر﴾

(تاج العروس ج ۷ ص ۵۱۰)

(۳)﴿ونحره كمنعه نحرًا وتنحارًا-اصاب نحره-والبعير طعنه حيث يبدو الحلقوم على الصدر﴾ (القاموس المحیط ج ۲ ص ۱۹۶)

توضیح: نَحَرَ يَنْحَرُ- مَنَعَ يَمْنَعُ کی طرح باب فَتَحَ يَفْتَحُ سے عین کلمہ کے فتحہ کے ساتھ آتا ہے۔ جب نحر مطلقاً استعمال ہو تو قربانی کرنا مراد ہوتا ہے اور جب ''نحر البعیر'' کہا جائے تو اونٹ کے حلقوم میں سینہ کے اوپر نیزہ لگانا مراد ہوتا ہے، یعنی ذبح کرنا مراد ہوگا۔ چونکہ اونٹ کو نیزہ مار کر ذبح کیا جاتا ہے، اسی لیے ایسی تشریح وارد ہوئی اور اگر ''نحر البقرۃ'' کہا جائے تو معنی ہوگا: ''گائے کو ذبح کیا''۔ اہل عرب اونٹ کے ذبح کو ''نحر'' کہا کرتے اور دیگر جانوروں کے ذبح کرنے کو ''ذبح'' کے لفظ سے تعبیر کرتے۔

(۴) امام بیہقی نے لکھا:﴿قال عطاء بن ابی رباح: يجزی الذبح من النحر والنحر من الذبح فی البقر والابل﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۴ ص ۲۰۹)

﴿ت﴾ حضرت عطا بن ابی رباح نے فرمایا کہ ذبح کی جگہ نحر اور نحر کی جگہ ذبح ہوسکتا ہے۔

توضیح: ذبح میں چھری آرہ کی طرح چلائی جاتی ہے اور نحر میں نیزہ سے اونٹ کو زخمی کر کے گرا دیا جاتا ہے۔ عطا بن ابی رباح کے مذہب کے مطابق ایک دوسرے کی کفایت کرتا ہے۔

کرسوع کا مفہوم

(۱) علامہ سید مرتضیٰ حسینی زبیدی بلگرامی حنفی (۱۱۴۵ھ-۱۲۰۵ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿الكرسوع كعصفور-طرف الزند الذی يلی الخنصر وهو الناتی عند الرسغ كما فی الصحاح﴾ (تاج العروس ج ۱۱ ص ۴۱۸)

(۲) جمال الدین افریقی مصری (۶۳۰ھ-۷۱۱ھ) نے لکھا:﴿الكرسوع: حرف الزند الذی يلی الخنصر وهو الناتی عند الرسغ﴾ (لسان العرب ج ۸ ص ۳۰۹)

﴿ت﴾ ''کرسوع'' گٹے کا وہ کنارا، جو چھوٹی انگلی کی جانب ہے اور وہ گٹے کے پاس ابھری ہوئی

ہڈی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی دیگر تفاسیر

(۱) ﴿اَخْرَجَ اِبْنُ اَبِی حَاتِمٍ وَالْحَاکِمُ وَابْنُ مِرْدَوَیْهْ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی سُنَنِهٖ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ السُّوْرَةُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ(اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَرَ)قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرَئِیْلَ: مَا هٰذِهِ النَّحِیْرَةُ الَّتِی اَمَرَنِی بِهَا رَبِّی؟قَالَ: اِنَّهَا لَیْسَتِ النَّحِیْرَةُ وَلٰکِنْ یَاْمُرُکَ اِذَا تَحَرَّمْتَ لِلصَّلٰوةِ اَنْ تَرْفَعَ یَدَیْکَ اِذَا کَبَّرْتَ وَاِذَا رَکَعْتَ وَاِذَا رَفَعْتَ رَاْسَکَ مِنَ الرُّکُوْعِ–فَاِنَّهَا صَلَاتُنَا وَصَلَاةُ الْمَلَائِکَةِ الَّذِیْنَ هُمْ فِی السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ–وَاِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ زِیْنَةٌ وَ زِیْنَةُ الصَّلٰوةِ رَفْعُ الْیَدَیْنِ عِنْدَ کُلِّ تَکْبِیْرٍ﴾

(تفسیر الدر المنثور ج۸ص۶۵۰)

﴿ت﴾ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب سورہ کوثر کا نزول ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: یہ نحیرہ کیا ہے؟ جس کا رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ حضرت جبریل امیں نے عرض کیا کہ یہ قربانی نہیں ہے، لیکن رب تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ جب آپ نماز کے لیے تحریمہ باندھیں تو تکبیر کے وقت آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائیں اور جب آپ رکوع کریں اور جب اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھائیں (تب رفع یدین کریں) پس یہی ہماری نماز اور ان ملائکہ کی نماز ہے جو ساتوں آسمانوں میں ہیں اور ہر شئی کے لیے ایک زینت ہے اور نماز کی زینت ہر تکبیر کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھانا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی دیگر تفاسیر

(۱) ﴿اَخْرَجَ اِبْنُ مِرْدَوَیْهْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِی قَوْلِهٖ تَعَالٰی "فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ"قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰی اِلٰی رَسُوْلِهٖ اَنْ اِرْفَعْ یَدَیْکَ حِذَاءَ نَحْرِکَ

اِذَا كَبَّرْتَ لِلصَّلٰوةِ–فَذَاکَ النَّحْرُ﴾ (الدرالمنثور ج۸ص۶۵۰)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رب تعالیٰ کے قول ''فصل لربک وانحر'' کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ جب آپ نماز کے لیے تکبیر کہیں تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے گلے کے بالمقابل اٹھائیں، یہی ''نحر'' ہے۔

(۲)﴿اَخْرَجَ اِبْنُ اَبِی حَاتِمٍ وَابْنُ شَاهِیْنٍ فِی السُّنَّةِ وَابْنُ مِرْدَوَیْهْ وَالْبَیْهَقِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا–فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ–قَالَ: وَضْعُ الْیُمْنٰی عَلَی الشِّمَالِ عِنْدَ التَّحَرُّمِ فِی الصَّلَاةِ﴾ (الدرالمنثور ج۸ص۶۵۱)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ''فصل لربک وانحر'' کے بارے میں فرمایا: نماز میں تحریمہ کے وقت داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے۔

(۳)﴿اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ(وَانْحَرْ)قَالَ: الصَّلَاةُ الْمَکْتُوبَةُ وَالذَّبْحُ یَوْمَ الْاَضْحٰی﴾ (الدرالمنثور ج۸ص۶۵۱)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ''وانحر'' کے بارے میں مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ (آیت میں) نماز فرض اور قربانی کے دن، ذبح کرنا مراد ہے۔

(۴)﴿اَخْرَجَ الْبَیْهَقِیُّ فِی سُنَنِهٖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِی قَوْلِهٖ(وَانْحَرْ) قَالَ: یَقُولُ، فَادْعُ یَوْمَ النَّحْرِ﴾ (الدرالمنثور ج۸ص۶۵۱)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے قول ''وانحر'' کے بارے میں فرمایا کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم لوگ قربانی کے دن دعا مانگو۔

(۵)﴿رَوٰی عَلِیُّ بْنُ اَبِی طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِی قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ (وَانْحَرْ) قَالَ: یَقُولُ: فَاذْبَحْ یَوْمَ النَّحْرِ﴾ (السنن الصغریٰ للبیہقی ج۱ص۵۷۸)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے قول ''وانحر'' کے بارے میں فرمایا: رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم لوگ قربانی کے دن قربانی کرو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی تفاسیر

(۱) امام بیہقی نیشاپوری (۳۸۴ھ-۴۵۸ھ) نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر یعنی سینہ پر ہاتھ رکھنے کی روایت کو تحریر کرنے کے بعد لکھا:

﴿ثَنَا اَبُو الْحَرِیشِ ثَنَا شَیْبَانُ ثَنَا حَمَّادُ ثنا عَاصِمُ الْاَحْوَلُ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَنَسٍ، مِثْلَهٗ﴾

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص ۳۱۸)

〈ت〉 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں سینہ پر ہاتھ رکھنا مروی ہے۔

(۲) ﴿اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیرٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْحَرُ قَبْلَ اَنْ یُصَلِّیَ فَاَمَرَ اَنْ یُصَلِّیَ ثُمَّ یَنْحَرَ﴾ (الدر المنثور ج۸ص۶۵۱)

〈ت〉 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے پہلے قربانی فرمایا کرتے تھے، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ نماز پڑھیں، پھر قربانی فرمائیں۔

آیت کریمہ کی دیگر تفاسیر

(۱) ﴿اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیرٍ عَنْ اَبِی جَعْفَرٍ فِی قَوْلِهٖ تَعَالٰی (فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ) قَالَ: الصَّلٰوۃُ (وَانْحَرْ) قَالَ: یَرْفَعُ یَدَیْہِ اَوَّلَ مَا یُکَبِّرُ فِی الْاِفْتِتَاحِ﴾ (الدر المنثور ج۸ص۶۵۰)

〈ت〉 حضرت امام ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ''فصل لربک وانحر'' کے بارے میں مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نماز پڑھنا ہے اور ''نحر'' کے بارے میں فرمایا کہ افتتاح نماز کی پہلی تکبیر کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے۔

(۲) ﴿اَخْرَجَ اِبْنُ اَبِی حَاتِمٍ عَنْ عَطَاءٍ (فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ) قَالَ: اِذَا صَلَّیْتَ فَرَفَعْتَ رَاْسَکَ عَنِ الرُّکُوعِ فَاسْتَوِ قَائِمًا﴾ (الدر المنثور ج۸ص۶۵۱)

〈ت〉 حضرت عطا بن ابی رباح نے ''فصل لربک وانحر'' کے بارے میں فرمایا: جب تم نماز پڑھو تو

رکوع سے اپنے سر کو اٹھاؤ، پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔

(۳)﴿اَخْرَجَ اِبْنُ اَبِی حَاتِمٍ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ (فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ) قَالَ: اِسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ بِنَحْرِکَ﴾ (الدرالمنثور ج۸ص ۶۵۱)

〈ت〉 حضرت ابوالاحوص نے ''فصل لربک وانحر'' کے بارے میں فرمایا: تم اپنے سینہ کے ساتھ قبلہ کا رخ کرو۔

(۴)﴿اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیرٍ وَاِبْنُ اَبِی حَاتِمٍ عَنِ الضَّحَّاکِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ (فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ) قَالَ: صَلِّ لِرَبِّکَ الصَّلٰوةَ الْمَکْتُوبَةَ وَاسْأَلْ﴾

(الدرالمنثور ج۸ص ۶۵۱)

〈ت〉 حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''فصل لربک وانحر'' کے بارے میں فرمایا: اپنے رب کے لیے فرض نماز پڑھو، اور (اپنی بھلائی کا) سوال کرو۔

(۵)﴿اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیْرٍ وَاِبْنُ مِرْدَوَیْهْ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ: کَانَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَّةِ۔اَتَاهُ جِبْرِیلُ فَقَالَ: اِنْحَرْ وَارْجِعْ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ خُطْبَةَ الْاَضْحٰی ثُمَّ رَکَعَ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْبُدُنِ فَنَحَرَهَا فَذٰلِکَ حِینَ یَقُولُ (فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ)﴾ (الدرالمنثور ج۸ص ۶۵۱)

〈ت〉 حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت، حدیبیہ کے دن نازل ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل امین آئے، پس انہوں نے عرض کیا کہ آپ قربانی کر کے واپس چلے جائیں، پس حضور اقدس سید دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے بارے میں بتایا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز (نماز عید الاضحیٰ) ادا فرمائی، پھر اونٹوں کی طرف گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں قربان کیا، پس اسی وقت آپ فرما رہے تھے: (فصل لربک وانحر)

(۶)﴿اَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِبْنُ جَرِیرٍ وَاِبْنُ الْمُنْذِرِ وَاِبْنُ اَبِی حَاتِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ

وَعَطَاءٍ وَعِكْرَمَةَ(فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ)قَالُوا: صَلَاةُ الصُّبْحِ بِجَمْعٍ وَنَحْرُ الْبُدُنِ بِمِنٰی﴾ (الدرالمنثور ج۸ص۶۵۱)

〈ت〉حضرت مجاہد وعطاوعکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ''فصل لربک وانحر'' کے بارے میں فرمایا کہ صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہے اور منٰی میں اونٹوں کو قربان کرنا ہے۔

(۷)﴿اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیرٍ عَنْ قَتَادَةَ(فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ)قَالَ: صَلَاةُ الضُّحٰی وَالنَّحْرُ نَحْرُ الْبُدْنِ﴾(الدرالمنثور ج۸ص۶۵۱)

〈ت〉حضرت قتادہ نے ''فصل لربک وانحر'' کے بارے میں فرمایا کہ عیدالاضحیٰ کی نماز ادا کرنا ہے اور''نحر''اونٹوں کو قربان کرنا ہے۔

(۸)﴿اَخْرَجَ اِبْنُ اَبِی حَاتِمٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ(وَانْحَرْ)قَالَ: البُدُنُ﴾ (الدرالمنثور ج۸ص۶۵۱)

〈ت〉حضرت سعید بن جبیر تابعی نے ''وانحر'' کے بارے میں فرمایا کہ اونٹوں کو قربان کرنا ہے۔

ابن کثیر نے حضرت جبریل امیں علیہ السلام کی جانب منسوب روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

﴿وقد روی ههنا ابن ابی حاتم حديثًا منكرًا جدًا﴾ (تفسیر ابن کثیر ج۴ص۵۱۰)

حافظ ابن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا:﴿قال ابن عباس وعطاء ومجاهد وعكرمة والحسن يعنى بذلك نحر البدن ونحوها وكذا قال قتادة ومحمد بن كعب القرظي والضحاك والربيع وعطاء الخراساني والحكم وسعيد بن ابى خالد وغير واحد من السلف﴾(تفسیر ابن کثیر ج۴ص۵۱۰)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن عباس، عطا بن ابی رباح، مجاہد، عکرمہ اور حسن بصری اس سے اونٹ وغیرہ کی قربانی مراد لیتے ہیں۔ حضرت قتادہ، محمد بن کعب قرظی، ضحاک، ربیع، عطا خراسانی، حکم، سعید بن ابی خالد اور دیگر اسلاف کرام بھی ایسا ہی قول کرتے ہیں۔

توضیح: مذکورہ بالا صحابہ کرام وتابعین عظام اور دیگر اسلاف کرام نے فرمایا کہ اس آیت سے اونٹ

وغیرہ کی قربانی کرنا مراد ہے۔بعض روایتوں میں ''وانحر'' کا مفہوم قربانی کی بجائے کچھ دوسرا بتایا گیا ہے۔ابن کثیر نے اُن روایتوں کے بارے میں لکھا:

﴿وکل هذه الاقوال غريبة جدًا والصحيح القول الاول–ان المراد بالنحرذبح المناسک﴾(تفسیرابن کثیر ج۴ص۵۱۰)

〈ت〉یہ تمام اقوال،انتہائی عجیب وغریب ہیں اور پہلا قول صحیح ہے کہ نحر سے مراد قربانی کے جانوروں کوذبح کرنا ہے۔

توضیح:''فوق الصدرقریب الحلقوم'' ہاتھ باندھنے والے وہابیہ نے حضرت علی وحضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایتوں کودلیل بنایا ہے،حالانکہ ان حضرات سے اس آیت کی مختلف تفاسیرمروی ہیں۔وہابیہ اگرسینہ پریاقریب الحلقوم ہاتھ باندھنے کی روایت کوترجیح دیتے ہیں تو انہیں وجہ ترجیح بتانی ہوگی۔وجہ ترجیح کیا ہے؟نیزیہ کہ امت مسلمہ ''وانحر'' سے ماہ عیدالاضحیٰ میں قربانی کرنا مراد لیتی ہے۔مفسرین نے بھی اسی معنی کوترجیح دی ہے۔

فصل دوم

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات

(۱)﴿حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حُجَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ وَمَوْلٰى لَهُمْ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ اَبِيهِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ ، كَبَّرَ–وَصَفَ هَمَّامٌ–حِيَالَ اُذُنَيْهِ ثُمَّ اِلْتَحَفَ بِثَوْبِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ اَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنَ الثَّوْبِ–الحديث﴾

(صحیح مسلم ج۱ص۱۷۳)

(۲)﴿اَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرِ الْعَنْبَرِيِّ

وَقَيْسِ بْنِ سُلَيْمِ الْعَنْبَرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ قَبَضَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ﴾
(سنن النسائی ج ا ص ۱۰۲)

(۳)﴿اَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي اَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ اَخْبَرَهٗ قَالَ قُلْتُ: لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي، فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ فَقَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا بِاُذُنَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ-الحديث﴾ (سنن النسائی ج ا ص ۱۰۲)

(۴)﴿حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا لَا اَعْقِلُ صَلٰوةَ اَبِي ، فَحَدَّثَنِي وَائِلُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِي وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَالَ: ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهٗ بِيَمِينِهٖ وَاَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي ثَوْبِهٖ﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۰۵)

(۵)﴿حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قُلْتُ: لَاَ نْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي؟ قَالَ: فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَكَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا اُذُنَيْهِ ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهٗ بِيَمِينِهٖ-الحديث﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۰۵)

(۶)﴿حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي اَبِي ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ثَنَا زَائِدَةُ ثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ اَخْبَرَنِي اَبِي اَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيَّ اَخْبَرَهٗ قَالَ قُلْتُ: لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي؟ قَالَ: فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ قَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا اُذُنَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ

–الحدیث ﴾ (مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۱۸)

(۷) ﴿حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِی اَبِی ثَنَا یَحْيَ بْنُ اَبِی بَكْرٍ ثَنَا زُهَيْرٌ ثَنَا اَبُو اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ وَائِلٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِی الصَّلَاةِ قَرِيبًا مِنَ الرُّسْغِ–الحدیث﴾

(مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۱۸)

(۸) ﴿حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِی اَبِی ثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسٰى ثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ رَ اَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى فِی الصَّلٰوةِ عَلَى الْيُسْرٰى فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ اِبْنِ اَبِی بَكْرٍ﴾

(مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۱۸)

(۹) ﴿حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِی اَبِی ثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ ثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ اَخْبَرَهُ قَالَ قُلْتُ: لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّی؟ فَقَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا اُذُنَيْهِ ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ–الحدیث﴾ (مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۱۸)

(۱۰) ﴿حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِی اَبِی ثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِی يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرِ الْحَضْرَمِیِّ اَنَّهُ رَاٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فَذَكَرَهُ وَقَالَ فِيهِ: وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى﴾ (مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۱۹)

(۱۱) ﴿اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بِشْرَانَ الْعَدْلُ بِبَغْدَادَ اَنْبَأَ اَبُو جَعْفَرِ الرَّزَّازُ اَنْبَأَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَاكِرٍ ثَنَا عَفَّانُ ثَنَا هَمَّامٌ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ وَمَوْلٰى لَهُمْ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ اَبِيهِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهُ رَاَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ دَخَلَ فِی

الصَّلٰوۃِ كَبَّرَ، وَقَالَ اَبُو عُثْمَانَ، وَصَفَ هَمَّامٌ - حِيَالَ اُذُنَيْهِ - ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبٍ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى - الحديث﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۱۴)

(۱۲) ﴿اَخْبَرْنَا اَبُو الْحُسَيْنِ بْنِ فَضْلِ الْقَطَّانُ بِبَغْدَادَ اَنْبَأَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ ثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ ثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ ثَنَا مُوسَى بْنُ عُمَيْرِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنِى عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ فِى الصَّلٰوۃِ قَبَضَ عَلٰى شِمَالِهٖ بِيَمِيْنِهٖ - الحديث﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۱۴)

(۱۳) ﴿حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَا اَبُو الْوَلِيدِ نَا زَائِدَةُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ بِاِسْنَادِهٖ (عاصم عن ابيه عن وائل بن حجر) وَمَعْنَاهُ قَالَ فِيْهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ - الحديث﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۰۵)

(۱۴) ﴿حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ ح وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذِ الضَّرِيْرُ ثَنَا بِشْرُبْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَا ثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُصَلِّى فَاَخَذَ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ﴾

(سنن ابن ماجہ ص ۵۸)

(۱۵) ﴿حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِى اَبِى ثَنَا وَكِيْعٌ ثَنَا مُوسَى بْنُ عُمَيْرِ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوۃِ﴾ (مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۱۶)

(۱۶) ﴿حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِى اَبِى ثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ. لَاَنْظُرَنَّ كَيْفَ يُصَلِّى؟ قَالَ: فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ قَالَ ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ - الحديث﴾

(مسند احمد بن حنبل ۴ ص ۳۱۶)

(١٧)﴿حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِی اَبِی ثَنَا مَحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرٍ اَبِی الْعَنْبَسِ قَالَ سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلٍ اَوْ سَمِعَهُ حُجْرٌ مِنْ وَائِلٍ، قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَأَ۔غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔قَالَ: آمِين،وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى وَسَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ﴾ (مسند احمد ج۴ ص۳۱۶)

(١٨)﴿حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِی اَبِی حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْمَسْعُودِیِّ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ حَدَّثَنِی اَهْلُ بَيْتِی عَنْ اَبِی اَنَّهٗ رَأَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيْرِ وَيَضَعُ يَمِيْنَهٗ عَلٰى يَسَارِهٖ فِی الصَّلٰوةِ﴾ (مسند احمد بن حنبل ج۴ ص۳۱۶)

(١٩)﴿حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِی اَبِی ثَنَا عَفَّانُ قَالَ ثَنَا هَمَّامٌ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُجَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِی عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ وَمَوْلٰى لَهُمْ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ اَبِيْهِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ رَأَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِی الصَّلٰوةِ كَبَّرَ۔وَصَفَ هَمَّامٌ۔حِيَالَ اُذُنَيْهِ۔ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ اَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنَ الثَّوْبِ۔الحديث﴾

(مسند احمد بن حنبل ج۴ ص۳۱۸)

(٢٠)﴿اَخْبَرَنَا اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ ثَنَا اَبُو الْحَسَنِ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْغَنْزِیُّ ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيْدٍ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ رَجَاءٍ ثَنَا زَائِدَةُ ثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبِ الْجَرْمِیُّ قَالَ اَخْبَرَنِی اَبِی اَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ اَخْبَرَهٗ قَالَ،قُلْتُ: لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّی؟قَالَ:فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ۔قَامَ وَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ۔حَتّٰى حَاذَتَا بِاُذُنَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ﴾

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ ص۲۸)

(٢١)﴿حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ وَعُثْمَانُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ الْاَحْوَلُ، قَالَا،نَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى نَا وَكِيْعٌ نَا مُوسَى بْنُ عُمَيْرِ الْعَنْبَرِیُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ

الْحَضْرَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ﴾ (سنن الدارقطنی ج۱ص۲۸۶)

(۲۲)﴿حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَكَرِيَّا وَالْحَسَنُ بْنُ الْخَضِرِ، قَالَا، نَا اَحْمَدُ بْنُ شُعَيْبَ ثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرِ الْعَنْبَرِيِّ وَقَيْسِ بْنِ سُلَيْمٍ، قَالَا- نَا عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ قَائِمًا فِى الصَّلٰوةِ قَبَضَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ﴾

(سنن الدارقطنی ج۱ص۲۸۶)

(۲۳)﴿اَخْبَرَنَا اَبُوطَاهِرٍ نَا اَبُو بَكْرٍ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ نَا اِبْنُ اِدْرِيْسَ نَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَقُلْتُ، لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ حِيْنَ اِفْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ فَرَفَعَ يَعْنِى يَدَيْهِ، فَرَأَيْتُ اِبْهَامَيْهِ بِحِذَاءِ اُذْنَيْهِ ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَرَأَ- الحديث﴾ (صحیح ابن خزیمہ ج۱ص۲۷۲)

(۲۴)﴿اَخْبَرَنَا اَبُو طَاهِرٍ نَا اَبُو بَكْرٍ نَا هَارُونُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ اِبْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: كُنْتُ فِيْمَنْ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْت: لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَيْفَ يُصَلِّى؟ فَرَأَيْتُهٗ حِيْنَ كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا اُذْنَيْهِ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَاَمْسَكَهَا- الحديث﴾ (صحیح ابن خزیمہ ج۱ص۲۷۲)

(۲۵)﴿حَدَّثَنَا اِبْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ كَبَّرَ اَخَذَ بِشِمَالِهٖ بِيَمِيْنِهٖ﴾

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۹۰)

(۲۶)﴿حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ

قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ﴾

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۹۰)

(۲۷)﴿اَخْبَرَنَا اَبُو طَاهِرٍ نَا اَبُوبَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو نَا زَائِدَةُ نَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ الْجَرْمِىُّ حَدَّثَنِى اَبِى اَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ اَخْبَرَهٗ قَالَ: قُلْتُ، لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّى؟ قَالَ: فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ—قَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا بِاُذُنَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ﴾ (صحیح ابن خزیمہ ج۱ص۲۷۲)

توضیح: مذکورہ بالا تمام احادیث میں صرف بتایا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔ یہ دونوں ہاتھ کہاں رکھتے تھے؟ سینہ پر یا سینہ کے نیچے؟ ناف کے نیچے یا ناف کے اوپر؟ ایسی کوئی صراحت ان روایتوں میں موجود نہیں ہے۔

وضع علی الصدر سے متعلق روایات

(۱)﴿اَخْبَرَنَا اَبُو سَعْدٍ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الصُّوفِىُّ اَنْبَأَ اَبُو اَحْمَدَ بْنُ عَدِىِّ نِ الْحَافِظُ ثَنَا اِبْنُ صَاعِدٍ ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُجْرِ الْحَضْرَمِىُّ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: حَضَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا (اَوْ) حِيْنَ نَهَضَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ الْمِحْرَابَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ بِالتَّكْبِيْرِ ثُمَّ وَضَعَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى يُسْرَاهُ عَلٰى صَدْرِهٖ﴾

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۳۱۷)

(۲)﴿(رَوَاهُ اَيْضًا) مُؤَمَّلُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنِ الثَّوْرِىِّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَائِلٍ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ ثُمَّ وَضَعَهُمَا عَلٰى صَدْرِهٖ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۳۱۷)

(۳)﴿اَخْبَرَنَا اَبُو طَاهِرٍ نَا اَبُو بَكْرٍ نَا اَبُومُوسٰى نَا مُؤَمَّلٌ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ

کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِہِ الْیُسْرٰی عَلٰی صَدْرِہٖ﴾

(صحیح ابن خزیمہ ج۱ص۲۷۲)

توضیح: مذکورہ بالا تینوں احادیث طیبہ میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینہ کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔

صحیح ابن خزیمہ کی حدیث ضعیف ہے

مذکورہ بالا تین روایتوں میں سے دو روایتوں کی تخریج امام بیہقی (۳۸۴ھ-۴۵۸ھ) نے کی ہے اور ایک کی تخریج حافظ ابن خزیمہ (۲۲۳ھ-۳۱۱ھ) نے کی ہے۔صحیح ابن خزیمہ کی روایت اور سنن کبریٰ کی ایک روایت کی سند میں مؤمل بن اسماعیل ہیں،اور سنن کبریٰ کی ایک روایت کی سند میں محمد بن حجر حضرمی ہیں۔یہ دونوں مجروح راوی ہیں۔ان راویوں کی وجہ سے ان روایتوں کے صحیح ہونے کی گنجائش نہیں۔

(۱) محدث وہابیہ ناصر الدین البانی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) نے مؤمل بن اسماعیل کو ضعیف لکھا۔

صحیح ابن خزیمہ کے حاشیہ میں البانی نے لکھا:﴿اسنادہ ضعیف،لان مؤملا وھو ابن اسماعیل سئ الحفظ﴾ (حاشیہ صحیح ابن خزیمہ ج۱ص۲۷۲)

(۲) تلخیص الحبیر للعسقلانی کے حاشیہ میں مؤمل بن اسماعیل کی اسی حدیث سے متعلق ہے۔

﴿رواہ ابن خزیمۃ،وھو ضعیف﴾

(حاشیہ تلخیص الحبیر للعسقلانی ج۱ص۳۶۷-مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز،مکہ مکرمہ)

(۳) امام شمس الدین سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) نے صحیح ابن خزیمہ کے بارے میں لکھا:

﴿وکذا قال العماد بن الکثیر:قد التزم ابن خزیمۃ وابن حبان الصحۃ وھما خیر من المستدرک بکثیر وانظف اسانید ومتونًا وعلٰی کل حال فلا بد من النظر للتمییز-وکم فی کتاب ابن خزیمۃ ایضًا من حدیث محکوم منہ بصحتہ

﴿وهو لایرتقی عن رتبة الحسن﴾ (فتح المغیث ج۱ص۵۲)

﴿ت﴾ اسی طرح حافظ ابن کثیر (۷۰۰ھ-۷۷۴ھ) نے کہا کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحت کا التزام کیا ہے، اور یہ دونوں مستدرک سے بہت بہتر ہیں اور سند و متن کے اعتبار سے زیادہ عمدہ ہیں، اور ہر حال میں تمیز و فرق کرنا ضروری ہے، اور ابن خزیمہ کی کتاب میں بعض حدیث پر صحیح ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، حالانکہ وہ حسن کے درجہ سے آگے نہیں بڑھتی۔

قاضی شوکانی یمنی کا فریب

صحابی رسول حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے متعلق قاضی شوکانی یمنی (۱۱۷۳ھ-۱۲۵۰ھ) نے لکھا: ﴿اخرجه ابن خزیمة فی صحیحه و صححه﴾

(نیل الاوطار ج۲ص۱۸۹- دار القلم بیروت)

﴿ت﴾ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح ابن خزیمہ میں اس حدیث کی تخریج کی اور اسے صحیح قرار دیا۔

توضیح: یہ صحیح ہے کہ ابن خزیمہ نے اسے روایت کیا ہے، لیکن اسے صحیح نہیں قرار دیا، بلکہ سکوت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح بھی نہیں ہے۔ قاضی شوکانی امت مسلمہ کو فریب دینا چاہتا ہے۔

کویت سے شائع ہونے والی فقہی انسائیکلوپیڈیا کے حاشیہ میں اسی حدیث کے بارے میں ہے۔

﴿اخرجه ابن خزیمة وفی اسناده ضعف﴾ (حاشیۃ الموسوعۃ الفقہیہ ج۲۷ص۸۷)

﴿ت﴾ ابن خزیمہ نے اس حدیث کی تخریج کی اور اس کی سند میں ضعف ہے۔

قاضی شوکانی کی غلط بیانی

قاضی شوکانی یمنی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ روایت سے متعلق لکھا:

﴿ولاشیٔ فی الباب اصح من حدیث وائل المذکور وهو المناسب لما اسلفنا من تفسیر علی وابن عباس لقوله تعالیٰ (فصل لربک وانحر) بان النحر وضع الیمنیٰ علی الشمال فی محل النحر والصدر﴾ (نیل الاوطار ج۲ص۱۸۹)

﴿ت﴾ سینہ پر ہاتھ رکھنے کے بارے میں وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث سے زیادہ صحیح کوئی روایت نہیں اور وائل بن حجر کی روایت، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جانب سے قول الٰہی ''فصل لربک وانحر'' کی ہماری ماقبل میں پیش کردہ تفسیر کے موافق ہے کہ نحر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر، ذبح کرنے کی جگہ (بقول ابن عباس) اور سینہ پر (بقول علی) رکھنا ہے۔

توضیح: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایتوں پر بحث گذر چکی کہ سند کے بعض راوی اس منزل میں نہیں ہیں کہ ان حدیثوں کو صحیح یا حسن لذاتہ قرار دیا جاسکے۔ البانی نے دعویٰ کیا کہ حضرت وائل بن حجر کی روایت صحیح ہے، حالانکہ یہ روایت صحیح نہیں ہوسکتی۔ حضرت وائل بن حجر کے راویوں سے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال پر غور وفکر سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ راویوں کی تفصیل آئندہ اوراق میں مرقوم ہیں۔

اختلاف روایات

(۱) حافظ نور الدین ہیثمی (۷۳۵ھ-۸۰۷ھ) نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز سے متعلق حضرت وائل بن حجر کی ایک طویل روایت لکھی۔ اس میں درج ذیل الفاظ ہیں۔

﴿ثم رفع یدیه حتی حاذتا شحمة اذنیه ثم وضع یمینه علٰی یساره وعند صدره -الحدیث﴾ (مجمع الزوائد ج۲ص ۱۳۵)

﴿ت﴾ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دونوں دست مبارک کو اٹھائے، یہاں تک کہ دونوں ہاتھ کان کی لو کے مقابل ہوگئے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اپنے سینے کے پاس رکھا۔

(۲) مذکورہ بالا روایت کے بعد حافظ ہیثمی نے اس کے راویوں سے متعلق تحریر فرمایا:

﴿رواه البزار وفیه محمد بن حجر -قال البخاری: فیه بعض النظر -وقال الذهبی: له مناکیر﴾ (مجمع الزوائد ج۲ص ۱۳۵)

〈ت〉اس حدیث کومحدث بزار نے روایت کیا اوراس کی سند میں محمد بن حجر ہے۔اس کے بارے میں امام بخاری نے کہا کہ وہ قابل اعتراض ہے اور ذہبی نے کہا کہ اس کی منکر حدیثیں ہیں۔

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا:﴿روی ابن خزیمة عن حدیث وائل انه وضعها علی صدره-والبزار عند صدره﴾ (فتح الباری ج۲ص۲۲۶-دارالمعرفہ بیروت)

〈ت〉حافظ ابن خزیمہ (۲۲۳ھ-۳۱۱ھ) نے وائل بن حجر کی حدیث روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں دست مبارک کو سینے پر رکھا اور محدث بزار نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک کو سینے کے پاس رکھا۔

توضیح: محمد بن حجر نے کبھی کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سینہ کے پاس ہاتھ رکھا اور کبھی کہا کہ سینہ پر رکھا۔اس طرح بظاہر اس روایت میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی۔وائل بن حجر سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت، دو راویوں سے منقول ہے (۱) محمد بن حجر (۲) مؤمل بن اسماعیل۔ ان دونوں راویوں کا تذکرہ جرح وتعدیل کی روشنی میں مندرجہ ذیل ہے۔

محمد بن حجر الحضرمی ائمہ جرح وتعدیل کی نظر میں

(۱) حافظ عبد الرحمٰن بن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے محمد بن حجر کے بارے میں لکھا:

﴿سئل ابی عنه، فقال: کوفی شیخ﴾ (کتاب الجرح والتعدیل ج۷ص۲۳۹)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا﴿له مناکیر-قیل: کنیته ابو الخنافس-وقال البخاری: فیه بعض النظر ...وقال ابو حاتم: کوفی شیخ-وقال ابو احمد الحاکم: لیس بالقوی عندهم﴾ (لسان المیزان ج۵ص۱۱۹)

(۳) امام بخاری (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) نے لکھا:﴿فیه نظر﴾ (التاریخ الکبیر ج۱ص۶۹)

(۴) حافظ شمس الدین ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے لکھا:﴿له مناکیر، قیل کنیته ابو الخنافس، وقال البخاری: فیه بعض النظر﴾ (میزان الاعتدال ج۳ص۵۱۱)

(۵) حافظ ابن عدی نے لکھا:﴿فیه نظر، سمعت ابن حماد یذکره عن البخاری﴾

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج٦ص١٥٦)

مذکورہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ محمد بن حجر کی بہت سی منکر حدیثیں ہیں اور وہ ایک قابل جرح راوی ہے اور محدثین کی نظر میں قوی نہیں ہے۔حافظ ابن عدی اپنی کتاب (الکامل) میں مجروح راویوں کی ضعیف وغیر مقبول روایتوں کو درج کیا کرتے ہیں۔محمد بن حجر کی مذکورہ بالا روایت کو بھی انہوں نے لکھا ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

(٦) حافظ ابن عدی (٢٧٧ھ-٣٦٥ھ) نے لکھا:﴿**حدثنا ابن صاعد ثنا ابراهیم بن سعید حدثنا محمد بن حجر حدثنا سعید بن الجبار بن وائل عَمِّی،عن ابیه عن امه عن وائل بن حجر:حَضَرْتُ رسولَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم،نهض الی المسجد فدخل المحراب ثم رفع یدیه بالتکبیر،ثم وضع یمینه علٰی یساره علٰی صدره**﴾ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج٦ص١٥٦)

ترجمہ:حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد تشریف لے گئے،تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محراب میں داخل ہوئے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے، پھر آپ نے اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر سینہ پر رکھا۔

توضیح:محمد بن حجر کی روایت میں ام الجبار کی تفصیل نہیں ہے؟ جرح وتعدیل کی کتابوں میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔کتابوں کی ورق گردانی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ام الجبار مجہول الاسم،مجہول العین ہے۔محمد بن حجر کی بعض روایت میں علیٰ صدرہ اور بعض میں عند صدرہ کا لفظ وارد ہوا ہے۔

سند حدیث میں مجہول راوی کے سبب حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کا سوال نہیں، بلکہ حدیث کا ضعیف ہونا متعین ہو چکا ہے۔

مؤمل بن اسماعیل اور ائمہ جرح وتعدیل

(١) حافظ ابن سعد (١٦٨ھ-٢٣٠ھ) نے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں تحریر فرمایا:

﴿ثقة كثير الغلط﴾ (طبقات ابن سعد ج۵ ص۵۰۱)

(۲) حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے رقم فرمایا:

﴿صدوق شديد فى السنة كثير الخطأ﴾ (کتاب الجرح والتعدیل ج۸ ص۳۷۴)

(۳) ﴿قال الدار القطنى، ثقة كثير الخطاء﴾ (بذل المجہود ج۲ ص۴۸۵)

(۴) حافظ ذہبی نے لکھا: ﴿حافظ عالم يخطئى ...وثقه ابن معين-قال ابو حاتم: "صدوق، شديد فى السنة كثير الخطاء"-قال البخارى: "منكر الحديث" وقال ابو زرعة: فى حديثه خطاء كثير﴾ (میزان الاعتدال ج۴ ص۲۲۸)

(۵) حافظ ذہبی نے لکھا: ﴿قال ابو حاتم: صدوق شديد فى السنة كثير الخطاء، و قيل: دفن كتبه و حدث حفظًا فغلط﴾ (الکاشف ج۳ ص۲۰۱)

(۶) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے لکھا:

﴿صدوق سئ الحفظ﴾ (تقریب التہذیب ج۲ ص۲۳۱)

توضیح: مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ مؤمل بن اسماعیل، منکر الحدیث اور کثیر الخطا ہیں۔

(۷) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿البخارى يطلق "فيه النظر وسكتوا عنه" فيمن تركوا حديثه ويطلق "منكر الحديث" علىٰ من لا تحل الرواية عنه﴾ (تدریب الراوی ج۲ ص۵۸۷)

توضیح: امام بخاری منکر الحدیث اسے بولتے ہیں جس سے روایت کرنا درست نہ ہو، اور مؤمل بن اسماعیل کو امام بخاری نے منکر الحدیث کہا۔ گویا کہ اس سے روایت کرنا درست نہیں ہے۔ جب اس سے روایت کرنا درست نہیں ہے تو پھر اس کی روایت پر عمل کرنا کیوں کر درست ہوگا؟

حدیث شاذ

(۱) علامہ ابن حجر عسقلانی نے حدیث شاذ اور حدیث منکر کی تشریح و تعریف کرتے ہوئے لکھا:

﴿فان خولف بارجح منه لمزيد ضبط او كثرة عدد اوغير ذلك من وجوه

الترجیحات فالراجح یقال له المحفوظ ومقابله وھوالمرجوح یقال له الشاذ﴾

(نخبۃ الفکر ص۳۹-الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

﴿ت﴾پس اگرزیادتی ضبط یا کثرت عدد یااس کے علاوہ، وجوہات ترجیح میں سے کسی کے ذریعہ ترجیح پاجانے والی حدیث کے ذریعہ مخالفت ہوئی توراجح حدیث کومحفوظ کہاجائے گااوراس کے مقابل یعنی مرجوح حدیث کوشاذ کہاجائے گا۔

(۲)﴿وان وقعت المخالفة مع الضعف فالراجح یقال له المعروف ومقابله یقال له المنکر﴾(نخبۃ الفکر ص۴۰)

﴿ت﴾اگر(راوی کے)ضعف کے ساتھ مخالفت واقع ہوتوراجح کومعروف اوراس کے مقابل کو منکرکہاجائے گا۔

توضیح:مؤمل بن اسماعیل،کثیر الخطا ہونے کی وجہ سے دیگرسندوں کے راویوں کی بہ نسبت ضعیف ہیں،اس لیے البانی نے بھی اس کی حدیث کوضعیف کہا ہے۔البانی کے تسلیم کرلینے کے بعد سلفیوں کوانکار کی گنجائش نہیں،لیکن وہابیہ کو جوحدیث پسند ہو،اسے وہ کسی نہ کسی طرح قابل عمل بنالیتے ہیں،اورجس حدیث پرعمل نہ کرنا ہو،اس پرکچھ نہ کچھ اعتراض کردیتے ہیں۔

حدیث منکر

حدیث منکر کی توضیح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے تحریرفرمایا:

﴿فمن فحش غلطه او کثرت غفلته او ظهر فسقه فحدیثه منکر﴾

(نخبۃ الفکر ص۵۹-الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

﴿ت﴾پس جس کی غلطی بہت ہو،یااس کی غفلت زیادہ ہو،یااس کافسق ظاہر ہوتواس کی حدیث منکر ہے۔

توضیح:حدیث منکرضعیف ہوتی ہے۔

قول فیصل

کتب جرح وتعدیل کے حوالے سے معلوم ہو چکا کہ مؤمل بن اسماعیل کثیر الغلط ہے، اور کثیر الغلط کی حدیث منکر ہوتی ہے، اور حدیث منکر وحدیث شاذ، کبھی صحیح یا حسن نہیں ہو سکتی، کیونکہ صحیح وحسن میں عدم شذوذ کی شرط ہے، پس حدیث منکر اور حدیث شاذ، ہر صورت میں ضعیف ہوگی۔ اس طرح مؤمل بن اسماعیل کی حدیث ضعیف ہوگی۔

شرط عدم شذوذ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا: ﴿**واشتهر عن جمع من العلماء القول بقبول الزيادة مطلقًا من غير تفصيل-ولا يتأتى ذلک علٰی طريق المحدثين الذين يشترطون فی الصحيح ان لا يكون شاذًا-ثم يفسرون الشذوذ بمخالفة الثقة من هو اوثق منه والعجب ممن غفل عن ذلک منهم مع اعترافه باشتراط انتفاء الشذوذ فی حد الحديث الصحيح وكذلک الحسن-والمنقول عن ائمة الحديث المتقدمين كعبد الرحمن بن مهدی ويحيی القطان واحمد بن حنبل ويحيی بن معين وعلی بن المدينی والبخاری وابی زرعة الرازی وابی حاتم والنسائی والدار قطنی وغيرهم اعتبار الترجيح فيما يتعلق بالزيادة وغيرها ولا يعرف عن احد منهم اطلاق قبول الزيادة**﴾ (نخبۃ الفکر ص ۳۸- الجامعۃ الاشرفیہ)

〈**ت**〉علما کی ایک جماعت کی جانب سے زیادتی کو بلا تفصیل مطلقاً قبول کر لینے کی بات مشہور ہے اور یہ قول ان محدثین کے طریقے پر صحیح نہیں ہوگی، جو حدیث صحیح میں شاذ نہ ہونے کی شرط لگاتے ہیں، پھر تفسیر کرتے ہیں کہ شذوذ، ثقہ راوی کا، اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرنا ہے اور تعجب ہے ان محدثین سے جو حدیث صحیح اور حدیث حسن کی تعریف میں عدم شذوذ کی شرط کے اعتراف کے باوجود، اس (نکتہ) سے غافل رہے اور متقدمین ائمہ حدیث مثلاً عبد الرحمٰن بن

مہدی، یحییٰ بن سعید قطان، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، امام محمد بن اسماعیل بخاری، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم رازی، امام نسائی، دارقطنی وغیرہم سے ترجیح کا اعتبار کرنا منقول ہے اس میں جو زیادتی سے متعلق ہو، اور اس کے علاوہ (جو زیادتی سے خالی ہو) کے درمیان، اور ائمہ مذکورین میں سے کسی سے مطلقاً زیادتی کو قبول کرنا منقول نہیں ہے۔

توضیح: حدیث کے صحیح ہونے کے لیے اس کا شاذ نہ ہونا لازم ہے۔ جب حدیث میں کچھ ایسا اضافہ ہو، جو راجح وقوی راوی کی روایت کے برخلاف ہو تو مرجوح راوی کی روایت شاذ ہوگی۔ اضافہ اور زیادتی سے مراد حدیث میں کسی راوی کی جانب سے پائی جانے والی زیادتی ہے، خواہ سند میں زیادتی ہو یا متن میں ہو۔

کثیر الغلط راوی کی روایت نا قابل قبول

مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں گذر چکا کہ وہ سیٔ الحفظ ہے اور اس سے بہت غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔ حافظ ابو بکر خطیب بغدادی نے ''الکفایۃ فی علم الروایہ'' کے ''باب ترک الاحتجاج بمن کثر غلطہ وکان الوہم غالبًا علیٰ روایتہٖ'' میں لکھا۔

(۱)﴿**عن احمد بن سنان قال: کان عبد الرحمن بن مهدی لا یترک حدیث رجل الا رجلًا متهمًا بالکذب اور جلًا الغالب علیه الغلط**﴾ (الکفایۃ فی علم الروایہ ص۱۷۴)

〈**ت**〉 حافظ عبد الرحمٰن بن مہدی کسی راوی کی روایت کو ترک نہیں فرماتے، مگر متہم بالکذب راوی یا اس راوی کی روایت کو جس پر غلط کا غلبہ ہو۔

(۲)﴿**عن الربیع بن سلیمان قال قال الشافعی: ومن کثر غلطه من المحدثین ولم یکن له اصل کتاب صحیح لم یقبل حدیثه کما یکون من اکثر الغلط فی الشهادة لم تقبل شهادته**﴾ (الکفایۃ فی علم الروایہ ص۱۷۴)

〈**ت**〉 امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ محدثین میں سے جس کی غلطی زیادہ ہو، اور اس

کے لیےکوئی صحیح کتاب ''اصل'' نہ ہو،اس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی،جیسا کہ شہادت میں جس کی غلطی زیادہ ہو،اس کی شہادت قبول نہیں کی جاتی ہے۔

(۳)﴿عن اسحاق بن عیسی یقول سمعت ابن المبارک یقول:یکتب الحدیث الا عن اربعة-غلّاط لا یرجع و کذّاب و صاحب بدعة وھوی یدعو الی بدعته ورجل لا یحفظ فیحدث من حفظه﴾(الکفایۃ فی علم الروایہ ص ۱۷۴)

〈ت〉محدث عبداللہ بن مبارک (۱۱۸ھ-۱۸۱ھ) نے فرمایا کہ چار لوگوں کی حدیث نہیں لکھی جائے گی (۱) بہت غلطیاں کرنے والا جو رجوع نہ کرتا ہو(۲) بہت جھوٹا(۳)صاحب بدعت و ضلالت جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا ہو(۴) ایسا راوی جو یاد نہ رکھ پاتا ہو،اور اپنی یاد داشت سے حدیث بیان کرتا ہو۔

توضیح:مؤمل بن اسماعیل نے اپنی کتابیں دفن کردی تھیں اوراپنی قوت حفظ سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے،اور حافظہ قوی نہ ہونے کی وجہ سے غلطیاں واقع ہوتی تھیں۔مؤمل کی اس روایت ''وضع علی الصدر'' کو البانی وغیرہ نے بھی اس کے سوئے حفظ کی وجہ سے ضعیف مانا ہےاور محمد بن حجر کی روایت کو حافظ ابن عدی نے ضعیف قرار دیا،نیز محمد بن حجر کی روایت میں کبھی ''وضع علی الصدر'' اور کبھی ''وضع عند الصدر'' کا ذکر ہے،جس سے مفہوم حدیث میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔الحاصل یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

اسباب ترجیح

حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے لکھا﴿فمما یوجب تقویة احد الخبرین المتعارضین و ترجیحه علی الآخر سلامته فی متنه من الاضطراب وحصول ذلک فی الآخر لان الظن بصحة ما سلم متنه من الاضطراب یقوی-ویضعف فی النفس سلامة ما اختلف لفظ متنه-وان کان اختلافًا یؤدی الی اختلاف معنی الخبر فھو آکد واظھر فی اضطرابه واجدر ان یکون راویه ضعیفًا قلیلَ الضَّبط لِمَا

سَمِعَهٗ او کَثِیْرَ ا لتَّسَاھل فی تغییر لفظ الحدیث﴾(الکفایۃ فی علم الروایہ ص ۴۷۵)

〈ت〉 پس ان اسباب میں سے جو دو متعارض حدیثوں میں سے ایک حدیث کی تقویت اور دوسری حدیث پر اس کی ترجیح کا سبب بنتا ہے۔ایک حدیث کے متن کا اضطراب سے محفوظ ہونا ہے اور دوسری حدیث میں اضطراب کا پایا جانا ہے، اس لیے کہ ظن غالب، اضطراب سے محفوظ متن کی صحت کو قوی قرار دیتا ہے اور مختلف اللفظ متن کے (اضطراب سے) محفوظ ہونے کو ضعیف وکمزور قرار دیتا ہے اور اگر ایسا اختلاف ہو کہ وہ حدیث کے معنی کے مختلف ہونے تک پہنچا دے تو یہ(کیفیت)اس حدیث کے مضطرب ہونے میں خوب ظاہر اور بہت تاکید والی ہے اور بہت مناسب بات ہے کہ اس (حدیث مضطرب) کا راوی،ضعیف اور اپنی سنی ہوئی بات کو کم یاد رکھنے والا یا حدیث کے لفظ کے بدلنے میں زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔

توضیح: حضرت محمد بن حجر کی روایت اسی وقت مضطرب قرار پائے گی، جب اس کی روایت میں لفظ ’’عند‘‘ اپنے حقیقی معنی یعنی ’’قریب‘‘ اور لفظ علیٰ اپنے حقیقی معنی یعنی ’’استعلا‘‘ کے معنی میں ہو، ورنہ اگر ’’علیٰ‘‘ مجازی معنی میں مستعمل ہو، جیسا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ’’علی الصدر‘‘ کا معنی ’’فوق السرۃ قریب الصدر‘‘ (ناف کے اوپر سینے کے قریب) مراد لیا ہے تو اس معنی کی بنیاد پر دونوں روایتوں میں اضطراب نہیں، بلکہ تطبیق واقع ہو جائے گی اور حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ دونوں ہاتھ ناف کے اوپر سینہ کے قریب باندھے جائیں اور یہ مفہوم وہابیہ کو پسند نہیں۔وہابیہ وہی مفہوم مراد لیتے ہیں، جس کے سبب روایت پر اضطراب کا عیب آتا ہے۔

حدیث مضطرب

(۱) امام نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے حدیث مضطرب کا مفہوم بتاتے ہوئے تحریر فرمایا:

﴿المضطرب ھو الذی یروی علٰی اوجہ مختلفۃ متقاربۃ-فان رجحت احدی الروایتین بحفظ راویھا او کثرۃ صحبتہ للمروی عنہ اوغیر ذلک-فالحکم للراجحۃ ولا یکون مضطربًا-والاضطراب یوجب ضعف الحدیث لاشعارہ

بعدم الضبط ویقع فی الاسناد تارۃً وفی المتن اخریٰ وفیھما من راوٍ او جماعۃ﴾

(تدریب الراوی ج۲ص۴۲۷)

(۲)امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے عبارت مذکورہ کی شرح میں لکھا:

﴿(المضطرب ھو الذی یروی علیٰ اوجہ مختلفۃ)من راوٍ واحدٍ مرتین او اکثر او من راویین او رواۃٍ﴾ (تدریب الراوی ج۲ص۴۲۷)

﴿ت﴾مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف متقارب (ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ ہو) طریقوں پر مروی ہو، پس اگر دو روایتوں میں سے ایک روایت، راوی کی یادداشت یا راوی کی مروی عنہ (شیخ) سے کثرت صحبت یا اس کے علاوہ طریقے سے ترجیح پا گئی تو حکم راجح روایت کے لیے ہوگا اور حدیث مضطرب نہیں ہوگی اور اضطراب، حدیث کے ضعیف ہونے کا سبب بنتا ہے اضطراب کے عدم ضبط کو بتانے کی وجہ سے اور اضطراب کبھی سند میں اور کبھی متن میں اور کبھی متن وسند دونوں میں واقع ہوتا ہے، ایک ہی راوی کی جانب سے یا ایک جماعت کی جانب سے۔

توضیح: امام سیوطی شافعی نے لکھا کہ کبھی ایک ہی راوی ایک حدیث کو دوبار، دو مختلف طریقے سے بیان کرتا ہے، یا کبھی دو راوی یا دو سے زیادہ راوی، مختلف طریقے سے اس حدیث کو بیان کرتے ہیں۔ اس طرح حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ تمام روایتیں، جن میں محض ''وضع الیمنٰی علی الیسریٰ'' (داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے) کا تذکرہ ہے، وہ روایتیں اضطراب سے محفوظ ہوں گی، اور جن روایتوں میں ''علیٰ صدرہ'' کا اضافہ ہے، وہ تمام روایتیں، محمد بن حجر کی ''عندصدرہ'' کی روایت کی وجہ سے مضطرب قرار پائیں گی۔

اسی طرح حضرت ہلب طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرسل بھی عندصدرہ کی روایت کی وجہ سے مضطرب ہو جاتی ہیں اور چونکہ اضافہ والی تمام روایات ضعیف ہیں، اس لیے کسی روایت کو ترجیح بھی نہیں کہ اضطراب سے خالی ہونے کا کوئی راستہ مل سکے، لیکن چونکہ سلفیوں کے ایک رہنما ابن قیم جوزیہ (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) نے سینہ پر

ہاتھ باندھنے کوسنت قرار دیا ہے،اس لیے اپنے رہنما کے حکم کی خلاف ورزی وہابیہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔دنیا میں کوئی بھی جماعت تقلید سے خالی نہیں،گرچہ وہ ائمہ مجتہدین کی تقلید نہ کریں، لیکن انہیں اپنے قائدین کی پیروی کرنی پڑتی ہے۔وہابیہ،اعتقادی وفقہی امور میں داؤد ظاہری ،ابن حزم،ابن تیمیہ،ابن قیم اورابن عبدالوہاب نجدی جیسے گمرہوں کی تقلید میں مبتلا ہو گئے۔

قول ابن قیم جوزیہ

ابن قیم نے لکھا:﴿**المثال الثانی والستون ترک السنة الصحیحة الصریحة التی رواھا الجماعة عن سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فوضع یدہ الیمنی علٰی یدہ الیسری علٰی صدرہ-ولم یقل"علٰی صدرہ"غیرمؤمل بن اسماعیل**﴾

(اعلام الموقعین ج۲ص۵۹۷-دارالحدیث قاہرہ)

〈ت〉مثال نمبر۶۲:ایسی سنت صحیحہ صریحہ کوترک کرنا ہے جسے ایک جماعت نے"سفیان ثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر" کی سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی،پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کواپنے بائیں ہاتھ پراپنے سینے کےاوپررکھااور "علٰی صدرہ" کالفظ صرف مؤمل بن اسماعیل نے بیان کیا۔

توضیح:مؤمل بن اسماعیل ایک مجروح راوی ہیں،اس کے باوجود ابن قیم نے ان کی روایت کا اعتبار کرتے ہوئے سینہ پر ہاتھ باندھنے کوسنت صحیحہ میں شمار کیا ہے،حالانکہ مؤمل سیء الحفظ (بد حافظہ) ہیں اورایسے راویوں کی روایت نا قابل عمل ہوتی ہے۔ابن قیم نے یہ بھی واضح کردیا کہ سینہ پررکھنے کاذکرصرف مؤمل نے کیا ہے۔

خطیب بغدادی نے لکھا:﴿**عن یحیی بن سعید یقول:اذا حدثکم المعتمر بن سلیمان بشیء فاعرضوہ فانه سیء الحفظ**﴾(الکفایۃ فی علم الروایہ ص۲۵۹)

﴿ت﴾ یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں کہ جب معتمر بن سلیمان تم سے حدیث بیان کریں تو اس سے اعراض کرو، کیونکہ وہ سی ءالحفظ ہے۔

توضیح: مؤمل بن اسماعیل کو ائمہ جرح وتعدیل نے کثیر الخطا ،سیٔ الحفظ (بدحافظہ) اور امام بخاری نے منکر الحدیث لکھا ہے، پھر بھی اس کی حدیث سے سنت صحیحہ کا استنباط کر لینا، ابن قیم ہی کا حصہ ہوسکتا ہے۔ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ،امام مالک،امام شافعی،امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں سے کسی نے بھی نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا قول نہیں کیا ہے۔

سلفیان عرب وہند

ہندوستان کے سلفی لوگ نماز میں گلے کے پاس ہاتھ باندھتے ہیں۔یہ اہل عرب سے بھی آگے بڑھ گئے۔عرب کے سلفی لوگ بھی ایسا نہیں کرتے ہیں۔

سلفیوں کے مجتہد اعظم عبد العزیز بن باز نے لکھا: ﴿اما ارسالهما او وضعهما تحت اللحية فهو خلاف السنة﴾ (مجموع فتاویٰ عبد العزیز بن الباز ج۴ص۲۲۲)

﴿ت﴾ نماز میں دونوں ہاتھوں کو چھوڑے رکھنا یا داڑھی کے نیچے (سینے کے اوپر حلق کے قریب) ہاتھ باندھنا، دونوں باتیں خلاف سنت ہیں۔

توضیح: ہندوستان کے سلفی لوگ حلق کے قریب ہی ہاتھ باندھتے ہیں،جبکہ سلفیان عرب ناف کے اوپر سینہ کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں۔

مؤمل کی روایت میں خطا کا احتمال

سید یوسف حسینی بنوری نے جامع ترمذی کی شرح معارف السنن میں لکھا: ﴿قال ابو الطيب المدنى على الترمذى:لم ياخذ احد من الاربعة بالوضع على الصدر﴾

(معارف السنن ج۲ص۴۳۶-مکتبہ نوریہ دیوبند)

﴿ت﴾ علامہ ابو الطیب مدنی نے حاشیہ ترمذی میں کہا کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے سینہ پر ہاتھ

رکھنے کو اختیار نہ کیا۔

سید یوسف بنوری نے لکھا﴿**فهؤلاء الثقات الاثبات كلهم لايذكرون هذه اللفظة فی حديث عاصم ويذكر مؤمل هذا،وكل واحد منهم اثبت واتقن من مؤمل فكيف يحتج بمثله امام هؤلاء الاثبات–ومما يدل على خطاء هذه الزيادة ان رواية مؤمل هذه عن سفيان ومذهبه وضعهما تحت السرة كما فی شرح المنتقیٰ**﴾ (معارف السنن ج۲ص۴۳۸)

〈ت〉پس یہ تمام ثقہ متقن حضرات عاصم کی حدیث میں اس لفظ (علیٰ صدرہ) کو ذکر نہیں کر رہے ہیں ،اور مؤمل بن اسماعیل اس کو ذکر کر رہے ہیں ،اوران راویوں میں سے ہرایک مؤمل سے زیادہ متقن وثبت ہیں، پس ان لوگوں کے ہوتے ہوئے مؤمل کے مثل سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے،اور جو اس زیادتی کے خطا ہونے پر دلالت کرتا ہے، وہ یہ ہے کہ مؤمل کی یہ روایت سفیان ثوری سے مروی ہے اوران کا مذہب دونوں ہاتھ کو ناف کے نیچے رکھنا ہے،جیسا کہ شرح منتقی میں ہے۔

توضیح: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بہت سے ثقہ راویوں نے روایت کی ہے ۔وہ ثقہ اور متقن حضرات اس ''علیٰ صدرہ'' کی زیادتی کو بیان نہیں کرتے ہیں اور وہ تمام راوی، مؤمل سے زیادہ ثقہ اور زیادہ قوت حافظہ والے ہیں، پس ان معتبر راویوں کے مقابلے میں مؤمل کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے اور مؤمل کے اضافہ کے غلط ہونے پر یہ بات بھی دلیل ہے کہ مؤمل اس حدیث کو سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں اوران کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں ہاتھ کو ناف کے نیچے باندھا جائے گا۔

قول شوکانی

سلفیوں کے معتمد، قاضی شوکانی یمنی (۱۱۷۳ھ–۱۲۵۰ھ) نے لکھا:

﴿**(والحديث)استدل به من قال ان الوضع يكون تحت السرة وهو ابو حنيفة**

وسفيان الثوری واسحق بن راھویة وابو اسحق المروزی من اصحاب الشافعی-وذھبت الشافعیة-قال النووی-وبه قال الجمھور الی ان الوضع یکون تحت صدره فوق سرته﴾ (نیل الاوطار ج۲ص۱۸۹)

〈ت〉 (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ''وضع الیدین تحت السرۃ'' پر بحث کرتے ہوئے قاضی شوکانی نے کہا) اس حدیث سے ان ائمہ کرام نے استدلال کیا ہے جو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا قول کرتے ہیں۔حضرت امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحٰق بن راہویہ اور شوافع میں سے ابو اسحٰق مروزی کا یہی مذہب ہے اور دیگر شوافع اور بقول امام نووی جمہور علما کا قول یہ ہے کہ ہاتھ، سینہ کے نیچے ناف کے اوپر باندھا جائے گا۔

مفہوم مجازی کا قوی احتمال

ظہیر احسن نیموی بہاری نے ''التعلیق الحسن علیٰ آثار السنن'' میں لکھا:

﴿التعبیر بالصدر لیس من عبارة الشارع حتی یدار الامر علیٰ مسماه-وانما ھو من الراوی-قد یجری فیه توسع فی الاطلاق﴾ (معارف السنن ج۲ص۴۴۳)

〈ت〉 سینے پر ہاتھ باندھنے کی بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر نہ ہوئی، بلکہ یہ راوی کا لفظ ہے اور بولنے کے وقت کبھی وسعت اختیار کی جاتی ہے۔

توضیح: بولتے وقت کبھی ''قریب الصدر'' کو ''علی الصدر'' سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ لفظ ظاہر ہوتا تو حکم کا دارومدار اسی لفظ پر ہوتا۔

تعیین محل میں اشکال

سید یوسف بنوری دیوبندی نے لکھا: ﴿علیٰ ان تعیین المحل مشکل لما ذکره من ان المدار علیٰ روایة وائل وقد صلی خلفه صلی اللّٰہ علیه وسلم حین کان صلی اللّٰہ علیه وسلم ملتحفا بردائه وفی مثل ھذه الحالة لایتبین الامر حق التبین

فكل تعبير فيه تقريب،لا تحقيق﴾(معارف السنن ج۲ص ۴۴۵)

〈ت〉حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے وضع یدین کے مقام کاتعین کرنا مشکل ہے،اس کی وجہ سے جوذکر کیا کہ بنیاد حضرت وائل بن حجر کی روایت پر ہے۔انہوں نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی ،جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چادر سے لپٹے ہوئے تھے،اورایسی صورت میں معاملہ مکمل طور پر ظاہر نہیں ہوتا،پس ہرتعبیر تقریبی ہے، تحقیقی نہیں۔

توضیح:حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے وضع یدین کے مقام کاتعین کرنا مشکل ہے، کیونکہ انہوں نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی،اورانہیں کی روایت میں ہے کہ تکبیرتحریمہ کے بعد حضوراقدس سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو چادر کے اندر لے لیا۔اب کوئی مقتدی جو پیچھے کھڑا ہو،وہ یقینی طور پر کیسے بتا سکتا ہے کہ امام نے اپنی چادر کے اندر ہاتھ ٹھیک سینے پر رکھا،یااس کے آس پاس رکھا۔قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سینہ پر ہاتھ رکھنے کا قول تقریبی ہے،نہ کہ تحقیقی۔قول تقریبی پرحکم کی بنیادنہیں رکھی جاسکتی ہے۔یہ قول تقریبی ہے،اسی لیے ائمہ مجتہدین نے سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنے کاقول کیا۔آمد اسلام سے آج تک کسی نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کاقول نہیں کیا۔

مذاہب ائمہ کرام

امام ابوزکریا محی الدین نووی شافعی(۶۳۱ھ-۶۷۶ھ)نے تحریرفرمایا:

﴿واستحباب وضع الیمنٰی علی الیسرٰی بعد تکبیرۃ الاحرام ویجعلھما تحت صدرہ فوق سرتہ-ھذا مذھبنا المشھور وبہ قال الجمھور-وقال ابو حنیفۃ و سفیان الثوری واسحق بن راھویہ وابو اسحق المروزی من اصحابنا:یجعلھما تحت سرتہ-وعن علی بن ابی طالب روایتان کالمذھبین-وعن احمد روایتان کالمذھبین وروایۃ ثالثۃ انہ مخیر بینھما ولا ترجیح وبھذا قال الاوزاعی وابن

المنذر–وعن مالک روایتان،احداهما یضعهما تحت صدره والثانیة یرسلهما ولا یضع احداهما علی الاخری وهذا روایة جمهور اصحابه وهی الاشهر عندهم وهی مذهب اللیث بن سعد رضی اللّٰه عنه... وعن مالک ایضًا استحباب الوضع فی النفل والارسال فی الفرض وهو الذی رجحه البصریون من اصحابه–ودلیل وضعهما فوق السرة حدیث وائل بن حجر قال:صلیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ووضع یده الیمنی علٰی یده الیسری علی صدره–رواه ابن خزیمة فی صحیحه﴾(شرح النووی علیٰ مسلم ج۱ص۱۷۳)

﴿ت﴾ تکبیر تحریمہ کے بعد داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا استحباب ثابت ہے اور دونوں ہاتھ کو ناف کے اوپر اپنے سینہ کے نیچے رکھے گا۔یہی ہمارا مشہور مذہب ہے اور جمہور نے اسی کا قول کیا ہے اور امام ابوحنیفہ،سفیان ثوری اور اسحٰق بن راہویہ اور ہمارے اصحاب شوافع میں سے ابو اسحٰق مروزی نے کہا کہ دونوں ہاتھ کو اپنی ناف کے نیچے رکھے گا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دونوں مذہب کی طرح دو روایت ہیں اور امام احمد بن حنبل سے دو مذہب کی طرح،دو روایت ہیں اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ دونوں طریقے کا اختیار ہے اور کسی کو ترجیح نہیں ہے۔

حضرت امام اوزاعی اور ابن منذر نے اسی کا قول کیا اور امام مالک سے دو روایت ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کو اپنے سینہ کے نیچے رکھے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ رکھے گا اور ایک کو دوسرے پر نہیں رکھے گا اور امام مالک کے جمہور اصحاب کی یہی روایت ہے اور یہی مالکیوں کے یہاں مشہور ہے اور یہی حضرت لیث بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اور حضرت امام مالک سے نفل میں ہاتھ رکھنے کا استحباب اور فرض میں ارسال بھی مروی ہے اور امام مالک کے اصحاب میں سے بصریوں نے اسی کو ترجیح دیا ہے اور دونوں ہاتھ کو ناف کے اوپر رکھنے کی دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی تو آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر سینہ کے پاس رکھا۔ابن خزیمہ نے اپنی صحیح ابن خزیمہ میں اسے روایت کیا۔

لغوی ونحوی تحقیق

ائمہ مذکورین میں سے کسی نے بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قول نہ کیا۔کائنات کے خود ساختہ مجتہد اعظم ابن قیم جوزیہ کو صرف یہ حدیث سمجھ میں آئی اور ابن تیمیہ یا ابن قیم اور داؤد ظاہری یا ابن حزم،اگر کچھ کہہ دے تو وہابیہ لپک کر اسے پکڑنے اور اپنے دامن میں لینے کی کوشش کرتے ہیں۔درحقیقت اس مقام پر''علیٰ صدرہ''''عند صدرہ'' کے معنی میں ہے،جیسے کہا جاتا ہے:''زید علی الباب ای عند الباب''۔زید دروازہ پر ہے یعنی دروازہ کے پاس ہے۔

حرف جر''علیٰ'' کے معانی

(۱)عبدالقاہر جرجانی (م ۴۷۱ھ) نے''علیٰ''(حرف جر) کے معانی کو بیان کرتے ہوئے لکھا:

﴿**وعلٰی للاستعلاء نحو زید علی السطح وعلیه دین وقد تکون بمعنی الباء نحو مررت علیه بمعنی مررت به**﴾(شرح مأۃ عامل ص۹)

(ت)''علیٰ''استعلا کے لیے آتا ہے،جیسے زید چھت پر ہے اور اس پر قرض ہے اور کبھی''ب'' کے معنی میں آتا ہے،جیسے''مررت علیہ''مررت بہ کے معنی میں ہے۔

توضیح:''علیٰ''استعلا کے لیے آتا ہے اور کبھی''ب'' کے معنی میں ہوتا ہے اور''مررت علیٰ زید'' کا مفہوم یہ ہوگا کہ میں زید کے قریب سے گذرا،یہ مطلب نہ ہوگا کہ میں زید کے اوپر سے گذرا۔

(۲)حرف جر''ب'' کے معانی کو بیان کرتے ہوئے لکھا:﴿**الباء للالصاق وهو اتصال الشئ بالشئ اما حقیقة نحو به داء واما مجازًا نحو مررت بزید ای التصق مروری بمکان یقرب منه زید**﴾(شرح مائۃ عامل ص۴)

(ت)''ب''الصاق کے لیے استعمال ہوتا ہے اور الصاق،ایک چیز کا دوسری چیز سے متصل ہونا

ہے۔ یہ اتصال کبھی حقیقی ہوتا ہے اور کبھی مجازی۔ جب ''مررت بزید'' کہا جائے تو وہاں ''الصاق مجازی'' مراد ہوگا۔ یعنی میں ایسی جگہ سے گذرا جو زید سے قریب ہے۔ اسی طرح ''علیٰ'' کبھی الصاق مجازی کے معنی میں یعنی قرب کو بتانے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے ''مررت علیٰ زید'' کا مفہوم یہ ہوگا کہ میں زید کے پاس سے گذرا۔

(۳) حضرت اخی سراج، عثمان چشتی (۶۵۶ھ-۷۵۸ھ) نے تحریر فرمایا: ﴿والباء للالصاق نحو مررت بزید ای التصق مروری بموضع یقرب منه زید﴾ (ہدایۃ النحو ص۱۰۲)

(۴) امام بدرالدین زرکشی شافعی، محمد بن بہادر بن عبد اللہ (۷۴۵ھ-۷۹۴ھ) نے قرآن مقدس میں حرف ''علیٰ'' کے مستعمل معانی کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

﴿وبمعنٰی عند نحو (ولهم علَیَّ ذنب) ای عندی﴾

(البرہان فی علوم القرآن ج۴ ص ۲۸۵ - دارالفکر بیروت)

توضیح: قرآن مجید میں ''علیٰ'' کبھی عند کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسے ''ولہم علَیَّ ذنب'' (سورہ شعراء: آیت ۱۴) میں لفظ علیٰ ''عند'' (قریب/ پاس) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں بھی یہی مفہوم مراد لیا جا سکتا ہے، یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنے سے سینہ کے قریب ہاتھ باندھنا مراد ہوسکتا ہے۔

''علیٰ صدرہ'' کا اضافہ غیر محفوظ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے بھی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ''علیٰ صدرہ'' کے اضافہ کو غیر محفوظ تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے تحریر فرمایا:

﴿حدیث وائل بن حجر، قال: صلیت مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فوضع یده الیمنی علٰی یده الیسری علٰی صدره-اخرجه ابن خزیمة وهو مسلَّمٌ دون قوله علٰی صدره﴾ (الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ ج۱ ص۱۰۱)

﴿ت﴾ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث: انہوں نے کہا کہ میں نے حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر سینہ پر رکھا۔حافظ ابن خزیمہ نے اس کی تخریج کی،اور یہ تسلیم ہے،لیکن ان کا قول ''علیٰ صدرہ'' تسلیم نہیں۔

توضیح:''علیٰ صدرہ'' کا اضافہ تسلیم نہیں ہے یعنی ابن خزیمہ کی روایت مسلم ہے،لیکن ''علیٰ صدرہ'' کا لفظ نا قابل قبول ہے اور ظہیر احسن نیموی نے حدیث مبحوث عنہ کے بارے میں لکھا۔''وزیادۃ علیٰ صدرہ غیر محفوظۃ''یعنی ''علیٰ صدرہ'' کی زیادتی غیر محفوظ ہے۔

فصل سوم

حضرت ہلب طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات

(۱)﴿حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَاْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ﴾

(جامع ترمذی ج۱ص۵۹)

(۲)﴿حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِى شَيْبَةَ ثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَؤُمُّنَا فَيَاْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ﴾ (سنن ابن ماجہ ص۵۸)

(۳)﴿حَدَّثَنَا اَبُو مُحَمَّدِ بْنُ صَاعِدٍ نَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِىُّ ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِىٍّ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُخَلَّدٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْحَسَّانِىُّ ثَنَا وَكِيْعٌ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِى الصَّلٰوةِ-لَفْظُهُمَا وَاحِدٌ﴾ (سنن الدارقطنی ج۱ص۲۸۵)

(۴)﴿اَخْبَرَنَا اَبُو بَكْرٍ اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِىْ اَنْبَاَ حَاجِبُ بْنُ اَحْمَدَ الطُّوسِىُّ

ثَـنَـا عَبْـدُالـلّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ ثَنَا وَكِيْعٌ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ هُـلْـبٍ عَـنْ اَبِيْـهِ قَـالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۳۱۵)

(۵)﴿حَـدَّثَـنَـا عَبْـدُ الـلّٰهِ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ النَّرْسِىُّ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَـدَّثَـنَـا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَاْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَكَانَ يَنْصَرِفُ عَنْ جَانِبَيْهِ جَمِيْعًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ﴾ (مسند احمد بن حنبل ج۵ص۲۲۷)

(۶)﴿حَـدَّثَـنَـا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِى اَبِى ثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنِ اَبِى شَيْبَةَ ثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَـنْ سِـمَـاكِ بْـنِ حَـرْبٍ عَـنْ قَبِيْـصَةَ بْنِ الْهُلْبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَـلَّـى الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ وَرَأَيْتُهٗ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ﴾ (مسند احمد بن حنبل ج۵ص۲۲۶)

(۷)﴿حَـدَّثَـنَـا عَبْـدُ الـلّٰهِ حَدَّثَنِى اَبِى ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِى شَيْبَةَ ثَنَا اَبُوالْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَـؤُمُّـنَـا فَيَـاْخُـذُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَكَانَ يَنْصَرِفُ عَنْ جَانِبَيْهِ جَمِيْعًا–عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ﴾ (مسند احمد ج۵ص۲۲۷)

(۸)﴿حَـدَّثَـنَـا عَبْـدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِى شَيْبَةَ ثَنَا اَبُوالْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَـنْ قَبِيْـصَةَ بْـنِ هُـلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَاْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَكَانَ يَنْصَرِفُ عَلٰى جَانِبَيْهِ جَمِيْعًا، عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ﴾

(مسند احمد بن حنبل ج۵ص۲۲۷)

(۹)﴿حَـدَّثَـنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ قَبِيْصَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ﴾

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰)

توضیح: مذکورہ بالا تمام احادیث میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نماز میں اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔

''وضع علی الصدر'' کی روایت

(۱) ﴿حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِی اَبِي ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِی سِمَاكٌ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ وَرَأَيْتُهٗ قَالَ يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ—وَصَفَ يَحْيٰى: اَلْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمَفْصِلِ﴾ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶)

〈ت〉 حضرت ہلب طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی داہنی اور بائیں جانب سلام پھیرتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے سینہ مبارک پر رکھے ہوئے ہیں۔ یحییٰ بن سعید قطان نے کہا کہ اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر کلائی کے اوپر رکھے ہوئے ہیں۔

سماک بن حرب فن جرح وتعدیل کی روشنی میں

سماک بن حرب مجروح راوی ہے۔ حضرت ہلب طائی رضی اللہ عنہ کی حدیث، سماک بن حرب سے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے۔ ہمارے علم کے مطابق ایک روایت کے علاوہ کسی روایت میں ''علیٰ صدرہ'' کا اضافہ موجود نہیں۔ الفاظ حدیث پر غور کرنے سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ یہ اضافہ تحریف کی وجہ سے واقع ہوا ہے۔ نسخہ لکھنے والے نے کسی سبب سے ایسا لکھ دیا۔ اولاً سماک بن حرب سے متعلق کلام کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد تحریف کا بیان آئے گا۔

(۱) حافظ عبد اللہ بن عدی جرجانی (۲۷۷ھ-۳۶۵ھ) نے لکھا: ﴿عن ابن المبارک عن سفیان الثوری قال: سماک بن حرب ضعیف ...عن ابن ابی مریم قال سمعت

یحي يقول:سماک بن حرب ثقة و کان شعبة يضعفه و کان يقول فی التفسير عکرمة- ولو شئت ان يقول له ابن عباس لقاله-قال يحيى بن معين -و کان شعبة لا يروى تفسيره الا عن عکرمة﴾(الکامل ج۳ص۴۶۱)

(۲)خطیب ولی الدین تبریزی (م۷۴۱ھ) نے سماک بن حرب کے بارے میں لکھا:

﴿ثقة ساء حفظه وضَعَّفَه ابن المبارک وشعبة وغيرهما-مات سنة ثلاث وعشرين ومائة﴾(اکمال فی اسماء الرجال ص۵۹۹)

(۳)حافظ ذہبی نے سماک بن حرب کے بارے میں لکھا:﴿روى ابن المبارک عن سفيان انه ضعيف ...... روى احمد بن ابی مريم عن يحيٰى:سماک ثقة کان شعبة يضعفه....وقال احمد:سماک مضطرب الحديث... وقال ابو حاتم: ثقة صدوق وقال:صالح جزرة يضعف-وقال النسائی:اذا انفرد باصل لم يکن بحجة لانه کان يلقن فيتلقن-قال ابن عمار:کان يغلط ويختلفون فی حديثه -وقال العجلی:جائز الحديث،کان الثوری يضعفه قليلًا-وقال ابن المدينی: روايته عن عکرمة مضطربة..... وقال يعقوب بن شيبة:هو فی غير عکرمة صالح وليس من المتثبتين﴾(میزان الاعتدال ج۲ص۲۳۳)

(۴)حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے لکھا:﴿صدوق وروايته عن عکرمة خاصة مضطربة-وقد تغير باٰخرة فکان ربما تلقن﴾(تقریب التہذیب ج۱ص۳۹۴)

توضیح:امام نسائی نے سماک بن حرب کے بارے میں کہا کہ سماک کسی روایت میں منفرد ہو جائیں تو اس روایت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔حضرت ہلب طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ضعیف ہے۔صرف سماک بن حرب سے ہی مروی ہے اور یہ حدیث غریب ہے۔بوقت انفراد سماک بن حرب کی روایت قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تلقین قبول کیا کرتے تھے اور تلقین قبول کرنے والے کی روایت غیر مقبول ہوتی ہے۔

خطیب بغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) نے ''باب رد حدیث من عرف بقبول التلقین'' میں لکھا:

﴿قال یحیی بن سعید: اذا کان الشیخ اذا لقنته، قبل ذلک، فذاک بلاء﴾

(الکفایۃ فی علم الروایہ ص۱۸۱)

〈ت〉 یحییٰ بن سعید قطان نے کہا کہ جب شیخ ایسا ہو کہ جو کچھ اسے تلقین کیا جائے تو اسے وہ بلا تحقیق قبول کر لے تو یہ ایک آفت ہے۔

﴿التلقین صورته ان یلقن الشئ فیحدث به من غیر ان یعلم انه من حدیثه﴾

(حاشیۃ الکامل فی ضعفاء الرجال ج۱ص۳۱)

〈ت〉 تلقین کی صورت یہ کہ کوئی چیز تلقین کی جائے، پس اسے وہ بیان کر دے۔ یہ تصدیق کیے بغیر کہ یہ تلقینی کلمات اس کی حدیث کے ہیں۔

مذہب سفیان ثوری

یہ حدیث بھی حضرت سفیان ثوری کی سند سے مروی ہے اور سفیان ثوری کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھا جائے، یعنی راوی خود اپنی روایت کردہ حدیث پر عامل نہیں۔ مؤمل بن اسماعیل کی حدیث بھی سفیان ثوری سے مروی ہے۔ چونکہ دونوں حدیثوں کے بعض راوی مجروح ہیں اور اس درجہ تک مجروح ہیں کہ ان کی روایتیں نا قابل استدلال قرار پاتی ہیں۔ گرچہ متذکرہ بالا راویوں کی تعدیل بھی بعض ائمہ سے وارد ہے، لیکن جب جرح وتعدیل جمع ہو جائیں تو علمائے حدیث ''جرح'' کو مقدم قرار دیتے ہیں۔

احکام جرح وتعدیل

(۱) حافظ ابو بکر خطیب بغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) نے رقم فرمایا:

﴿اتفق العلماء علٰی ان من جرحه الواحد والاثنان وعَدَّلَهٗ مثلُ عَدَدِ مَنْ جرحه فان الجرح به اولٰی-والعلة فی ذلک ان الجارح یخبر عن امر باطن قد علمه

ویصدق المعدِّلَ ویقول له: قد علمتُ من حاله الظاهرة ما علمتَها وتفردتُ بعلم لَمْ تَعْلَمْه من اختبار امره-واخبار المعدِّلِ عن العدالة الظاهرة لاینفی صدق قول الجارح فیما اخبر به فوجب لذلک ان یکون الجرح اولٰی من التعدیل ﴾ (الکفایۃ فی علم الروایہ ص۱۳۲)

﴿ت﴾ علما اس پر متفق ہیں کہ جس پر ایک یا دو نے جرح کیا ہو، اور جرح کرنے والوں کی تعداد کے برابر نے اس کی تعدیل کی ہو تو جرح راجح ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ صاحب جرح پوشیدہ امر کے بارے میں خبر دے رہا ہے، جسے وہ جانتا ہے، اور صاحب تعدیل کی تصدیق کر رہا ہے اور اس کو کہہ رہا ہے کہ میں اس کا ظاہری حال جانتا ہوں، جو آپ جانتے ہیں اور میں ایک علم میں منفرد ہوں جو آپ نہیں جانتے ہیں، یعنی اس کے معاملے کی تفتیش، اور صاحب تعدیل کا اس کی عدالت ظاہرہ کے بارے میں خبر دینا صاحب جرح کے اس قول کے صدق کے منافی نہیں ہے جو وہ بتا رہا ہے، پس اس وجہ سے ضروری ہوا کہ جرح تعدیل سے راجح ہو۔

(۲) حافظ ابن صلاح شافعی (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے لکھا: ﴿**اذا اجتمع فی شخص جرح وتعدیل-فالجرح مقدم-لان المعدل یخبر عما ظهرمن حاله والجارح یخبرعن باطن خفی علَی المعدل فان کان عدد المعدلین اکثر-فقد قیل التعدیل اولٰی-والصحیح والذی علیه الجمهور ان الجرح اولٰی لما ذکرناه والله اعلم**﴾ (مقدمۃ ابن صلاح ص۵۲)

﴿ت﴾ جب ایک شخص کے بارے میں جرح وتعدیل جمع ہو جائے تو جرح مقدم ہے، اس لیے کہ صاحب تعدیل اس راوی کے ظاہری حال کی خبر دیتا ہے اور صاحب جرح اس کے باطنی حال کی خبر دیتا ہے جو صاحب تعدیل پر پوشیدہ رہ گیا، پس اگر اصحاب تعدیل کی تعداد زیادہ ہو تو ایک قول ہے کہ تعدیل راجح ہے، اور صحیح قول، جس پر جمہور محدثین ہیں کہ جرح راجح ہے، اس کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا: واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مجدد صدی دہم امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿(واذا اجتمع فیه)ای الراوی(جرح)مفسر(وتعدیل فالجرح مقدم)ولو زاد عدد المعدِّل-هذا هو الاصح عند الفقهاء والاصولیین-ونقله الخطیب عن جمهور العلماء-لان مع الجارح زیادة علم لم یطلع علیها المعدل-ولانه مصدق للمعدل فیما اخبربه عن ظاهر حاله الا انه یخبرعن امرباطن خفی عنه﴾

(تدریب الراوی ج۲ص۵۲۰)

〈ت〉 جب راوی کے بارے میں جرح مفسر اور تعدیل جمع ہو جائے تو جرح مقدم ہے، اگر چہ اہل تعدیل کی تعداد زیادہ ہو۔یہی فقہا اور علمائے اصول کے یہاں صحیح ترین مسلک ہے، اور اسی کو خطیب بغدادی نے جمہور علما سے نقل کیا ہے، اس لیے کہ اہل جرح کو زیادہ علم ہے، جس پر اہل تعدیل کو اطلاع نہیں، اور اس لیے کہ صاحب جرح ظاہری حال سے متعلق اہل تعدیل کی خبر کی تصدیق کر رہا ہے، ساتھ ہی وہ صاحب تعدیل سے مخفی رہ جانے والے امر باطن کی خبر دے رہا ہے۔

تصحیف وتحریف

سماک بن حرب کی اس روایت میں تحریف کا بھی اندیشہ ہے۔علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ ایک یا چند حرفوں میں نقطوں کی وجہ سے تبدیلی ہو جائے تو تصحیف ہے، اور اگر شکل میں کچھ تغیر واقع ہو جائے تو تحریف ہے۔

﴿او ان کانت المخالفة بتغییر حرف اوحروف مع بقاء صورة الخط فی السیاق فان کان ذلک بالنسبة الی النقط فالمصحف وان کان بالنسبة الی الشکل فالمحرف﴾ (نخبۃ الفکر ص ۶۵-الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

〈ت〉 اگر سیاق لفظ میں صورت خط کے باقی رہنے کے ساتھ ساتھ ایک حرف یا چند حروف کی تبدیلی کے ذریعہ مخالفت ہو تو اگر یہ تبدیلی نقطوں کی وجہ سے ہو تو مصحف ہے، اور اگر شکل کی طرف

نسبت کرتے ہوئے ہوتو محرف ہے۔

توضیح:ظہیر احسن شوق نیموی بہاری نے سماک بن حرب کی روایت کے بارے میں لکھا کہ ''ھٰذ ہ علیٰ صدرہ'' کاتب کی جانب سے تحریف ہے اور صحیح عبارت ''ھٰذ ہ علیٰ ھٰذ ہ'' ہونی چاہئے، کیوں کہ سماک بن حرب کی دیگر روایات میں ''واضعًا یمینہ علیٰ شمالہ'' اور ''فیاخذ شمالہ بیمینہ'' کا لفظ وارد ہے اور ''ھذ ہ علیٰ صدرہ'' کہنے سے صرف ایک ہاتھ کا ذکر آتا ہے کہ اسے سینے پر رکھا۔ ''ھٰذ ہ'' اسم اشارہ کا صیغہ واحد ہے اور صیغہ واحد سے صرف ایک ہاتھ کی جانب اشارہ ہوتا ہے، دوسرے ہاتھ کا تذکرہ نہیں ہو پاتا ہے۔ جبکہ یحییٰ بن سعید قطان کی تشریح ''الیمنیٰ علی الیسریٰ'' دونوں ہاتھ کو شامل ہے یعنی روایت کا متن صرف ایک ہاتھ کی کیفیت کو بتا رہا ہے اور دوسرا ہاتھ سینہ پر رکھا جائے گا، یا اس کا ارسال کیا جائے گا، متن روایت اس سے خاموش ہے۔ جبکہ یحییٰ بن سعید قطان کی تشریح دونوں ہاتھ کے اعتبار سے ہے۔ متن وشرح کی عدم موافقت بھی حدیث میں تحریف کو ثابت کررہی ہے اور اگر متن صحیح ہے تو تشریح اس طرح ہونی چاہئے۔ ''الیمنیٰ علیٰ صدرہ'' یا ''الیسریٰ علیٰ صدرہ''۔ لیکن شرح میں ''صدرہ'' کی کوئی تشریح نہیں، بلکہ شرح حدیث میں ''فوق المفصل'' کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ ''علیٰ صدرہ'' کا لفظ متن میں نہیں ہے۔

ظہیر احسن نیموی بہاری نے لکھا:﴿**ویقع فی قلبی ان ھٰذا تصحیف من الکاتب و الصحیح "یضع ھٰذہ علی ھٰذہ" فیناسبہ قولہ:" وصف یحیی "الیمنٰی علَی الیسرٰی فوق المفصل– ویوافقہ سائر الروایات ولعل بھذا الوجہ لم یخرجہ الھیثمی فی مجمع الزوائد والسیوطی فی جمع الجوامع وعلی المتقی فی کنز العمال**﴾ (بذل المجہود شرح ابی داؤد ج۴ ص۴۸۴)

〈ت〉 ہمارے دل میں گذرتا ہے کہ یہ کاتب کی تصحیف ہے، اور صحیح ہے: ''ہذہ علیٰ ہذہ''- پس اس کے موافق ہوگا راوی کا قول: ''وصف یحییٰ، الیمنی علی الیسری فوق المفصل''، اور تمام روایات اس کے موافق ہوجائیں گی، اور شاید اسی (تصحیف) کی وجہ سے حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اور

امام سیوطی نے جمع الجوامع میں اور علی متقی برہانپوری نے کنز العمال میں اس کی تخریج نہیں کی۔

توضیح: اگر اس روایت میں ''ھٰذہ علیٰ ھٰذہ'' کا لفظ تسلیم کرلیا جائے تو یہ روایت، سماک بن حرب کی دیگر تمام روایات کے موافق ہو جائے گی اور شاید اسی تحریف کے اندیشے کے پیش نظر حافظ ہیثمی (۷۳۵ھ-۸۰۷ھ) نے مجمع الزوائد میں، امام سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے جمع الجوامع میں اور محدث ہند علی متقی برہانپوری (۸۸۵ھ-۹۷۵ھ) نے کنزل العمال میں اس روایت کو درج نہ کیا، حالانکہ امام سیوطی نے جمع الجوامع میں تمام احادیث کو حتی الامکان جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور کنز العمال درحقیقت جمع الجوامع اور امام سیوطی کی الجامع الصغیر کی ترتیب جدید ہے۔ اگر ''ھٰذہ علیٰ صدرہ'' کا لفظ صحیح ہوتا تو ان کتابوں میں اس کا اندراج ہونا چاہئے تھا۔

فصل چہارم

حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

امام بیہقی نے لکھا: ﴿رَوٰی اَبُوْدَاوُدَ فِی الْمَرَاسِیْلِ عَنْ اَبِی تَوْبَۃَ عَنِ الْھَیْثَمِ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ مُوْسٰی عَنْ طَاؤُوسٍ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضَعُ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِہِ الْیُسْرٰی وَیَشُدُّھُمَا عَلٰی صَدْرِہٖ وَھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ﴾

(معرفۃ الآثار والسنن ج ا ص ۴۹۹-مراسیل ابی داؤد ص ۶)

﴿ت﴾ حضرت طاؤس تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھتے، اور ان دونوں کو اپنے سینہ پر رکھتے۔

توضیح: اس حدیث کے راویوں میں سے ہیثم بن حمید، ثور بن یزید ابو خالد حمصی اور سلیمان بن موسیٰ اموی دمشقی ابن اشدق مجروح ہیں، نیز یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حدیث بہت سے فقہا کے یہاں قابل استدلال نہیں۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں بھی صرف چند مخصوص تابعین کی مرسل روایات قابل استدلال ہیں۔

(۱)ہیثم بن حمید الغسانی

(۱)حافظ ذہبی نے ہیثم بن حمید غسانی کے بارے میں لکھا:﴿ قال ابو داؤد:ثقة قدری وقال ابو مسهر الغسانی:ضعیف قدری﴾(میزان الاعتدال ج۴ص۳۲۱)

(۲)حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا:﴿قال ابو داؤد:قدری ثقة وقال النسائی:لیس به بأس وقال معاویة بن صالح قال لی ابومسهر:کان ضعیفًا قدریًا—وقال محمد بن اسحق الصنعانی عن ابی مسهر ثنا الهیثم بن حمید وکان ضعیفًا—قال ابو بکر بن ابی خیثمة،اخبرنی ابو محمد التیمی—ثنا ابو مسهر ثنا الهیثم بن حمید وکان صاحب کتب—ولم یکن من الاثبات ولا من اهل الحفظ وقد کنت امسکت عن الحدیث عنه استضعفته﴾(تہذیب التہذیب ج۷ص۱۰۳)

(۳)حافظ عسقلانی نے لکھا:﴿قال ابو داؤد:قدری ثقة﴾(لسان المیزان ج۷ص۴۲۲)

(۴)حافظ عسقلانی نے لکھا:﴿صدوق،رمی بالقدر﴾(تقریب التہذیب ج۲ص۲۷۶)

توضیح:بعض محدثین نے اسے قدری،بعض نے ثقہ اور بعض نے ضعیف کہا ہے اور یہ قوی حافظہ والا نہ تھا۔محدث ابومسہر غسانی ان سے حدیث لینے سے پرہیز کرتے تھے۔

(۲)ثور بن یزید ابو خالد حمصی

(۱)حافظ ابن عدی جرجانی نے لکھا:﴿عن ثور بن یزید:انا قدری﴾(الکامل ج۲ص۱۰۲)

(۲)حافظ ذہبی نے لکھا:﴿قال ابن المبارک:سألت سفیان عن الاخذ عن ثور فقال:خذوا عنه واتقوا قرنیه وکان ضمرة یحکی عن ابن ابی ورّاد انه کان اذا اتاه من یرید الشام قال:ان بها ثورًا فاحذر،لا ینطحک بقرنیه—قال احمد بن حنبل:کان ثور یری القدر وکان اهل حمص نفوه واخرجوه وقال ابو مسهر عن عبد اللّٰه بن سالم قال:ادرکت اهل حمص وقد اخرجوا ثورًا واحرقوا داره لکلامه فی القدر—وقال الولید،قلت للاوزاعی:حدثنا ثور بن یزید فقال لی

فعلتها وقال سلمة بن العيّار-كان الاوزاعی سیئ القول فی ثور وابن اسحاق و زرعة بن ابراهیم﴾ (میزان الاعتدال ج۱ص۳۷۴)

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے لکھا:

﴿ثقة ثبت الا انه یری القدر﴾ (تقریب التہذیب ج۱ص۱۵۱)

توضیح: ثور بن یزید اہل بدعت میں سے تھا، قدری خیالات کا معتقد تھا۔ اہل حمص، اس کا گھر اس کی بدعت کی وجہ سے جلا ڈالے اور اسے شہر بدر کر دیئے۔ امام اوزاعی، ثور بن یزید پر جرح کرتے۔ ابن ابی وراد کہا کرتے کہ ملک شام میں ایک بیل ہے پس اس سے بچو، کہیں وہ تمہیں اپنی سینگوں سے کچل نہ دے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ثور، قدری عقائد رکھتا تھا۔

(۳) سلیمان بن موسیٰ اموی دمشقی ابن الاشدق

(۱) امام بخاری نے لکھا: ﴿ادرکہ ابن عیینة بمکة-وخرج ولم یسمع منه....و عنده مناکیر﴾ (التاریخ الکبیر ج۴ص۳۹)

(۲) حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿سمعت ابی یقول: سلیمان بن موسی بن الاشدق محله الصدق وفی حدیثه بعض الاضطراب﴾ (کتاب الجرح والتعدیل ج۴ص۱۴۲)

(۳) حافظ شمس الدین ذہبی نے لکھا: ﴿قال البخاری: سمع من عطاء وعمرو بن شعیب-عنده مناکیر-قال ابو حاتم: محله الصدق وفی حدیثه بعض الاضطراب وقال النسائی: لیس بالقوی﴾ (میزان الاعتدال ج۲ص۲۲۵)

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے لکھا: ﴿صدوق فقیه، فی حدیثه بعض لین وخولط قبل موته بقلیل﴾ (تقریب التہذیب ج۱ص۳۹۳)

توضیح: امام بخاری نے تحریر فرمایا کہ ابن اشدق کی بعض حدیثیں منکر بھی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ موت سے کچھ پہلے اختلاط کے شکار ہو گئے تھے، اوران کی روایت میں کچھ

عیب بھی ہے۔حافظ ابوحاتم رازی نے کہا کہ اس کی حدیث میں کچھ اضطراب ہے۔امام نسائی نے کہا کہ ابن اشدق قوی راوی نہیں ہے۔

جب اس مرسل حدیث کے تین راوی مجروح ہیں تو یہ حدیث نہ صحیح ہوسکتی، نہ ہی حسن لذاتہ ، کیوں کہ صحیح اور حسن میں راوی کے صرف تام الضبط اور خفیف الضبط ہونے کا فرق ہے۔بقیہ تمام صفات یکساں ہونی چاہئے۔سلیمان بن اشدق خفیف الضبط کی حد سے بھی فروتر ہیں۔ایسی صورت میں یہ روایت صحیح یا حسن لذاتہ نہیں ہوسکتی۔اسی طرح صحیح یا حسن لذاتہ ہونے کے لیے حدیث کا متصل ہونا بھی ضروری ہے۔یہ حدیث مرسل ہے،یعنی غیر متصل ہے۔

حدیث صحیح کی تعریف

(۱)علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا:﴿**وخبر الآحاد بنقل عدل تام الضبط متصل السند غیر معلل و لا شاذ،هو الصحیح لذاته**﴾(نخبۃ الفکر ص۲۴-الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

(۲)﴿**فان خف الضبط فهو حسن لذاته**﴾(نخبۃ الفکر ص۳۲-الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

(۳)علامہ ابن حجر عسقلانی نے حسن لذاتہ کی وضاحت میں تحریر فرمایا:

﴿**والمراد مع بقية الشروط المتقدمة فی حد الصحيح**﴾ (نخبۃ الفکر ص۳۲)

توضیح:خبر واحد، عادل،تام الضبط راوی کی نقل کے ساتھ متصل السند،غیر معلل اور غیر شاذ ہو تو وہ صحیح لذاتہ ہے،اور اگر ضبط (حفظ حدیث) میں کچھ کمی ہو،اور حدیث صحیح کی باقی تمام شرطیں پائی جائیں تو وہ حسن لذاتہ ہے۔

اجماع مرکب سے انحراف جائز نہیں

نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب ماقبل میں بیان ہو چکے ہیں۔ائمہ اربعہ میں سے کسی نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قول نہیں کیا۔تیسری صدی عیسوی سے تمام مسلمانوں کا مذاہب اربعہ پر اتفاق واجماع ہو چکا ہے۔ایسی صورت میں ایک جدید قول پیش کرنا اجماع

مرکب سے انحراف کرنا ہے، اور یہ جائز نہیں۔

سینہ پر ہاتھ باندھنے سے متعلق جو روایات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے کوئی روایت صحیح یا حسن نہیں۔ وہ تمام روایتیں ضعیف ہیں۔ سلفی جماعت ہم سے صحاح ستہ سے دلیل طلب کرتی ہے۔ اپنے معاملات میں اس نظریہ سے کیوں نیچے اتر پڑے؟ وہ بھی صحاح ستہ سے دلیل لائیں؟

خاتمہ

وہابیہ کی معتمد کتابیں

وہابیت کا خمیر، مختلف باطل نظریات اور گمراہ کن عناصر سے تیار کیا گیا۔ ابن عبد الوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) نے داؤد بن علی ظاہری (۲۰۲ھ-۲۷۰ھ) ابن حزم اندلسی ظاہری (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) ابن قیم جوزیہ (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) وغیرہ کے مبنی بر ضلالت افکار وخیالات کو یکجا کر کے ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اب اس کے اثرات بد اس کے متبعین میں بدرجہ اتم پائے جا رہے ہیں۔ داؤد ظاہری قیاس شرعی کو ادلہ شرعیہ میں شمار نہیں کرتا تھا۔ یہی حال آج کے وہابیہ کا ہے کہ قیاس کے منکر ہو گئے۔ محض قرآن وحدیث ان کے لیے دلیل شرعی ہے۔

ابن تیمیہ نے اجماع امت کی ایسی تاویل باطل کی کہ وہ تاویل، اجماع امت کے انکار کے قریب ہے۔ وہابیہ بھی اسی راہ پر چل پڑے۔ ابن تیمیہ مجتہدین اربعہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی وامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجماع کو بھی اجماع نہیں کہتا ہے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۱۰)

ابن تیمیہ وابن قیم کی کتابیں وہابیہ کے لیے سرمایہ دین وایمان بن گئی ہیں۔ اپنے گمراہ کن نظریات کے مطابق قرآن وحدیث کی تاویل باطل کرنا ان کا شعار ہے، اور ان کا ہمیشہ یہی دعویٰ رہتا ہے کہ ہم قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں اور حنفی وشافعی، مالکی وحنبلی اپنے ائمہ کے

اقوال پر عمل کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے والوں کو سارا عالم اسلام گمراہ کیوں کہتا ہے؟ درحقیقت یہ وہابیہ اپنے گمراہ کن عقائد ومسائل کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآن وحدیث کا سہارا لیتے ہیں اور علمائے دین، ان وہابیہ کی دینی وعلمی خیانتوں کو برسرعام اجاگر کردیتے ہیں۔اسی طرح ہر عہد میں رد وابطال ہوتا آیا ہے۔حدیث نبوی میں ہے۔

﴿عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعُذَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَ اِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَاوِيلَ الْجَاهِلِينَ﴾ (البیہقی فی المدخل-مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶)

〈ت〉 حضور اقدس سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بعد میں آنے والی جماعت میں سے اس کے معتبر لوگ اس علم (علوم دینیہ) کو حاصل کریں گے۔ یہ لوگ اس علم شریعت سے بدعتیوں کی تحریف اور باطل پرستوں کے دعویٰ کاذب اور جاہلوں کی (غلط) تاویل کو دور کریں گے۔

فکر وہابیت کا بڑھتا قدم ابن تیمیہ وابن قیم کی طرف ہی جاتا ہے۔سلفیوں کے مجتہد اکبر عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (۱۹۱۲ء-۱۹۹۹ء) نے وہابیہ کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا:

﴿وانصح لجميع العلماء بان يعنوا بمراجعة الكتب الاسلامية المعروفة حتى يستفيدوا منها وكتب السنة مثل الصحيحين وبقية الكتب الستة ومسند الامام احمد ومؤطاء امام مالک وغيرها من كتب الحديث المعتمدة وكتب التفسير المعتمدة كتفسير ابن حرير وابن كثير والبغوى ونحوهم من اهل السنة كما اوصى بكتب شيخ الاسلام ابن تيمية وابن القيم وغيرهما من كتب علماء السنة كما اوصى اخوانى قبل ذلک كُلِّهِ بقرأة كتاب اللّٰه وتدبره فهو اصدق كتاب واشرف كتاب﴾ (فتاویٰ علماء البلد الحرام ص ۴۱۵-مؤسسۃ الجریسی ریاض)

〈ت〉میں تمام علما کو نصیحت کرتا ہوں کہ مشہور اسلامی کتابوں کی جانب رجوع کا اہتمام کریں، تاکہ اس سے استفادہ کر سکیں اور کتب ستہ کی جانب رجوع کا جیسے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم اور کتب ستہ میں سے باقی کتابیں اور مسند امام احمد بن حنبل اور مؤطا امام مالک اور اس کے علاوہ حدیث کی معتمد کتابوں کی طرف اور تفسیر کی معتمد کتابیں جیسے تفسیر ابن جریر طبری اور تفسیر ابن کثیر اور تفسیر بغوی اور اس جیسی اہل سنت کی (دیگر) تفسیروں کی طرف (رجوع کا اہتمام کریں) جیسا کہ میں انہیں ابن تیمیہ اور ابن قیم اور ان کے علاوہ علمائے سنت کی کتابوں کی وصیت کرتا ہوں جیسا کہ میں اپنے بھائیوں کو ان تمام کتابوں سے پہلے قرآن پاک پڑھنے اور اس میں تدبر کرنے کی وصیت کرتا ہوں، پس قرآن سب سے سچی کتاب اور سب سے بزرگی والی کتاب ہے۔

صحاح ستہ سے طلب دلیل

عام طور پر وہابیہ دلیل کے لیے صحاح ستہ کی حدیث کے طلبگار ہوتے ہیں، حالانکہ محدث وہابیہ البانی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) نے صحاح ستہ کی بے شمار حدیثوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔ عمل کے لیے حدیث کا صحیح یا حسن ہونا کافی ہے۔ صحاح ستہ میں حدیث کا موجود ہونا ضروری نہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا: ﴿**انهم متفقون علىٰ وجوب العمل بكل ما صح ولو لم يخرجه الشيخان فلم يبق للصحيحين فى هذا مزية**﴾ (نخبۃ الفکر ص ۲۰)

〈ت〉محدثین ہر صحیح حدیث کے واجب العمل ہونے پر متفق ہیں۔ گرچہ امام بخاری وامام مسلم نے اس حدیث کی تخریج نہ کی ہو۔ عمل کے باب میں بخاری یا مسلم کو خصوصیت حاصل نہیں۔

توضیح: جب حدیث پر عمل کرنا ممکن ہو تو حدیث کو چھوڑ کر قیاس سے مسائل کا استنباط نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہاں، عمل کے لیے حدیث کا قابل استدلال ہونا ضروری ہے، یعنی وہ حدیث صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ یا حسن لغیرہ ہو۔

مجدد صدی دہم محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے لکھا:

﴿**الاحتجاج فى الاحكام بالخبر الصحيح مجمع عليه وكذلك بالحسن**

لذاته عند عامة العلماء وهو ملحق بالصحيح فی باب الاحتجاج وان کان دونه فی المرتبة–والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغیره ایضًا مجمع علیه–وما اشتهر ان الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال، لافی غیرها–المراد مفرداتها، لامجموعها–لانه داخل فی الحسن لا فی الضعیف–صرح به الائمة﴾ (مقدمہ مشکوٰۃ المصابیح ص٦)

﴿ت﴾ احکام میں خبر صحیح سے استدلال کرنا متفق علیہ ہے، اوراسی طرح عام علما کے یہاں حسن لذاتہ سے (استدلال کرنا متفق علیہ ہے) اور یہ باب استدلال میں صحیح کے ساتھ ملحق ہے، اگر چہ رتبہ میں اس سے کم ہو، اور حدیث ضعیف جو متعدد اسانید کے سبب حسن لغیرہ کے رتبہ تک پہنچ جائے، اس سے استدلال بھی متفق علیہ ہے، اور جو مشہور ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے، اس کے علاوہ میں نہیں، مراد حدیث ضعیف کی منفرد روایتیں ہیں، مجموعی روایات نہیں، اس لیے کہ مجموعہ حسن میں داخل ہیں، ضعیف میں نہیں۔ ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی۔

قرآن مجید نے قول نبوی کو وحی الٰہی قرار دیا اور قول مصطفوی پر عمل کا حکم دیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی: اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ (سورہ نجم: آیت ٣، ٤)

﴿مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (سورہ حشر: آیت ٧)

حدیث نبوی قابل عمل سند کے ساتھ جہاں کہیں بھی ملے، اسے قبول کیا جائے گا۔ صحاح ستہ میں ہونا ضروری نہیں۔ عہد ماضی سے امت مسلمہ اسی طریق کار پر عمل پیرا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو فکر سلیم وعمل صالح کی توفیق عطا فرمائے، اور مذہب حق مسلک اہل سنت و جماعت پر استقامت عطا فرمائے: آمین بحرمۃ النبی الامین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ اجمعین

☆☆☆☆☆

رسالہ دوم

مساجد میں عورتوں کی حاضری ناجائز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

مقدمہ

حالات زمانہ اس قدر خراب ہو چکے ہیں اور سلفی جماعت عورتوں کو مساجد میں پانچوں وقت کی نماز میں حاضر ہونے کی اجازت دے رہی ہے۔سلفی جماعت کے قائدین اس کے مفاسد پر غور کرنے راضی نہیں۔احادیث نبویہ کی توضیح وتشریح میں بھی علمی امانت داری کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔یہ شکایت اسی مسئلہ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ سلفی لوگ احادیث طیبہ کی من چاہی تفسیر میں ماہر ہیں۔یہ لوگ اپنی توضیحات وتشریحات کو فقہا ومحدثین کی تشریحات پر فوقیت و ترجیح دیتے ہیں۔عورتوں کو مساجد میں حاضری کی اجازت بھی اسی فکر باطل کا غلط نتیجہ ہے۔

باب اول میں وہ احادیث مقدسہ رقم کی گئی ہیں،جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو مسجد جانے کی اجازت دی جائے ،اسی طرح ممانعت کی حدیثیں بھی تحریر کی گئی ہیں۔حسب ضرورت توضیح وتشریح بھی کی گئی ہے۔باب دوم میں فقہائے اسلام کے اقوال وفرمودات نقل کیے گئے ہیں۔خاتمہ میں قول مرجوح پر عمل کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ بلاضرورت قول مرجوح پر عمل جائز نہیں: وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

باب اول

حضور اقدس سرور کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں بھی صرف فجر وعشا

کی نماز میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی۔آج کل جس طرح وہابی عورتیں پانچوں وقت مسجدوں میں آمد ورفت کرتی ہیں، خیر القرون میں بھی یہ رواج نہیں تھا، جب کہ آج کا ماحول فتنہ وفساد سے بھرا ہوا ہے۔اگر وہابیوں میں سے کسی کو حدیث کا علم ہے تو صحاح ستہ یا کسی مشہور ومعتبر مجموعہ حدیث سے کوئی ایک حدیث بھی پیش کرے، جس میں ظہر،عصر اور مغرب کی جماعت میں عورتوں کی حاضری کا تذکرہ صراحتاً ہو۔

امام بخاری نے ''باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس'' میں درج ذیل حدیث رقم کیا:

(۱)﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِذَا اِسْتَاذَنَکُمْ نِسَائُکُمْ بِاللَّیْلِ اِلَی الْمَسْجِدِ فَاْذِنُوا لَھُنَّ﴾(صحیح بخاری ج۱ص۱۱۹،۱۲۳)

〈ت〉حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہاری عورتیں تم سے رات کو مسجد کی اجازت طلب کریں تو انہیں اجازت دیدو۔

(۲)﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:لاَ تَمْنَعُوا النِّسَاءَ مِنَ الْخُرُوجِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِاللَّیْلِ-الحدیث﴾(صحیح مسلم ج۱ص۱۸۳-سنن ترمذی ج۱ص۱۲۷-سنن ابی داؤد ص۸۴-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۳۲۰)

〈ت〉حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں کو رات میں مساجد جانے سے مت روکو۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے لکھا:﴿(فی اللیل) کذا بھذا القید فی روایۃ مسلم وغیرہ-وقد اختلف فیہ علی الزھری عن سالم ایضًا فاوردہ البخاری فی باب استئذان المرأۃ زوجھا بالخروج الی المسجد بغیر تقیید باللیل وکذلک مسلم من روایۃ یونس بن یزید واحمد من روایۃ عقیل والسراج من روایۃ الاوزاعی-کلھم عن الزھری بغیر ذکر اللیل وقد قلنا:ان المطلق فی ذلک محمول علی المقید﴾(عمدۃ القاری ج۶ص۱۵۷)

﴿ت﴾ (رات میں) اسی طرح رات کی قید کے ساتھ صحیح مسلم وغیرہ کی روایت ہے۔اوراس باب میں زہری عن سالم سے اختلاف بھی ہوا ہے، پس امام بخاری نے ''باب استئذ ان المرأۃ زوجہا بالخروج الی المسجد'' میں رات کی قید کے بغیر روایت کیا اوراسی طرح امام مسلم نے یونس بن یزید کی روایت سے، اورامام احمد بن حنبل نے عقیل اور سراج کی روایت امام اوزاعی سے (بیان کیا) ۔یہ تمام امام ابن شہاب زہری سے رات کے ذکر کے بغیر روایت کرتے ہیں اور ہم نے بیان کردیا ہے کہ اس باب میں مطلق، مقید پر محمول ہے۔

توضیح:عورتوں کوصرف رات کی نماز میں حاضر ہونے کی اجازت ہے اور مطلق حدیث (یعنی جس میں رات کا ذکر نہیں ہے) مقید حدیث (جس میں رات کا ذکر ہے) پر محمول ہے اوراس زمانے میں فتنہ کی وجہ سے رات کو بھی اجازت نہیں ہے۔

(۳)﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: کَانَتْ اِمْرَأَۃٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلَاةَ الصُّبْحِ وَالعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ-قِيْلَ لَهَا:لِمَ تَخْرُجِيْنَ وَقَدْ تَعْلَمِيْنَ اَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذٰلِکَ وَيَغَارُ-الحديث﴾ (صحیح بخاری ج۱ص۱۲۳-مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۸۳-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۳ص۳۲۰)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بیوی نماز فجر ونماز عشا کی جماعت میں مسجد حاضر ہوتیں۔ان سے کہا گیا کہ آپ کیوں (مسجد) جاتی ہیں، حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ناپسند فرماتے ہیں اور وہ غیرت محسوس کرتے ہیں۔

توضیح: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بیوی عاتکہ بنت زید نے پیغام نکاح کے وقت ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسجد میں حاضریٔ جماعت کی شرط کرلیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ناپسند کرتے ہوئے بھی اس شرط کو قبول فرمالیا اور چونکہ اس عہد میں بھی صرف فجر وعشا میں عورتیں مسجد جاتی تھیں،اس لیے یہ بھی صرف فجر وعشا

ہی میں مسجد جاتی تھیں۔

شارح بخاری امام شہاب الدین قسطلانی شافعی مصری (۸۵۱ھ-۹۲۳ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿(کانت امرأة لعمر)هی عاتكة بنت زيد بن عمرو بن نفيل اخت سعيد احد العشرة المبشرة-وكانت تخرج الى المسجد فلما خطبها عمر شرطت عليه ان لا يمنعها من المسجد فاجابها علىٰ كرهٍ منه﴾ (ارشادالساری ج۲ص۶۴۳)

﴿ت﴾ (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بیوی) وہ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل ،حضرت سعید یکے از عشرہ مبشرہ کی بہن ہیں۔وہ (نماز کے لیے) مسجد جاتی تھیں تو جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں نکاح کا پیغام دیا تو وہ ان پر شرط لگائیں کہ وہ انہیں مسجد سے نہیں روکیں گے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ناپسندیدگی کے باوجود قبول فرمالیا۔

قرون اولیٰ میں عورتوں کو مسجدوں سے روکنا

(۱)﴿عَنْ اُمِّ حُمَيْدٍ اَنَّهَا قَالَتْ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اِنَّا نُحِبُّ الصَّلَاةَ تَعْنِي مَعَكَ، فَيَمْنَعُنَا اَزْوَاجُنَا-فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:صَلَاتُكُنَّ فِي بُيُوتِكُنَّ خَيْرٌمِنْ صَلَاتِكُنَّ فِي دُوْرِكُنَّ-وَصَلَاتُكُنَّ فِي دُوْرِكُنَّ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكُنَّ فِي مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۳۲۱)

﴿ت﴾ حضرت ام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہیں اور ہمارے شوہر ہمیں روکتے ہیں، پس حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا، تمہارے اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا گھر میں نماز پڑھنا، مسجد جماعت میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

توضیح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں بھی حضرات صحابہ کرام عورتوں کو مسجد جانے

سے روکتے تھے۔حدیث مذکورہ بالا کی تخریج کے بعد امام بیہقی (۳۸۴ھ-۴۵۸ھ) نے فرمایا کہ ''لاتمنعوا النساء المساجد'' (عورتوں کو مسجد جانے سے نہ روکو) میں حکم وجوبی مراد نہیں ہے، بلکہ استحبابی حکم ہے۔امام بیہقی نے تحریر فرمایا:

﴿وفیہ دلالة علی ان الامر بان لا یمنعن امر ندب واستحباب،لا امر فرض و ایجاب–وھو قول العامة من اھل العلم﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۳۲۱)

〈ت〉اس میں اس پر دلالت ہے کہ مسجد سے نہ روکنے کا حکم مندوب ومستحب ہے،فرض وواجب نہیں ہے،اور یہی جمہور اہل علم کا قول ہے۔

(۲)﴿عَنْ اُمِّ حُمَیْدٍ قَالَتْ یَا رَسُولَ اللّٰہِ یَمْنَعُنَا اَزْوَاجُنَا اَنْ نُصَلِّیَ مَعَکَ وَنُحِبُّ الصَّلٰوۃَ مَعَکَ–فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:صَلَاتُکُنَّ فِی بُیُوتِکُنَّ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِکُنَّ فِی حُجَرِکُنَّ وَصَلَاتُکُنَّ فِی حُجَرِکُنَّ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِکُنَّ فِی الْجَمَاعَةِ﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۸۴)

〈ت〉حضرت ام حمید نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمیں ہمارے شوہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرنے سے روکتے ہیں،حالانکہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرنے کو پسند کرتی ہیں،پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا،کمرے میں نماز پڑھنا ہال روم میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا،اپنے ہال روم میں نماز پڑھنا جماعت میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(۳)﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ:اَنَّ اِمْرَأَۃً سَأَلَتْہُ عَنِ الصَّلَاۃِ فِی الْمَسْجِدِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ:صَلَاتُکِ فِی مِخْدَعِکِ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِکِ فِی بَیْتِکِ–وَصَلَاتُکِ فِی بَیْتِکِ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِکِ فِی حُجْرَتِکِ–وَصَلَاتُکِ فِی حُجْرَتِکِ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِکِ فِی مَسْجِدِ قَوْمِکِ﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۸۴)

〈ت〉حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک عورت نے جمعہ کے دن مسجد میں نماز

پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا، اپنی کوٹھری میں نماز پڑھنا کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا، کمرے میں نماز پڑھنا ہال روم میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا، اپنے ہال روم میں نماز پڑھنا قوم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(۴)﴿قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: اَلْمَرْأَةُ عَوْرَتٌ وَاَقْرَبُ مَا تَكُونُ مِنْ رَبِّهَا اِذَا كَانَتْ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا فَاِذَا خَرَجَتْ ،اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۸۴)

〈ت〉 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عورت چھپانے کی چیز ہے اور اپنے رب تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصے میں ہوتی ہے، پس جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہے۔

(۵)﴿عَنْ اَبِی عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ اِبْنَ مَسْعُودٍ يَحْصُبُ النِّسَاءَ، يُخْرِجُهُنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۸۴)

〈ت〉 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عورتوں کو کنکری مارتے، ان کو جمعہ کے دن مسجد سے نکالتے۔

توضیح: اگر عورتیں جمعہ میں مسجد آجاتیں تو آپ انہیں وہاں سے بھگا دیتے۔ جو مسجد پہنچ جائے، اسے جب بھگا دیا جاتا تھا، پھر کسی کو مسجد میں آنے کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے۔

(۶)﴿عَنْ اِيَاسِ بْنِ دَغْفَلٍ قَالَ: سُئِلَ الْحَسَنُ عَنِ امْرَأَةٍ جَعَلَتْ عَلَيْهَا، اِنْ يَخْرُجْ زَوْجُهَا اَنْ تُصَلِّيَ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ تُجْمَعُ فِيْهِ الصَّلَاةُ بِالْبَصْرَةِ رَكْعَتَيْنِ - فَقَالَ الْحَسَنُ: تُصَلِّي فِي مَسْجِدِ قَوْمِهَا فَاِنَّهَا لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ - لَوْ اَدْرَكَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَاَوْجَعَ رَأْسَهَا﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۸۴)

〈ت〉 حضرت حسن بصری سے ایسی عورت کے بارے میں سوال کیا گیا، جس نے نذر مانا تھا کہ اگر اس کا شوہر قید سے نکال دیا جائے تو وہ بصرہ کی ان تمام مسجدوں میں دو رکعت نماز پڑھے گی، جن مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے تو حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ وہ اپنی

قوم کی مسجد میں نماز پڑھے کیونکہ وہ اس (تمام مسجد میں نماز پڑھنے) کی طاقت نہیں رکھتی ہے۔ اگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسے پا لیتے تو اس کا سر توڑ دیتے۔

(۷) ﴿عَنِ الْاَعْمَشِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: كَانَ لِاِبْرَاهِيمَ ثَلٰثُ نِسْوَةٍ فَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُنَّ يَخْرُجْنَ اِلٰى جُمُعَةٍ وَ لَا جَمَاعَةٍ﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۸۵)

〈ت〉 حضرت ابراہیم نخعی فقیہ تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین بیویاں تھیں۔ وہ انہیں جمعہ یا نماز جماعت کے لیے نکلنے نہیں دیتے۔

حضرت سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسند

(۱) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا نِسَائَكُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾ (سنن ابی داؤد ص ۸۴- السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۱۷)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو، اور ان کا گھر ان کے لیے بہتر ہے۔

(۲) ﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلٰوةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِي مِخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا﴾ (سنن ابی داؤد ص ۸۴- السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۱۸)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت کا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا اس کے ہال روم میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کا اپنی کوٹھری میں نماز پڑھنا اپنے کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(۳) ﴿عَنِ السَّائِبِ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوتِهِنَّ﴾
(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۱۸)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں کی سب سے اچھی مسجد ان کے گھروں کا اندرونی حصہ ہے۔

(۴)﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا صَلَّتْ اِمْرَأَۃٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ صَلَاتِہَا فِی اَشَدِّ بَیْتِہَا ظُلْمَۃً﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص ۳۱۸)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت اپنے گھر کے سب سے اندھیرے حصے میں جو نماز پڑھتی ہے، وہ رب تعالیٰ کو اس کی سب سے زیادپسندیدہ نماز ہوتی ہے۔

(۵)﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: وَالَّذِی لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ مَا صَلَّتْ اِمْرَأَۃٌ صَلَاۃً خَیْرٌ لَھَا مِنْ صَلَاۃٍ تُصَلِّیْھَا فِی بَیْتِہَا اِلَّا اَنْ یَکُونَ مَسْجِدُ الْحَرَامِ اَوْ مَسْجِدُ الرَّسُولِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِلَّا عَجُوزًا فِی مَنقَلِہَا﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص ۳۱۸ - مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص ۳۸۴ - بلا ذکر مسجد الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قسم اس کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! عورت کے لیے بہتر نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھتی ہے، مگر یہ کہ مسجد حرام یا مسجد نبوی ہو، لیکن بڈھی عورت اپنی جوتی میں (یعنی نماز پڑھتے ہی بڈھی عورت واپس آئے)

(۶)﴿عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَاَنْ تُصَلِّیَ الْمَرْأَۃُ فِی بَیْتِہَا خَیْرٌلَھَا مِنْ اَنْ تُصَلِّیَ فِی حُجْرَتِہَا - وَلَأَنْ تُصَلِّیَ فِی حُجْرَتِہَا خَیْرٌ لَھَا مِنْ اَنْ تُصَلِّی فِی الدَّارِ - وَلَأَنْ تُصَلِّیَ فِی الدَّارِ خَیْرٌ لَھَا مِنْ اَنْ تُصَلِّیَ فِی الْمَسْجِدِ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص ۳۱۹)

توضیح: حضور اقدس رسول دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگر چہ عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمائی تھی، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسند بھی یہی تھی کہ عورتیں گھر ہی میں نماز پڑھیں، اسی لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر کی نماز کو مسجد کی نماز سے بہتر قرار

دیااوران حدیثوں میں حاضریٔ مسجد سے ممانعت کی جانب اشارہ اور گھر میں نماز ادا کرنے کی واضح ترغیب موجود ہے۔ایسی کوئی حدیث نہیں جس میں عورتوں کو نماز پنج گانہ میں حاضر مسجد ہونے کی ترغیب دی گئی ہو، بلکہ صرف رات کی نمازوں میں حاضر ہونے کی اجازت تھی اوراس کے لیے سخت شرائط تھے۔بعض عورتیں صرف ایک ہی وقت مسجد میں حاضر ہوا کرتیں۔

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ(۱۵۹ھ-۲۳۵ھ) نے تحریرفرمایا:

﴿حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: كَانَتْ اِمْرَأَةُ اَبِى مَسْعُودٍ تُصَلِّى الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ فِى مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ﴾(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۸۳)

〈ت〉 حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی (صرف) عشا کی نماز مسجد جماعت میں ادا کرتی تھی۔

توضیح: شارحین حدیث ودیگر علمائے اسلام نے فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرما دیا۔چونکہ فتنے اب مزید بڑھ چکے ہیں ،اس لیے عہد حاضر میں بالکل گنجائش باقی نہ رہی کہ عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دی جائے۔عہد فاروقی میں ہی عورتوں کو مسجد آنے سے منع کردیا گیا تھا۔یہ صحابہ کرام کا زمانہ تھا۔آج کے زمانے میں عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت دینا تعجب خیز امر ہے۔کوئی عقل مند آدمی اس کی حمایت نہیں کرسکتا۔

امام شہاب الدین قسطلانی شافعی مصری(۸۵۱ھ-۹۲۳ھ) نے تحریرفرمایا:﴿(اذا استاذنکم نسائکم باللیل الی المسجد)للعبادة(فاذنوا لهن)ای اذا امنت المفسدة منهن وعليهن وذلک هو الاغلب فی ذلک الزمان بخلاف زماننا هذا الكثير الفسادة والمفسدين-وهل الامر للازواج امر ندب اووجوب؟حمله البيهقی علی الندب لحديث(وصلاتكن فی دوركن افضل من صلاتكن فی مسجد الجماعة)وقيده بالليل لكونه استر-لكن لم يذكر اكثرالرواة عن حنظلة قوله "بالليل"وكذا رواه بقيد الليل مسلم وغيره-والزيادة من الثقة مقبولة﴾

(ارشادالساری ج ۲ص ۱۰۶-دارالفکر بیروت)

〈ت〉جب تمہاری عورتیں تم سے رات کی عبادت کے لیے اجازت طلب کریں تو انہیں اجازت دیدو، یعنی جب ان سے اوران کے اوپر فساد سے امن ہو، اور فساد سے امن ہونا، عہد رسالت میں غالب تھا ہمارے اس کثیر فساداور کثیر مفسدین والے زمانے کے برعکس، اور کیا شوہروں کو(اجازت دینے کا)حکم استحبابی ہے یا وجوبی؟ امام بیہقی نے اسے استحباب پر محمول کیا ہے: ''و صلاتکن فی دورکن'' کی حدیث کی وجہ سے، اوراجازت کو رات سے مقید کیا، رات کے زیادہ چھپانے والی ہونے کی وجہ سے، لیکن حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکثر راویوں نے رات کا ذکر نہ کیا اوراسی طرح رات کی قید کے ساتھ امام مسلم وغیرہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

عہد نبوی میں عورتوں کے لیے الگ دروازہ

ابتدائے اسلام میں گرچہ عورتوں کو بعض نمازوں میں حاضریٔ مسجد کی اجازت تھی، لیکن ساتھ ہی ساتھ ایسا اہتمام کیا جاتا کہ عورتوں اورمردوں کا اختلاط نہ ہوسکے، یا ایک کا دوسرے سے کسی طرح کا کوئی تعلق نہ ہوسکے، نیز اس عہد میں مومنین ومومنات، خیر وتقویٰ میں بھی بے مثال تھے۔ آج یہ صورت حال نہیں۔ عہد رسالت میں مسجد نبوی میں آنے کے لیے عورتوں کے لیے ایک دروازہ مخصوص کر دیا گیا تھا۔

(۱)﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: لَوْ تَرَكْنَا هٰذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ–قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ حَتّٰى مَاتَ﴾

(سنن ابی داؤد ص ۶۶، ص ۸۴)

〈ت〉حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اگر یہ دروازہ ہم عورتوں کے لیے چھوڑ دیں (تو بہت اچھا ہوگا)۔ نافع بن عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی موت تک اس دروازے سے داخل

نہ ہوئے۔

(۲)﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ:اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ کَانَ یَنْہٰی اَنْ یَدْخُلَ مِنْ بَابِ النِّسَاءِ﴾(سنن ابی داؤدص ۶۷)

〈ت〉حضرت نافع بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''باب النساء'' سے داخل ہونے سے منع فرماتے تھے۔

ممانعت کو ترجیح

جب عہد صحابہ میں حالات کچھ ناموافق ہوئے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمادیا۔دیگر صحابہ کرام نے بھی ایسی ہی رائے قائم کی۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسی نظریہ کی تائید کرنے والی تھیں۔

(۱)﴿عَنْ عَمْرَ ۃَ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ:لَوْ اَدْرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَھُنَّ الْمَسَاجِدَ کَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِی اِسْرَائِیلَ–فَقُلْتُ لِعَمْرَۃَ:اَ وَ مُنِعْنَ؟ قَالَتْ:نَعَمْ﴾(صحیح بخاری ج اص ۱۲۰-مسلم ج اص ۱۸۳-سنن ابی داؤد ص ۸۴-سنن ترمذی ج اص ۱۲۰-السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ص ۳۲۱-مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۸۳)

〈ت〉ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کے نئے پیدا کردہ حالات کو دیکھتے تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرمادیتے،جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں(حدیث کے راوی یحییٰ بن سعید نے کہا)،میں نے عمرہ کو کہا: کیا بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں؟حضرت عمرہ نے کہا:ہاں۔

عورتوں کا فیشن

(۱)''ما احدث النساء'' کی توضیح کرتے ہوئے محدث بدرالدین عینی حنفی نے رقم فرمایا:

﴿ای ما احدثت من الزینة والطیب وحسن الثیاب ونحوها-قلت:لو شاهدت عائشة رضی اللّٰہ عنہا ما احدث نساء ھذا الزمان من انواع البدع و المنکرات،لکانت اشد انکارًا﴾(عمدۃ القاری ج۶ص۱۵۸)

〈ت〉عورتوں نے جوزینت،خوشبو،اچھے کپڑے اوران جیسے اموراپنایا ہے۔میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کا مشاہدہ فرماتیں، جواِس زمانے کی عورتوں نے طرح طرح کی بدعتیں اورناپسندیدہ اموراپنائے ہیں تو وہ سخت انکارکرنے والی ہوتیں۔

(۲)علامہ عینی نے عورتوں کومسجدکی اجازت دینے کی حدیث کی تشریح میں لکھا:

﴿وفیہ انہ ینبغی ان یاذن لھا ولا یمنعھا بما فیہ من منفعتھا-وذلک اذا لم یخف الفتنة علیھا ولابھا،وقد کان ھو الاغلب فی ذلک الزمان بخلاف زماننا ھذا-فا ن الفساد فیہ فاشٍ والمفسدون کثیرون﴾(عمدۃ القاری ج۶ص۱۵۷)

〈ت〉اس حدیث میں یہ(مفہوم)ہے کہ مناسب ہے کہ عورت کو(مسجدکی)اجازت دیدے اور اسے اس سے نہ روکے،جس میں اس کا فائدہ ہو،اور یہ(اجازت دینے کاحکم)اس وقت ہے، جب عورت کے اوپر یاعورت کے ذریعہ فتنہ کاخوف نہ ہو،اور یہ(عدم فتنہ)اس زمانے(عہد صحابہ)میں غالب ترتھا ہمارے اس زمانے کے برعکس،اس لیے کہ اِس زمانے میں فساد پھیلا ہوا ہےاورمفسدین بہت ہیں۔

خیرالقرون میں صرف رات کواجازت

زمانہ نبوی تمام زمانوں میں اچھازمانہ تھا۔احادیث نبویہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُونَھُمْ ثُمَّ یَجِیْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَھَادَۃُ اَحَدِھِمْ یَمِیْنَہٗ وَیَمِیْنُہٗ شَھَادَتَہٗ﴾(صحیح بخاری ج۱ص۵۱۵-سنن ترمذی ج۲ص۲۲۵)

〈ت〉حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:سب سے بہترلوگ،میرے زمانہ کے

لوگ ہیں، پھر جو اس کے بعد آئیں گے اور پھر جو اس کے بعد آئیں گے اور پھر ایسی قوم آئے گی کہ ان میں کسی کی شہادت، اس کی قسم پر سبقت کرے گی اور کسی کی قسم، اس کی شہادت پر سبقت کرے گی (یعنی لوگوں میں تقویٰ اور احتیاط فی الدین کا فقدان ہوگا)

توضیح: خیر القرون میں بھی صرف رات کو عورتوں کے لیے مسجد جانے کی اجازت تھی۔

امام قسطلانی (۸۵۱ھ-۹۲۳ھ) نے تحریر فرمایا:﴿ائذنوا للنساء بالليل الى المساجد قيد الاذن بالليل لكون الفساق فى شغل بفسقهم اونومهم بخلاف النهار فانهم ينتشرون فيه-فلا يخرجن فيه والجمعة نهارية﴾(ارشادالساری ج۲ص۶۴۳)

﴿ت﴾(عورتوں کو رات میں مسجد کی اجازت دو) اجازت کو رات سے مقید کیا، بدکاروں کے اپنی بدکاری یا نیند میں مشغول ہونے کی وجہ سے، برخلاف دن کے، کیوں کہ وہ دن میں (ادھر ادھر) بکھرے ہوتے ہیں، پس دن میں عورتیں نہ نکلیں اور جمعہ، دن کی نماز ہے۔

توضیح: جمعہ کی نماز دن کی نماز ہے، اس لیے ماقبل زمانوں میں بھی عورتوں کو جمعہ کی نماز کے لیے جانے سے منع کر دیا گیا۔ عہد حاضر میں اجازت دینا عدم تفکر و فقدان تدبر پر مبنی ہے۔

عورتوں کی افضل نماز

(۱) عورتوں کی نماز گھر میں افضل ہے۔ اس کی توجیہ کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا:

﴿ووجه كون صلاتها فى الاخفاء افضل،تَحَقُّقُ الامن فيه من الفتنة ويتأكد ذلك بعد وجود ما احدث النساء من التبرج والزينة-ومن ثم قالت عائشة رضى الله عنها ما قالت:وتمسك بعضهم بقول عائشة فى منع النساء مطلقًا﴾

(فتح الباری ج۲ص۲۷۹-داراحیاءالتراث العربی بیروت)

﴿ت﴾پوشیدگی (گھر) میں عورت کی نماز کے افضل ہونے کی وجہ پوشیدگی (گھر) میں فتنہ سے امن کا پایا جانا ہے اور عورتوں کی پیدا کردہ زینت و زیبائش کے پائے جانے کے بعد یہ حکم مؤکد ہو جاتا ہے (یعنی گھر میں نماز ادا کرنے کا حکم اور زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے) اور اسی وجہ سے ام

المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا وہ قول کہا (کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی عورتوں کی موجودہ زیبائش وآرائش کو دیکھتے تو انہیں مسجدوں سے روک دیتے) اور بعض لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے عورتوں کو مطلقاً (مسجد سے) روک دینے پر استدلال کیا۔

(۲) حضرت امام عبد الوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿وکان صلی اللّٰہ علیہ وسلم یرخص للنساء فی ترک حضور المساجد ویقول:صلاتھن فی بیوتھن خیر لھن واذا خرجن فلیخرجن وھن متلفعات وکان صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول:ایما امرأۃ اصابت بخورًا فلا تشھدن معنا الصلاۃ-وکان صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول:ائذنوا للنساء باللیل الی المساجد فکن لا یحضرن المسجد الا فی صلاۃ العشاء والصبح الٰی ان توفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وکانت عائشۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا تقول:لو ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رأی من النساء ما رأینا،لمنعھن من المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل-وکانت عمرۃ تروی ذلک عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا-ثم تقول:وبلغنی ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم منعھن-قالت:وکنت اسمعہ کثیرًا ما یقول:خیر مساجد النساء قعور بیتھن﴾

(کشف الغمہ ج۱ص۱۶۱-دار الفکر بیروت)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کو حاضریٔ مسجد کے ترک کی اجازت دیتے تھے اور فرماتے: عورتوں کی نماز،ان کے گھروں میں بہتر ہے اور جب (مسجد کے لیے) نکلیں تو کپڑوں میں لپٹ کر (خوب ستر پوشی کے ساتھ) نکلیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ جو عورت خوشبو لگائے،وہ ہمارے ساتھ نماز میں حاضر نہ ہو،اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ عورتوں کو رات میں مسجدوں کی اجازت دو،پس عورتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے وصال مبارک تک صرف نماز عشا اور نماز فجر میں مسجد جاتیں ،اورام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کے ان حالات کودیکھتے جوہم نے دیکھا تو ضرورانھیں مسجدوں سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔

حضرت عمرہ اس روایت کوحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے بیان کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ مجھے خبر پہنچی کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کو(مسجد سے) روک دیا۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ اور میں حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ کہتے ہوئے سنتی کہ عورتوں کی سب سے اچھی مسجد، ان کے گھر کا اندرونی حصہ ہے۔

توضیح: عبارت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کوحاضریٔ مسجد سے منع فرمادیا تھا۔انہیں اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی۔مسجد میں عورتوں کی حاضری آپ کو پسند نہ تھی۔گرچہ آپ نے اس کی ممانعت میں سختی اختیار نہ فرمائی تھی،لیکن مسجد کی حاضری کو بہت سی شرطوں کے ساتھ مقید کردیا تھا،تاکہ فتنوں سے حفاظت ہوجائے۔

عیدین میں عورتوں کی حاضری

عیدالفطر وعیدقرباں سال بھر میں ایک بارآتی ہے۔عہد نبوی میں عورتیں بھی عیدین کے موقع پرعیدگاہ حاضر ہوتی تھیں۔

(۱)امام ترمذی نے لکھا:﴿عَنْ اُمِّ عَطِیَّةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم كَانَ يُخْرِجُ الْاَبْكَارَ وَ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخِدْرِ وَالْحُيَّضِ فِی الْعِیْدَیْنِ–الحدیث﴾

(سنن ترمذی ج۱ص۱۲۰)

﴿ت﴾ حضوراقدس سروردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باکرہ اور قریب البلوغ لڑکیوں اور گھروں میں رہنے والی عورتوں اور حیض کی حالت میں ہونے والی عورتوں کوعیدین میں لے جاتے تھے۔

(۲)امام ترمذی نے لکھا:﴿قد ذهب بعض اهل العلم الی هٰذا الحدیث ورخص

للنساء فی الخروج الی العیدین و کرهه بعضهم و روی عن ابن المبارک انه قال:اکره الیوم الخروج للنساء فی العیدین–فان ابت المرأة الا ان تخرج فلیأذن لها زوجها ان تخرج فی اطمارها ولا تتزین–فان ابت ان تخرج کذلک–فللزوج ان یمنعها عن الخروج﴾(سنن ترمذی ج ا ص ۱۲۰)

〈ت〉بعض اہل علم اس حدیث کی طرف گئے اور عیدین میں عورتوں کو جانے کی اجازت دی اور بعض لوگوں نے اسے ناپسند کیا اور عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔انہوں نے کہا کہ آج کے زمانے میں،عیدین میں عورتوں کا جانا مجھے ناپسند ہے،پس اگر عورت جانے کی ضد کرے تو اس کا شوہر اسے بلا زینت،اس کے پرانے کپڑوں میں جانے کی اجازت دیدے،پھر اگر وہ اس طرح جانے سے انکار کرے تو اس کا شوہر اسے جانے سے روک دے۔

عہد نبوی میں فتنہ

(ا)﴿عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اِمْرَأَةً خَرَجَتْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ فَتَجَلَّلَهَا فَقَضٰى حَاجَتَهُ عَنْهَا فَصَاحَتْ وَ انْطَلَقَ وَمَرَّ عَلَيْهَا رَجُلٌ فَقَالَتْ:اِنَّ ذَاکَ فَعَلَ بِی کَذَا وَکَذَا–وَمَرَّتْ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَتْ:اِنَّ ذَاکَ الرَّجُلُ فَعَلَ بِی کَذَا وَکَذَا فَانْطَلَقُوا فَاَخَذُوا الرَّجُلَ الَّذِی ظَنَّتْ اَنَّهُ وَقَعَ عَلَيْهَا فَاَتَوْهَا بِهٖ فَقَالَتْ:نَعَمْ،هُوَ هٰذَا–فَاَتَوْا بِهٖ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَلَمَّا اَمَرَبِهٖ–قَامَ صَاحِبُهَا الَّذِی وَقَعَ عَلَيْهَا–فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم! اَنَا صَاحِبُهَا–فَقَالَ لَهَا:اِذْهَبِی،فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَکِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ قَوْلًا حَسَنًا–فَقَالُوا لِلرَّجُلِ الَّذِی وَقَعَ عَلَيْهَا–اُرْجُمْهُ–فَقَالَ:لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ﴾

(سنن ابی داؤد ص ۶۰۱-سنن ترمذی ج ا ص ۲۶۹-حسن غریب صحیح)

〈ت〉حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت عہد نبوی میں نماز کے

ارادے سے نکلی تو اسے ایک مرد ملا، وہ اس عورت کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، پھر اس سے اپنی ضرورت پوری کی، پس وہ شور مچائی اور وہ آدمی چلا گیا اور اس عورت کے پاس سے ایک (دوسرا) آدمی گذرا تو اس عورت نے کہا کہ اس آدمی نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا اور مہاجرین کی ایک جماعت کا گذر ہوا تو عورت بولی کہ وہ آدمی میرے ساتھ ایسا ایسا کیا، پس لوگ گئے اور اس آدمی کو پکڑ لیے، جس کے بارے میں عورت کا کہنا تھا کہ وہ اس کے ساتھ واقع ہوا ہے، پھر عورت کو اس کے پاس لے کر آئے تو وہ بولی: ہاں، وہ یہی ہے۔

پس اس آدمی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے کر آئے، پھر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آدمی پر (حد کا) حکم دیا تو اس عورت کا شوہر کھڑا ہوا، جس کے ساتھ یہ واقعہ ہوا تھا، پس اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں اس عورت کا شوہر ہوں، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کو فرمایا کہ تم چلی جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرما دی اور شوہر کو اچھی بات فرمائی، پھر صحابہ کرام نے اس آدمی کے بارے میں عرض کیا، جو اس عورت کے ساتھ واقع ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی سنگساری کا حکم دیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (بعد سنگساری) فرمایا کہ اس آدمی نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہل مدینہ ایسی توبہ کرتے تو ضرور ان کی جانب سے قبول کر لی جاتی۔

توضیح: جب عہد رسالت میں ایسے واقعات رونما ہو سکتے ہیں تو عہد حاضر میں کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔ عہد نبوی میں گرچہ سو فیصد تقویٰ پر مشتمل ماحول تھا، لیکن شاذ و نادر کوئی غیر متوقع واقعہ رونما ہونا ممکن تھا، اسی لیے ماقبل میں سنن بیہقی کی حدیث گذر چکی کہ اس عہد میں بھی عورتوں کو حضرات صحابہ کرام حاضریٔ مسجد سے روکتے تھے، بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی یہی پسند تھا کہ عورتیں اپنے گھروں میں محفوظ و مستور طریقے پر نماز ادا کریں۔

(۲) ﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ: کَانَتْ اِمْرَأَۃٌ تُصَلِّی خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجْمَلَ النَّاسِ فَکَانَ نَاسٌ فِی اٰخِرِ صُفُوفِ الرِّجَالِ،

فَنظَرُوا اِلَيْهَا–قَالَ: وَكَانَ اَحدُهُمْ يَنْظُرُ اِلَيْهَا مِنْ تَحْتِ اِبْطِهٖ وَكَانَ اَحدُهُمْ يَتقَدَّمُ اِلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ لَا يَرَاهَا–فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۲۵۳)

〈ت〉 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ ایک بہت زیادہ خوبصورت عورت، حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھتی تھی تو بعض مومنین صف اول میں چلے جاتے، تا کہ اسے نہ دیکھ سکیں اور بعض لوگ (منافقین) پچھلی صف میں رہتے، پس جب رکوع کرتے تو اپنے بازو کے نیچے سے دیکھتے اور اپنے ہاتھ کو کشادہ کر دیتے تو رب تعالیٰ نے اس کیفیت کے بارے میں نازل فرمایا کہ ہم تم میں سے آگے جانے والوں کو بھی جانتے ہیں اور تم میں سے پیچھے رہ جانے والوں کا بھی علم ہمیں ہے۔

(۳) مذکورہ بالا حدیث ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے: ﴿كَانَتْ تُصَلِّى خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمْرَأَةٌ حَسنَاءُ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ وَكَانَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَسْتَقْدِمُ فِي الصَّفِّ الْاَوَّلِ لِئَلَّا يَرَاهَا وَيَسْتَاْخِرُ بَعْضُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ، فَاِذَا رَكَعَ–قَالَ هٰكَذَا–وَنَظَرَ مِنْ تَحْتِ اِبْطِهٖ وَجَافٰى يَدَهٗ–فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِي شَانِهَا: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۲۵۳)

خوشبو کی ممانعت کے باوجود عہد صحابہ میں بھی بعض عورتیں خوشبو لگا کر مسجد جاتی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو راستے سے واپس فرما دیا تھا۔

(۴) ﴿عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ لَقِيَ اِمْرَأَةً تَعْصِفُ رِيْحُهَا فَقَالَ: يَا اَمَةَ الْجَبَّارِ–تُرِيْدِيْنَ الْمَسْجِدَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ–قَالَ: وَلَهٗ تَطَيَّبْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ–قَالَ: فَارْجِعِي فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ اِمْرَأَةٍ تَخْرُجُ اِلَى الْمَسْجِدِ فَتَعْصِفُ رِيْحُهَا فَيَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهَا صَلَاةً حَتّٰى تَرْجِعَ فَتَغْسِلَ﴾

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۳۲۲)

﴿ت﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عورت ملی، جس کی خوشبو بکھر رہی تھی تو انہوں نے فرمایا: اے اللہ کی بندی! تو مسجد کا ارادہ رکھتی ہے؟ اس عورت نے کہا: ہاں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو نے مسجد کے لیے خوشبو لگایا؟ اس عورت نے کہا: ہاں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم پلٹ جاؤ، اس لیے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو عورت مسجد کو جائے اور اس کی خوشبو بکھرے تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا، یہاں تک کہ وہ واپس لوٹے، پھر غسل کرے۔

(۵) مذکورہ بالا حدیث حضرت عبد الرحمٰن بن حارث بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دادا، ابو عبید سے ان لفظوں میں مروی ہے:

﴿خَرَجْتُ مَعَ اَبِی هُرَیْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ ضُحًی فَلَقِیْنَا اِمْرَأَةً، بِهَا مِنَ الْعِطْرِ شَیْءٌ لَمْ اَجِدْ بِاَنْفِی مِثْلَهٗ قَطُّ-فَقَالَ لَهَا اَبُو هُرَیْرَةَ: عَلَیْکِ السَّلَامُ-فَقَالَتْ: وَعَلَیْکَ-قَالَ: فَاَیْنَ تُرِیْدِینَ؟ قَالَتْ: اَلْمَسْجِدَ-قَالَ: وَلِاَیِّ شَیْءٍ تَطَیَّبْتِ بِهٰذَا الطِّیْبِ؟ قَالَتْ: لِلْمَسْجِدِ-قَالَ: أَ لِلّٰهِ؟ قَالَتْ: أَ لِلّٰهِ-قَالَ: أَ لِلّٰهِ؟ قَالَتْ: أَ لِلّٰهِ-قَالَ: فَاِنَّ حِبِّی اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم اَخْبَرَنِی، اَنَّهٗ لَا تُقْبَلُ لِاِمْرَأَةٍ صَلَاةٌ تَطَیَّبَتْ بِطِیْبٍ لِغَیْرِ زَوْجِهَا حَتّٰی تَغْتَسِلَ مِنْهُ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ-فَاذْهَبِی فَاغْتَسِلِی مِنْهُ-ثُمَّ ارْجِعِی فَصَلِّی﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۳۲۳)

﴿ت﴾ حضرت ابو عبید نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صبح سویرے مسجد سے نکلا تو ہمیں ایک عورت ملی کہ اس کے پاس ایسا عطر تھا کہ میری ناک نے ویسا عطر کبھی نہ پایا، پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کہا ''علیکِ السلام'' تو وہ بولی: ''و علیکَ''۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ بولی: ''مسجد''۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ کس لیے یہ عطر لگائی؟ وہ بولی: ''مسجد کے لیے''۔ حضرت ابو ہریرہ نے دریافت کیا۔ کیا اللہ کے لیے؟ وہ بولی: کیا اللہ کے لیے۔ ابو ہریرہ بولے۔ کیا اللہ کے لیے؟ وہ بولی: ''کیا اللہ کے لیے''۔

حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ میرے حبیب حضرت ابوالقاسم سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ ایسی عورت کی نماز قبول نہیں کی جاتی ہے جو اپنے شوہر کے علاوہ کے لیے خوشبو لگاتی ہے، یہاں تک کہ وہ اس سے غسل جنابت کی طرح غسل کرلے، پس تم جاؤ اوراس سے غسل کرو، پھر واپس آ کر نماز پڑھو۔

توضیح: عہد صحابہ میں بھی مسجد میں نماز پڑھنے والی عورتوں پر نظر بازی کی جاتی تھی اور عورتیں حکم ممانعت کے باوجود عطر لگا کر آتی تھیں۔آج کے عہد میں کون کسے کنٹرول میں رکھ سکتا ہے۔آج عورتوں کو مساجد کی اجازت دینا، داستانِ عشق ومحبت کا آغاز باب ہے۔اگر اسکول وکالج میں کچھ برائیاں ہوتی ہیں تو وہ بھی غلط ہیں، لیکن عبادت گاہیں، جو مذہبی تقدس کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔اس کی بے حرمتی، دلوں سے مذہب کے تقدس کو نکال باہر کرتی ہے۔راہبوں اور پادریوں اور کلیسا و چرچ کی داستانیں کس سے پوشیدہ ہیں۔

خیر القرون میں احتیاطی تدابیر

ابتدائے اسلام میں عورتیں، نماز صبح میں مسجد سے واپس آتیں، جب اندھیرے کی وجہ سے ان کی پہچان نہیں ہوسکتی تھی۔کپڑوں میں لپٹی ہوتیں۔عورتیں مسجد سے پہلے باہر آجاتیں۔مرد کچھ دیر بعد مسجد سے نکلتے، تاکہ راستے میں بھی کسی مرد کی کسی عورت سے ملاقات نہ ہو سکے۔ عورتیں خوشبو لگا کر یا زینت وآرائش کے ساتھ مسجد نہ جاتیں، تاکہ مردوں کی توجہ اور میلان طبع ان کی طرف نہ ہو سکے۔

نماز صبح میں احتیاط کی صورت

(۱)﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَانَ يُصَلِّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَيَنْصَرِفْنَ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ،لَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ وَلَا يَعْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا﴾(صحیح بخاری ج۱ص۱۲۰-سنن نسائی ج۱ص۱۵۳)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز کچھ تاریکی میں ادا فرماتے، پس مؤمنہ عورتیں نماز پڑھ کر واپس ہو جاتیں اور وہ تاریکی کی وجہ سے پہچان میں نہ آتیں اور نہ ان میں سے بعض، بعض (دوسری) کو پہچان پاتیں۔

(۲)﴿عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم صَلٰوةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ اِلٰى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلٰوةَ، لَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ﴾ (صحیح بخاری ج ا ص ۸۲ - صحیح مسلم ج ا ص ۲۳۰)

﴿ت﴾ مؤمنہ عورتیں، اپنے کپڑوں سے خوب ستر پوشی کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر میں حاضر ہوتیں، پھر اپنے گھروں کی طرف پلٹ کر آتیں جب وہ نماز ادا کر لیتیں۔ تاریکی کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں پاتا۔

(۳)﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ: اِنَّ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لَيُصَلِّى الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ، مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ﴾ (سنن ابی داؤد ص ۶۱ - سنن ترمذی ج ا ص ۴۰)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا فرماتے، پس عورتیں اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئی واپس ہوتیں۔ تاریکی کی وجہ سے پہچانی نہ جاتیں۔

مردوں اور عورتوں کے درمیان عدم اختلاط

(۱)﴿عَنْ هِنْدَ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اَخْبَرَتْهَا اَنَّ النِّسَاءَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كُنَّ اِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ، قُمْنَ - وَثَبَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَمَنْ صَلّٰى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللّٰهُ - فَاِذَا قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَامَ الرِّجَالُ﴾

(صحیح البخاری ج ا ص ۱۲۰)

(۲)﴿عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدَ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَقْضِي تَسْلِيْمَهُ وَيَمْكُثُ هُوَ فِي مَقَامِهٖ يَسِيرًا قَبْلَ اَنْ يَقُومَ–قَالَ نَرٰى–وَاللّٰهُ اَعْلَمُ–اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ لِكَيْ تَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ اَنْ يُدْرِكَهُنَّ مِنَ الرِّجَالِ﴾(صحیح البخاری ج اص ۱۲۰)

(۳)﴿عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَانَ اِذَا سَلَّمَ يَمْكُثُ فِي مَكَانِهٖ يَسِيرًا–قَالَ اِبْنُ شِهَابٍ: فَنَرٰى–وَاللّٰهُ اَعْلَمُ–لِكَيْ يَنْفُذَ مَنْ يَنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ﴾(صحیح بخاری ج اص ۱۱۷)

(۴)﴿عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ اَنَّ اِبْنَ شِهَابٍ كَتَبَ اِلَيْهِ قَالَ: حَدَّثَنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةُ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا–قَالَتْ: كَانَ يُسَلِّمُ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ فَيَدْخُلْنَ بُيُوتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَنْصَرِفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾(صحیح بخاری ج اص ۱۱۷)

توضیح: مذکورہ بالا احادیث میں بتایا گیا کہ عہد نبوی میں جب عورتیں فرض نماز کا سلام پھیر لیتیں تو اٹھ کر اپنے گھروں کے لیے روانہ ہو جاتیں اور حضور اقدس سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کچھ دیر تک اپنی جگہوں پر بیٹھے رہتے، تا کہ عورتیں چلی جائیں۔اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ اٹھتے۔راوی حدیث ابن شہاب زہری نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی دیر اس لیے بیٹھتے، تا کہ عورتیں اپنے گھروں کو چلی جائیں اور مردوں اور عورتوں میں اختلاط نہ ہو۔راوی حدیث ہند بنت حارث فراسیہ نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اٹھنے کے قبل ہی عورتیں اپنے گھروں میں داخل ہو جاتیں۔

خوشبو لگا کر مسجد میں حاضر ہونے کی ممانعت

(۱)﴿عَنْ زَيْنَبَ اِمْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم:

اِذَا شَہِدَتْ اِحْدَاکُنَّ الْمَسْجِدَ فَلاَ تَمَسَّ طِیبًا﴾ (صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۳)

(۲)﴿عَنْ زَیْنَبَ الثَّقَفِیَّةِ کَانَتْ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: اِذَا شَہِدَتْ اِحْدَاکُنَّ الْعِشَاءَ فَلاَ تَطَیَّبْ تِلْکَ اللَّیْلَةَ﴾

(صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۳ - السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۲۲)

(۳)﴿عَنْ اَبِی ہُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَیُّمَا امْرَأَةٍ اَصَابَتْ بَخُورًا فَلاَ تَشْہَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ﴾

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۲۲ - صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۳)

(۴)﴿عَنْ اَبِی ہُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لاَ تَمْنَعُوا اِمَاءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ وَ لْیَخْرُجْنَ اِذَا خَرَجْنَ تَفِلاَتٍ﴾

(سنن ابی داؤد ص ۸۴ - مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۸۳ - السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۲۳)

توضیح: احادیث مذکورہ بالا میں بتایا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب عورتیں، مسجد میں حاضر ہوں تو خوشبو نہ لگائیں اور اگر خوشبو لگائی ہوئی ہیں تو مسجد نہ آئیں، خوشبو سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ خوشبو اپنی جانب توجہ کو مائل کرتی ہے، اس لیے کچھ فتنہ کا اندیشہ تھا۔ فتنوں کے سد باب کے لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوشبو پر پابندی لگادی۔ آج کل تو میک اپ (make up) کا زمانہ ہے۔ تمام عورتیں فطرت صالحہ لے کر دنیا میں نہیں آتیں۔ نہ جانے کس عورت کے دل میں کیا مقصد ہے؟ بہت ممکن ہے کہ کچھ مرد، خواہی نخواہی کسی عورت کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جائے۔

خیر الصفوف

عہد نبوی میں صفوف کی ترتیب اس طرح تھی کہ پہلے مرد کھڑے ہوتے، پھر بچے اور اس کے بعد عورتیں۔ چونکہ مردوں کی آخری صف، عورتوں کی اولین صف سے کچھ قریب ہوتی۔ اس لیے مردوں کی آخری صف اور عورتوں کی اول صف کو کم درجہ قرار دیا گیا اور مردوں کی پہلی صف

اور عورتوں کی آخری صف کو افضل قرار دیا گیا۔

(۱)﴿عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: خَیْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا وَخَیْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ اٰخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا﴾

(صحیح مسلم ج۱ص۱۸۲-سنن ابی داؤد ص۹۹-سنن نسائی ج۱ص۹۳-مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۳۸۵)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردوں کی بہترین صف، پہلی صف ہے، اور بدترین صف، آخری صف ہے اور عورتوں کی بہترین صف، آخری صف ہے اور بدترین صف، پہلی صف ہے۔

(۲)﴿عَنْ حُصَیْنٍ قَالَ: حُدِّثْتُ اَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ کَانَ یُقَدِّمُ الْعَجَائِزَ فِی الصَّفِّ الْاَوَّلِ مِنْ صُفُوفِ النِّسَاءِ وَیُؤَخِّرُ الشَّوَابَّ اِلَی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ﴾

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۸۵)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عورتوں کی پہلی صف میں بڈھی عورتوں کو رکھتے تھے اور جوان عورتوں کو آخری صف میں رکھتے۔

گھر کی نماز، افضل نماز

جب سلفیوں کے یہاں بھی عورتوں کی افضل نماز، گھر کی نماز ہے تو آخر مسجد میں عورتوں کو لے جانے پر اصرار کیوں کیا جاتا ہے؟

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (۱۹۱۲ء-۱۹۹۹ء) نے لکھا: ﴿قد صدرت فتویٰ من اللجنة الدائمة فی صلاة المرأة مع الجماعة فی المسجد-هذا نصها-یرخص للمرأة ان تأتی الی المساجد لصلاة الجماعة ولاداء سائر الصلوات فی الجماعة ولا یجوز لزوجها ان یمنعها من ذلک وصلاتها فی بیتها افضل﴾

(مجموع فتاویٰ عبدالعزیز بن الباز ج۴ص۳۹۱)

﴿ت﴾لجنہ دائمہ سے مسجد میں جماعت کے ساتھ عورت کی نماز کے بارے میں فتویٰ صادر ہوا۔ اس کی تصریح یہ ہے کہ عورت کو نماز جماعت کے لیے اور جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی ساری نمازوں کی ادائیگی کے لیے مسجد آنے کی اجازت دی جاتی ہے اوراس کے شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ اسے مسجد جانے سے روکے، اور عورت کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

(۲) عبدالعزیز بن باز (۱۹۱۲ء-۱۹۹۹ء) نے لکھا: ﴿**لا حرج علی المرأة ان تصلی فی المسجد اذا کانت متحجبة الحجاب الشرعی ساترة وجهها وکفیها ومتجنبة للطیب والتبرج لقول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: لا تمنعوا اماء اللّٰه مساجد اللّٰه لکن بیتها افضل لها لقوله صلی اللّٰه علیه وسلم فی آخر الحدیث المذکور—وبیوتهن خیر لهن**﴾ (مجموع فتاویٰ عبدالعزیز بن الباز ج۴ص۳۹۱)

﴿ت﴾عورت کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ مسجد میں نماز پڑھے، جبکہ وہ حجاب شرعی کے ساتھ مستور، اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کو چھپائے ہوئے اور خوشبو وزینت سے پرہیز کرنے والی ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان ''لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ'' کی بنیاد پر، لیکن اس (عورت) کا گھر، اس کے لیے افضل ہے، حدیث مذکور کے آخر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے کہ عورتوں کا گھر، ان کے لیے بہتر ہے۔

ترک افضل پر اصرار کیوں؟

جب عورت کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے تو گھر کی نماز میں انہیں ثواب زیادہ ملے گا ، کیوں کہ شریعت اسلامیہ میں افضلیت کا معنی، کثرت ثواب ہے، پھر کثرت ثواب کو چھوڑ کر فتنہ و فساد کے زمانے میں مسجدوں کی طرف عورتوں کا جانا یقیناً قابل تعجب ہے اور سلفی علما کا، عورتوں کی حاضریٔ مسجد پر اصرار کرنا اور بھی قابل تعجب ہے۔

باب دوم

عورتوں کا حکم عہد حاضر میں

زمانہ نبوی میں عورتیں صرف نماز فجر وعشا میں مسجد جاتی تھیں، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا۔اس بارے میں فقہائے اسلام کے اقوال وتشریحات اس باب میں مرقوم ہیں۔

(۱)علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی رومی (۷۱۴ھ-۷۸۶ھ) نے تحریر فرمایا

﴿ولقد نہٰی عمر النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الی عائشة رضی اللہ عنہا فقالت:لوعلم النبی صلی اللہ علیه وسلم ماعلم عمر رضی اللہ عنه ما اذن لکن فی الخروج–فاحتج به علمائنا ومنعوا الشواب عن الخروج مطلقًا﴾

(شرح العنایۃ علی الہدایۃ الاولین مع فتح القدیر ج اص ۳۱۷)

﴿ت﴾ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو حاضرئ مسجد سے روک دیا، پس عورتوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کیا۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہاری اس حالت کو دیکھتے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم لوگوں کو مسجد آنے کی اجازت نہیں عطا فرماتے، پس اس حدیث سے ہمارے علمائے احناف نے استدلال کیا اور جوان عورتوں کو مسجد سے مطلقاً روک دیا۔

(۲)﴿واما العجائز وھی جمع عجوز والعامة تقول"عجوزۃ"–فمنعهن ابوحنیفة رضی اللّٰہ تعالی عنه عن الخروج فی الظھروالعصر دون الفجر والمغرب والعشاء﴾ (شرح العنایۃ علی الہدایۃ الاولین ج اص ۳۱۷)

﴿ت﴾ لیکن بڈھی عورتیں (لفظ عجائز، عجوز کی جمع ہے،اور عام لوگ عجوزہ کہتے ہیں) پس حضرت

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ظہر اور عصر سے روک دیا۔ فجر، مغرب اور عشا سے نہیں۔
توضیح: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں فساق وفجار کے فتنے دن میں ہوتے تھے، اس لیے دن کی نمازوں سے بڑھی عورتوں کو روک دیا گیا، لیکن آج کے عہد میں دن رات سب برابر ہیں۔ شہوت پرستوں کے لیے کوئی خاص وقت نہیں، اس لیے عہد حاضر میں مطلقاً ممانعت ہے۔ فقہائے کرام نے اس حکم کی تصریح فرمائی ہے۔

(۳) امام ابن ہمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿بل عمم المتأخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلها لغلبة الفساد فی سائر الاوقات﴾ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۷)

〈ت〉 علمائے متأخرین نے پانچوں نماز کے اوقات میں سے ہر ایک وقت میں، فساد کے غالب ہونے کی وجہ سے، بڑھی، جوان، سب عورتوں کو تمام نمازوں میں مسجد آنے سے روک دیا۔

توضیح: بڑھی عورتوں کی جانب سے زیادہ خطرہ نہیں ہے، لیکن وہ اوباش جو مغلوب الشہوت ہوتے ہیں، وہ بڑھی عورتوں کو بھی تکمیل شہوت کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

(۴) امام اعظم ابوحنیفہ نے دن میں بڑھی عورتوں کو مسجد آنے سے روکنے کی وجہ بیان فرمائی:

﴿ان فرط الشبق حامل فتقع الفتنة غیر ان الفساق انتشارهم فی الظهر والعصر والجمعة اما فی الفجر والعشاء فهم نائمون وفی المغرب بالطعام مشغولون﴾

(ہدایہ اولین ج ۱ ص ۱۲۶)

〈ت〉 شدت شہوت (بڑھی عورت سے بھی بدکاری پر) ابھارنے والی ہے، پس (بڑھی عورت سے بھی) فتنہ واقع ہوگا، مگر یہ کہ بدمعاشوں کی چہل پہل ظہر، عصر اور جمعہ میں ہوتی ہے، لیکن فجر وعشا میں وہ سوئے ہوتے ہیں اور مغرب میں کھانے میں مشغول رہتے ہیں۔

توضیح: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانے کے ماحول کے اعتبار سے یہ فیصلہ فرمایا۔ آج کل انسانی شیاطین کے لیے دن اور رات سب برابر ہے۔

(۵) شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی (۵۳۰ھ-۵۹۳ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿(ویکرہ لھن حضور الجماعات) یعنی الشواب منھن لما فیھن خوف الفتنۃ﴾

(الہدایۃ الاولین ج ۱ ص ۱۲۶)

﴿ت﴾ جوان عورتوں کو خوف فتنہ کی وجہ سے جماعت میں حاضر ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

(۶) امام جلال الدین خوارزمی (م ۸۰۰ھ) نے بڈھی عورتوں کے بارے میں لکھا:

﴿والفتوی الیوم علی الکراھۃ فی الصلوۃ کلھا لظھور الفساد﴾

(الکفایۃ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۸)

﴿ت﴾ آج کے زمانے میں ظہور فساد کی وجہ سے تمام نمازوں میں حاضری کی کراہت کا فتویٰ ہے۔

(۷) امام علاء الدین حصکفی حصنی دمشقی (۱۰۲۵ھ-۱۰۸۸ھ) نے رقم فرمایا:

﴿(ویکرہ حضورھن الجماعۃ) ولو لجمعۃ وعید ووعظ (مطلقًا) ولو عجوزًا لیلًا (علی المذھب) المفتٰی بہ لفساد الزمان﴾ (الدر المختار ج ۱ ص ۶۱۰)

﴿ت﴾ عورتوں کو جماعت میں حاضر ہونا مطلقًا مکروہ ہے، اگر چہ جمعہ اور عید کی جماعت ہو یا وعظ ہو، اور اگر چہ عورت بڈھی ہو، اور گر چہ رات کا وقت ہو، فساد زمانہ کی وجہ سے مذہب مفتی بہ پر۔

(۸) علامہ ابن عابدین شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے لکھا: ﴿(ولو عجوزًا لیلًا) بیان للاطلاق ای شابۃ او عجوزًا نھارًا او لیلًا﴾ (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۱۰)

﴿ت﴾ گر چہ عورت بڈھی ہو، اور رات کا وقت ہو۔ یہ اطلاق کا بیان ہے، یعنی عورت، جوان ہو یا بڈھی، دن ہو یا رات (اسے حاضریٔ جماعت مکروہ ہے)

توضیح: جس طرح عورتوں کو فتنہ کی وجہ سے مسجد جانے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح بازاروں میں چکر لگانا، مخلوط محفلوں میں حاضر ہونا یعنی جہاں فتنہ ہوسکتا ہے، ان تمام مقامات پر عورتوں کا جانا ممنوع ہے۔ بوجہ ضرورت اپنے محرم مردوں کے ساتھ ہی گھر سے باہر نکلیں۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی

﴿وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ﴾ (سورہ احزاب: آیت ۳۳)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو، اور بے پردہ نہ رہو، جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو، اور زکوٰۃ دو، اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ (کنز الایمان)

(۹) امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری نے تحریر فرمایا: ''صلاح وفساد قلب امر مضمر ہے اور دعویٰ کے لیے سب کی زبانیں کشادہ اور محق ومبطل نہ معلوم، مع ہذا صلاح سے فساد کی طرف انقلاب دشوار نہیں، خصوصاً ہوا لگ کر، خصوصاً عورتوں کے دل کہ تقلب کے لیے آمادہ، ولہٰذا ''رویدک انجشة رفقًا بالقواریر'' ارشاد ہوا۔ مرد کہ اپنے نفس پر اعتماد کرے، احمق ہے، نہ کہ عورت۔ نفس تمام جہاں سے بڑھ کر جھوٹا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۷۱)

عورتوں کی حاضریٔ جماعت مکروہ تحریمی

(۱) علامہ بدرالدین عینی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) تحریر فرمایا: ﴿قلت: المراد بالکراهة التحریم ولا سیما فی هذا الزمان لفساد اهله﴾ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۲ ص ۴۲۰)

﴿ت﴾ اہل زمانہ کے فساد کی وجہ سے اس زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) علامہ عینی نے لکھا: ﴿(ویکره لهن حضورهن الجماعة) یعنی الشواب منهن لما فیه ای فی حضورهن الجماعة من خوف الفتنة علیهن من الفساق وخروجهن سبب للحرام وما یفضي الی الحرام فحرام﴾ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۲ ص ۴۲۰)

﴿ت﴾ عورتوں کے جماعت میں حاضر ہونے سے، ان کے اوپر بدکرداروں کی جانب سے فتنہ کا خوف ہے اور عورتوں کا (گھر سے باہر) نکلنا (اوباشوں کے) حرام (میں مبتلا ہونے) کا سبب ہے اور جو حرام تک پہونچانے والا ہو، وہ حرام ہوتا ہے۔

(۳) محدث بدرالدین عینی حنفی نے بڈھی عورتوں کی اجازت کے بارے میں لکھا:

﴿وفیه نظر لان الحریص منهم من یرغب فی العجائز فیصیر خروجهن سبب للوقوع فی الفتنة﴾ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۲ ص ۴۲۱)

﴿ت﴾ بڑھی عورتوں کو اجازت دینے میں ایک اعتراض ہے، کیونکہ بدکرداروں میں سے بعض نفس پرست، بڑھی عورتوں کی (زیادہ) رغبت رکھتے ہیں، پس بڑھی عورتوں کا (گھر سے) نکلنا (بدکرداروں کے) فتنہ میں واقع ہونے کا سبب ہو جائے گا۔

توضیح: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر وعصر میں بڑھی عورتوں کی ممانعت کی وجہ یہ بتائی کہ کثرت شہوت بڑھی عورتوں سے جماع پر مجبور کرتی ہے۔لہٰذا ظہر وعصر میں بڑھی عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت نہیں۔مغرب وعشا وفجر میں چونکہ بدکردار مصروف ہوتے ہیں اور کوئی خطرہ نہیں ہوتا،اس لیے اجازت دی جائے گی،لیکن بعد کے زمانے میں حالات بدل چکے۔ہر وقت بدکرداروں سے خطرہ ہے،اس لیے بڑھی عورتوں کو بھی پانچوں نمازوں سے روک دیا گیا۔عہد حاضر میں فتنوں کی کثرت کے سبب ممانعت کا حکم مزید سخت ہو جاتا ہے۔

محدث بدرالدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے لکھا:﴿(ان فرط الشبق حامل فتقع الفتنة)بسبب غلبان الشهوة فعند ذلک يمنعن من الخروج ای فی جميع الصلوات نظرًا الیٰ ذلک﴾(البنایہ شرح الہدایہ ج۲ص۴۲۱)

﴿ت﴾ یعنی شہوت کی زیادتی (بدکاری پر) ابھارنے والی ہے، پس غلبۂ شہوت کی وجہ سے فتنہ واقع ہوگا، پس اس وقت اس فساد کو دیکھتے ہوئے پانچوں نمازوں میں باہر نکلنے سے روکی جائیں گی۔

عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی

(۱) شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی (۵۳۰ھ-۵۹۳ھ) نے لکھا:﴿(ويكره للنساء ان يصلين وحدهن الجماعة)لانها لا تخلو عن ارتكاب محرم وهو قيام الامام وسط الصف فيكره كالعراة﴾ (ہدایہ اولین ج۱ص۱۲۳)

﴿ت﴾ صرف عورتوں کی جماعت مکروہ ہے،اس لیے کہ یہ ارتکاب حرام سے خالی نہیں ہے اور وہ، امام کا صف کے بیچ میں کھڑا ہونا ہے، پس یہ مکروہ ہے، جیسا کہ ننگوں کی جماعت۔

توضیح: امام کا درمیان صف میں کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔اس کی وجہ سے جماعت بھی مکروہ تحریمی

ہوگی، جیسا کہ ننگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیوں کہ بے ستروں کا امام بھی وسط صف میں ہی رہے گا اور امام کا وسط صف میں ہونا کراہت کا سبب ہے۔

(۲) امام اکمل الدین بابرتی (۷۱۴ھ-۷۸۶ھ) نے لکھا: ﴿**ویکرہ للنساء ان یصلین جماعة لانھن فی ذلک لایخلون عن ارتکاب محرم ای مکروہ لان امامتھن اما ان تتقدم علی القوم اوتقف وسطھن وفی الاول زیادۃ الکشف وھی مکروھة وفی الثانی ترک الامام مقامه وھو مکروہ و الجماعة سنة وترک ما ھو سنة اولٰی من ارتکاب مکروہ**﴾ (شرح العنایۃ علی الہدایہ مع فتح القدیر ج ا ص ۳۰۵)

〈ت〉 عورتوں کے لیے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اس لیے کہ جماعت کے بارے میں وہ حرام یعنی مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے خالی نہیں ہوں گی، کیوں کہ عورتوں کی عورت امام یا تو جماعت سے آگے کھڑی ہوگی یا عورتوں کے بیچ میں کھڑی ہوگی، اور پہلی صورت میں کشف کی زیادتی ہے اور یہ مکروہ ہے اور دوسری صورت میں امام کا اپنے مقام کو چھوڑ دینا ہے اور یہ مکروہ ہے اور جماعت، سنت ہے اور سنت کو چھوڑ دینا مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے بہتر ہے۔

(۳) امام جلال الدین خوازمی (م۸۰۰ھ) نے لکھا: ﴿**(قوله لانھا لاتخلو عن ارتکاب محرم) وھو زیادۃ الکشف وحرمتھا ظاھرۃ لقوله تعالٰی - ولایبدین زینتھن الا ما ظھر منھا - او ترک مقام الامام وھو حرام ایضًا**﴾ (الکفایۃ علی الہدایہ ج ا ص ۳۰۶)

〈ت〉 صاحب ہدایہ کا قول کہ عورتوں کی جماعت کسی حرام کے ارتکاب سے خالی نہیں ہوگی اور وہ (تقدم کی صورت میں) کشف (بے ستری) کی زیادتی ہے اور یہ حرام ہے رب تعالیٰ کے فرمان ''ولایبدین زینتھن الا ما ظھر منھا'' کی وجہ سے یا (عدم تقدم کی صورت میں) امام کا اپنے مقام کو چھوڑنا دینا ہے اور یہ بھی حرام ہے۔

(۴) امام علاء الدین حصکفی حصنی دمشقی (۱۰۲۵ھ-۱۰۸۸ھ) نے رقم فرمایا: ﴿**(و) یکرہ تحریمًا (جماعة النساء) ولو فی التراویح**﴾ (الدرالمختار ج ا ص ۶۰۹)

﴿ت﴾ عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ تراویح کی نماز ہو۔

(۵) امام ابن ہمام کمال الدین حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿(قوله لانها لاتخلو الخ) صریح فی أن ترک التقدم لامام الرجال محرم و کذا صرح الشارح و سماه فی الکافی مکروهًا وهو الحق ای کراهة تحریمٍ لان مقتضی المواظبة علی التقدم منه صلی اللّٰہ علیه وسلم بلا ترکٍ، الوجوبُ -فلعدمه کراهة التحریم فاسم المحرم مجاز واستلزم ما ذکران جماعة النساء تکره کراهة تحریم﴾ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۶)

﴿ت﴾ صاحب ہدایہ کا قول ''لانہا لاتخلو'' اس بات کی صراحت کر رہا ہے کہ مردوں کے امام کا، تقدم کو ترک کرنا حرام ہے اور شارح نے اس کی تصریح کی ہے اور حاکم شہید (م ۳۳۴ھ) کی کتاب ''کافی'' میں اسے مکروہ کہا اور یہی حق ہے، یعنی ترک تقدم کی کراہت، تحریمی ہے، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے بلا ترک کیے ہوئے، تقدم پر پابندی کرنے کا تقاضا وجوب ہے (اور وجوب کی خلاف ورزی مکروہ تحریمی ہے)، پس حرام کا لفظ مجازی ہے اور جو ذکر کیا گیا، اس سے لازم آیا کہ عورتوں کی جماعت، مکروہ تحریمی ہے۔

حدیث ''لاتمنعوا نسائکم المساجد'' کی تشریح

(۱) امام ابن ہمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے اس حدیث کی تشریح میں تحریر فرمایا:

﴿اعلم انه صح عنه صلی اللّٰہ علیه وسلم انه قال: لا تمنعوا اماء اللّٰہ مساجد اللّٰہ وقوله صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا استاذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا یمنعها -والعلماء خصوه بامور منصوص علیها ومقیسة (۱) فالأول ما صح انه صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: أیما امرأة اصابت بخورًا فلا تشهد معنا العشاء وکونه لیلًا فی بعض الطرق فی مسلم، لا تمنعوا النساء من الخروج الی المساجد باللیل (۲) والثانی حسن الملابس و مزاحمة الرجال لان اخراج

الطيب لتحريكه الداعية فلما فقد الآن منهن هذا،لانهن يتكلفن للخروج ما لم يكن عليه فی المنزل،منعن مطلقًا.

لا يقال:هذا حينئذ نسخ بالتعليل لانا نقول(۱)المنع يثبت حينئذ بالعمومات المانعة من التفتين(۲)او هو من باب الاطلاق بشرط فيزول بزواله كانتهاء الحكم بانتهاء علته﴾(فتح القدیر ج۱ص۳۱۷)

﴿ت﴾ جان لو کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے نہ روکو،اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کسی سے اس کی بیوی مسجد آنے کی اجازت طلب کرے تو وہ اسے نہ روکے،اور علمائے کرام نے اس اجازت کو چند منصوص (حدیث میں بیان کردہ)اور قیاسی امور کے ساتھ خاص کیا ہے،پس(۱)امراول یہ ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوعورت خوشبو لگائے، وہ ہمارے ساتھ عشا کی نماز میں شریک نہ ہو،اور صحیح مسلم کی بعض روایتوں میں اجازت کے لیے رات ہونے کا ذکر ہے کہ عورتوں کو رات میں مسجدوں کی طرف جانے سے نہ روکو،اور(۲) امردوم اچھے کپڑے اور مردوں کا میلان ہے،اس لیے کہ خوشبو لگانا،خوشبو کے محرک (اشتہائے نفسانی کا محرک) ہونے کی وجہ سے (مردوں کو عورتوں کی جانب) دعوت دینے والی ہے، پس جب اس زمانے میں عورتوں سے یہ پابندی نہیں پائی جاتی ہے،اس لیے کہ وہ مسجد آنے کے لیے تکلف (زینت وآرائش) کرتی ہیں جو کیفیت کہ گھر میں نہیں ہوتی ہے تو عورتوں کو (مسجدوں سے)مطلقاً روک دیا گیا (خواہ وہ رات ہو یا دن)

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اس صورت میں (نص صریح کو) ایک علت بتا کر منسوخ کرنا ہوا ،اس لیے کہ ہم جواب دیں گے کہ(۱) اس وقت (عورتوں کو مسجدوں سے) روکنا فتنہ پیدا کرنے سے روکنے والی عام دلائل کی بنیاد پر ہے (قرآن وحدیث میں فتنہ پیدا کرنے اور اس کے دواعی

سے باز رہنے کا حکم ہے اور عورتیں عہد حاضر میں اپنی موجودہ آرائش وزیبائش کی وجہ سے باعث فتنہ ہیں)(۲) یا (حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتوں کو مسجد کی اجازت) اطلاق بالشرط کے قبیل سے ہے (یعنی کسی شرط کے ساتھ کسی چیز کی اجازت دینا) پس شرط کے زائل ہونے سے حکم زائل ہو جائے گا، جیسا کہ علت کے ختم ہونے سے حکم کا ختم ہو جانا۔

توضیح: جیسے مریض کو اسی وقت تک تیمّم کی اجازت ہے جب تک کہ پانی نقصان دے اور جب پانی سے کسی طرح کا نقصان نہ ہو تو تیمّم کی بجائے وضو کا حکم ہوگا۔ اسی طرح جب تک عورتیں صلاح وخیر کے طریقے پر تھیں اور ان سے مردوں کے مفتون ہونے کا خدشہ نہیں تھا، تب تک انہیں مسجد آنے کی اجازت تھی اور اس زمانہ خیر میں بھی احتیاطاً صرف رات کو مسجد جانے کی اجازت تھی۔ آج کا زمانہ، فتنوں سے بھرا ہوا ہے۔

(۲)﴿عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَرَكْتُ بَعْدِى فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ–متفق عليه﴾ (مشكوٰة المصابيح ص ۲۶۷)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی فتنہ نہ پایا۔

(۳)عَنْ اَبِى سَعِيدِ الْخُدْرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَاَنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِى اِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِى النِّسَاءِ–رواه مسلم﴾

(مشكوٰة المصابيح ص ۲۶۷)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا میٹھی سبزہ زار ہے، اور اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اس میں خلیفہ بنانے والا ہے، پس غور کرنا چاہئے کہ تم کیسا عمل کروگے، پس تم لوگ دنیا اور عورتوں سے بچو، اس لیے کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں تھا۔

توضیح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد مردوں کے لیے سب سے بڑا

فتنہ،عورتیں ہیں اور بنی اسرائیل کا سب سے پہلا فتنہ عورتیں تھیں تو تم عورتوں سے بچو۔

(۴)امام ابن ہمام(۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے رقم فرمایا:﴿وبالنظر الی التعليل المذكور منعت غير المزينة ايضًا لغلبة الفساق وليلًا وان كان النص يبيحه لان الفساق فى زماننا اكثر انتشارهم و تعرضهم بالليل وعلٰى هذا ينبغى علٰى قول ابى حنيفة تفريع منع العجائز ليلًا ايضًا بخلاف الصبح فان الغالب نومهم فى وقته بل عمم المتأخرون المنع للعجائز والشواب فى الصلوات كلها لغلبة الفساد فى سائر الاوقات﴾ (فتح القدیر ج ۱ص ۳۱۷-مکتبہ میمنیہ مصرج ۱ص ۳۱۷)

〈ت〉مذکورہ بالا تعلیل کی وجہ سے زینت نہ کرنے والی عورت کو بھی (مسجد آنے سے) روک دیا گیا بدمعاشوں کے غلبہ کی وجہ سے (گرچہ عورت صحیح الفطرت ہو،لیکن بدکاری کی عادت والے اسے کوئی تکلیف پہنچا سکتے ہیں یا عورت اس کے بہکاوے میں آسکتی ہے جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے) اور رات کو بھی (عورت کو مسجد سے روکا جائے گا) اگرچہ حدیث،رات میں مسجد حاضر ہونے کو جائز قرار دیتی ہے،اس لیے کہ ہمارے زمانے میں بدکاروں کا اکثر گھومنا پھرنا اوران کی چھیڑ چھاڑ رات کو ہوتی ہے اوراس بنیاد پر مناسب ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی بنیاد پر رات کو بھی بڑھی عورتوں کو (مسجد جانے سے) ممانعت کا جزئیہ بنایا جائے (کیونکہ عہد ابوحنیفہ میں صرف دن میں بدمعاشوں کا فتنہ تھا اورآج کے عہد میں دن رات ہر وقت ان اوباشوں کے فتنے رونما ہوتے رہتے ہیں،اور چونکہ وجہ ممانعت فتنہ کا اندیشہ ہے،اس لیے رات کو بھی بڑھی عورتوں کو مسجد جانے سے روکا جائے گا) برخلاف صبح کے،اس لیے کہ صبح کے وقت غالب طور پران (بدکاروں) کی نیند ہوا کرتی ہے، بلکہ متأخرین فقہا نے تمام اوقات میں فساد کے غلبہ کی وجہ سے تمام نمازوں میں بڑھی وجوان تمام عورتوں کی عام ممانعت فرمادی۔

توضیح:آج کے عہد میں جس وقت بھی عورت کو مسجد آنے کی اجازت دی جائے تو مریضان قلب راہوں میں صنف نازک کے دیدار کے لیے کھڑے نظر آئیں گے۔چونکہ نمازوں کا وقت متعین

ہوا کرتا ہے، اس لیے انہیں انتظار میں زیادہ مشقت نہیں ہے۔ بعض گلی کوچوں سے عورت کو تنہا بھی گذرنے کا اتفاق ہوسکتا ہے اور شہوت پرستوں کے لیے یہ موقعہ بڑا قیمتی ہوسکتا ہے۔

اسکول وکالج میں لڑکیاں تعلیم حاصل کرنے جاتی ہیں۔ یونیورسٹیز کے ہاسٹلوں میں رہا کرتی ہیں۔ اس کے برے نتائج کا روزانہ مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ نہ جانے کتنی لڑکیاں اپنی عفت وپاکدامنی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ ان کے ماں باپ کو اس کا علم ہو، یا نہ ہو۔

خاتمہ

علامات قیامت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا کہ بدکاری بہت زیادہ ہوگی۔ آج کھلی آنکھوں سے ہر چہار جانب اس کا مشاہدہ ہورہا ہے۔ ان حالات کو دیکھ سن کر بھی وہابیہ نے عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت دی ہے۔ یہ بات قابل تشویش ہے۔ فقہی مسائل میں حالات زمانہ پر بھی نظر رکھی جاتی ہے۔ سلفیوں کی جانب سے اس مسئلہ میں حالات زمانہ کی کچھ بھی رعایت نہیں کی گئی۔ سلفی مذہب کے فقہا کو اس جانب توجہ دینی چاہئے۔

(۱)﴿عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَفْشُوَا الزِّنَا وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ حَتّٰى يَكُونَ لِخَمْسِينَ اِمْرَأَةً قَيِّمٌ وَاحِدٌ﴾

(ترمذی ج۲ص۴۴: حسن صحیح)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت کا ظہور ہوگا اور بدکاری پھیل جائے گی اور شراب پی جائے گی اور عورتیں زیادہ ہوں گی اور مرد کم ہوں گے، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک ذمہ دار مرد ہوگا۔

(۲)﴿عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ:فَشَکَوْنَا اِلَیْهِ مَا نَلْقِی مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ:مَا مِنْ عَامٍ اِلَّا وَالَّذِی بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ حَتّٰی تَلْقَوْا رَبَّکُمْ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ نَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ﴾(سنن ترمذی ج۲ص۴۴-حسن صحیح)

﴿ت﴾حضرت زبیر بن عدی نے کہا کہ ہم لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تو ہم لوگوں نے ان سے اپنے اوپر کیے جانے والے حجاج بن یوسف ثقفی کے مظالم کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ ہر بعد والا سال، پہلے والے سال اس سے برا ہوگا، یہاں تک کہ تم لوگ اپنے رب سے جاملو۔

توضیح: ہر بعد والے زمانے کے لوگ پہلے زمانے کے لوگوں کی بہ نسبت برے ہوں گے۔قرون ماضیہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے اچھوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی جائے گی۔ایسی حالت میں عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے کی اجازت دینا یقیناً غلط ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس امت کے پچھلے لوگ اپنے اگلوں کی برائی بیان کریں گے،جیسا کہ وہابیہ ماقبل کے مومنین کو مشرک بتاتے ہیں۔تمام مقلدین ان کے نزدیک مشرک ہیں۔وہ ائمہ اربعہ کے بیان کردہ مسائل پر عمل نہیں کرتے ، بلکہ خود اجتہاد کا دعویٰ کر کے مسائل کے استنباط کی کوشش کرتے ہیں اور ایسے مسائل بیان کرتے ہیں کہ عقل ونقل سے موافقت نہیں ہوتی۔

(۱)﴿وَأَلْعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا﴾

(سنن ترمذی ج۲ص۴۴-عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۲)﴿وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا﴾

(سنن ترمذی ج۲ص۴۵-عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

﴿ت﴾اس امت کے بعد والے لوگ پہلے والوں کو برا بھلا کہیں گے۔

☆☆☆☆☆

رسالہ سوم

تشہد میں انگلی کو حرکت دینے کا حکم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ حبیبہ الکریم و آلہ العظیم

مقدمہ

عصر حاضر میں وہابیہ دین کے ٹھیکیدار بنے بیٹھے ہیں۔صحیح حدیث کو ضعیف اور ضعیف کو صحیح بنا دینا ان کا مشہور کارنامہ ہے۔احادیث کی من مانی توضیح وتشریح کرنا ان کا خاصہ ہے۔ساری امت مسلمہ کے قدیم معمولات ومسائل کو چھوڑ کر بدعتیں ایجاد کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔چند احادیث پڑھ کر غیر مقلد عوام بھی اجتہاد کی جرأت بیجا کر بیٹھتے ہیں۔ان لوگوں نے احکام شرعیہ کے استنباط واجتہاد کو بازیچہ اطفال بنا رکھا ہے۔یہ دین ومذہب کی ایک بڑی خیانت کے مرتکب ہیں۔ارشاد خداوندی ''فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون'' کو اب تک یہ لوگ سمجھ نہ سکے۔

یہ رسالہ دو باب پر مشتمل ہے۔باب اول میں تحریک انگشت کی روایات،اس کے مفاہیم اور اس کے راویوں سے متعلق مباحث مرقوم ہیں اور باب دوم میں فقہائے اسلام کے اقوال تحریر کیے گئے ہیں۔خاتمہ میں قول مرجوح سے متعلق بحث ہے کہ بلاضرورت وحاجت قول مرجوح پر عمل کی اجازت نہیں۔عہد حاضر میں اس جانب توجہ کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرمائے: آمین بجاہ حبیبہ العظیم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم

باب اول

اشارۂ وحدانیت الٰہی

نماز میں تشہد پڑھنے کے وقت ''اشہدان لا الہ الا اللہ'' کا ذکر آئے تو کلمہ نفی یعنی ''لا'' پر داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اٹھائی جائے اور توحید خداوندی کا اظہار کیا جائے۔ احادیث وفقہ میں اس مسئلہ کو تشریح وتفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اب چند سال قبل سے وہابیہ جب انگلی اٹھاتے ہیں تو اسے حرکت دیتے رہتے ہیں۔ حالانکہ انگلی کو بار بار ہلانا یا اسے مسلسل ہلاتے رہنا، خشوع وخضوع میں خلل پیدا کرنے والا ہے۔ جب انگلی اٹھا کر رب تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتراف کیا جائے تو اس وقت نظر بھی اسی انگلی کی جانب ہونی چاہئے اور جب اس میں حرکت ہوتی رہے گی تو ساری توجہ انگلی کی طرف چلی جائے گی اور خشوع خلل پذیر ہو جائے گا، یہ ایک فطری بات ہے۔ ہر کوئی اسے محسوس کرسکتا ہے، نیز یہ کہ انگلی کو حرکت دیتے رہنا، کسی متحرک چیز کی حرکت کی جانب اشارہ ہے، نہ کہ کسی کی وحدانیت کو بتانے کا اشارہ۔ جب ہم ایک، دو، تین وغیرہا تعداد، اشارے سے بتانا چاہتے ہیں تو صرف انگلیوں سے اشارہ کرتے ہیں، نہ کہ اسے حرکت دیتے رہتے ہیں جیسا کہ سلفیان ہندوعرب آج کے عہد میں تشہد کے وقت کیا کرتے ہیں۔

تشہد کے وقت، انگلی سے اشارہ کا ذکر بہت سی حدیثوں میں آیا ہے۔ حضرت وائل بن حجر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بہت سی حدیثیں اشارے کے بارے میں آئی ہیں اور ایک روایت میں ''یحرکہا'' کا لفظ، حدیث میں وارد ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ''لایحرکہا'' کا لفظ آیا ہے۔ اس طرح یہ دونوں حدیثیں متعارض ہوگئیں۔ ذیل میں تشہد میں اشارہ سے متعلق صحاح ستہ وغیرہا میں مروی احادیث طیبہ مرقوم ہیں۔

﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا جَلَسَ فِی الصَّلٰوۃِ وَضَعَ

يَـدَيْـهِ عَـلٰى رُكْبَتَيْهِ وَرَفَعَ اِصْبَعَهُ الْيُمْنَى الَّتِى تَلِى الْاِبْهَامَ فَدَعَا بِهَا وَيَدُهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهٖ بَاسِطٌ عَلَيْهَا﴾ (صحیح مسلم ج ا ص ۲۱۶)

〈ت〉 حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور اپنے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے پاس کی انگلی اٹھاتے، پس اس سے اشارہ فرماتے اور آپ کا بایاں ہاتھ آپ کے گھٹنے کے پاس ہوتا۔

طوالت کے خوف سے ذیل میں احادیث مبارکہ کے صرف وہ الفاظ لکھے جاتے ہیں، جن کا تعلق اصل موضوع سے ہے۔ ساتھ میں راوی کا نام بھی درج کیا جاتا ہے۔ یہ بیان کردہ کیفیت، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے متعلق ہے۔

صحیح مسلم

(۱) **عبد الله بن الزبير عن ابيه رضى الله عنهما......واشار باصبعه**

(مسلم ج ا ص ۲۱۶)

(۲) **عبد الله بن الزبير عن ا بيه رضى الله عنهما......و اشار باصبعه السبابة**

(صحیح مسلم: جلد اول ص ۲۱۶)

(۳) **عبد الله بن عمر رضى الله عنهما...... ورفع اصبعه اليمنٰى التى تلى الابهام فدعابها** (صحیح مسلم: جلد اول ص ۲۱۶)

(۴) **عبد الله بن عمر رضى الله عنهما...... واشار بالسبابة** (صحیح مسلم: اول ص ۲۱۶)

(۵) **عبد الله بن عمر رضى الله عنهما...... واشار باصبعه التى تلى الابهام**

(صحیح مسلم: جلد اول ص ۲۱۶)

جامع الترمذی

(۱) **عبـد الـلّـه بن عمر رضى الله عنهما......ورفع اصبعه التى تلى الابهام يدعو**

بها(حسن غریب)(سنن ترمذی: جلداول ۶۵)

(۲)ابو حمید ......واشار باصبعه یعنی السبابة(سنن ترمذی: جلداول ۶۵)

سنن النسائی

(۱)وائل بن حجر......واشار (سنن نسائی: جلداول ۱۴۱)

(۲)وائل بن حجر ......واشار بالسبابة یدعوبها(سنن نسائی: جلداول ۱۴۱)

(۳)وائل بن حجر ......ورأیته یقول هکذا–واشار بشر بالسبابة من الیمنٰی

(سنن نسائی: جلداول ۱۴۱)

(۴)عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما......واشار بالسبابة

(سنن نسائی: جلداول ۱۴۱)

(۵)عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما......واشارباصبعه التی تلی الابهام

(سنن نسائی: جلداول ۱۴۱)

(۶)وائل بن حجر...... ثم رفع اصبعه فرأیته یحرکها یدعو بها–مختصر

(سنن نسائی: جلداول ۱۴۲)

(۷)عبـد الـلّٰـه بن عمر رضی اللّٰه عنهما...... ورفع اصبعه التی تلی الابهام فدعا بها(سنن نسائی: جلداول ۱۴۲)

(۸)عبد اللّٰه بن الزبیر...... کان یشیر باصبعه اذا دعا ولا یحرکها

(سنن نسائی: جلداول ۱۴۲)

(۹)عامر بن عبد اللّٰه بن الزبیر عن ابیه ......یدعو کذلک

(سنن نسائی: جلداول ۱۴۲)

(۱۰)مالک بن نمیر الخزاعی عن ابیه ......ویشیر باصبعه

(سنن نسائی: جلداول ۱۴۲)

(۱۱)عبد اللّٰہ بن عمر...... واشار باصبعه التی تلی الابهام فی القبلة ورمی ببصره الیها (سنن نسائی: جلد اول ۱۳۰)

(۱۲)وائل بن حجر ......ونصب اصبعه للدعاء(سنن نسائی: جلد اول ۱۳۰)

(۱۳)عامر بن عبد اللّٰه بن الزبیر عن ابیه...... ثم اشار باصبعه

(سنن نسائی: جلد اول ۱۳۰)

سنن ابی داوٗد

(۱)وائل بن حجر...... ورأیته یقول هکذا وحلق بشر الابهام والوسطی واشار بالسبابة(سنن ابی داوٗد ص ۱۰۵)

(۲)ابو حمید...... واشار باصبعه(سنن ابی داوٗد ص ۱۰۷)

(۳)وائل بن حجر...... واشار بالسبابة(سنن ابی داوٗد ص ۱۳۸)

(۴)عبد اللّٰه بن عمر...... واشار باصبعه التی تلی الابهام(سنن ابی داوٗد ص ۱۴۲)

(۵)عن عبد اللّٰه بن الزبیر عن ابیه...... واشار باصبعه(سنن ابی داوٗد ص ۱۴۲)

(۶)عن عبد اللّٰه بن الزبیر...... ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یشیر باصبعه اذا دعا ولایحرکها(سنن ابی داوٗد ص ۱۴۲)

(۷)عن عامر بن عبد اللّٰه بن الزبیر عن ابیه ......یدعو کذلک

(سنن ابی داوٗد ص ۱۴۲)

(۸)عن مالک بن نمیر الخزاعی عن ابیه ......رافعا اصبعه السبابة،قد حنّاها شیئًا(سنن ابی داوٗد ص ۱۴۲)

سنن ابن ماجہ

(۱)مالک بن نمیر الخزاعی عن ابیه...... ویشیر باصبعه(سنن ابن ماجہ ۶۵)

(۲)وائل بن حجر ......ورفع التی تلیهما یدعو بها فی التشهد(سنن ابن ماجہ ۶۵)

مشکوٰۃ المصابیح

(۱)عبد اللّٰہ بن زبیر...... لا یحر کھا (مشکوٰۃ المصابیح ص۸۵بحوالہ ابوداؤدونسائی)

(۲)وائل بن حجر...... یحر کھا (مشکوٰۃ المصابیح ص۸۵بحوالہ ابوداؤدودارمی)

مسند احمد بن حنبل (روایات وائل بن حجر)

(۱)واشار باصبعه السبابة (مسند احمد ج۴ص۳۱۶) عبدالواحد عن عاصم بن کلیب

(۲)واشار باصبعه السبابة (مسند احمد ج۴ص۳۱۷) شعبۃ عن عاصم بن کلیب

(۳)ثم اشار بسبابته (مسند احمد ج۴ص۳۱۷) سفیان عن عاصم بن کلیب

(۴)ثم رفع اصبعه فرأيته يحر كها يدعو بها

(مسند احمد ج۴ص۳۱۸) زائدۃ عن عاصم بن کلیب

(۵)واشار بالسبابة (مسند احمد ج۴ص۳۱۸) سفیان عن عاصم بن کلیب

(۶)ثم رأيته يقول هكذا واشار زهير بسبابته الاولى

(مسند احمد ج۴ص۳۱۸) زہیر بن معاویۃ عن عاصم بن کلیب

(۷)واشار باصبعه السبابة (مسند احمد ج۴ص۳۱۹) شعبۃ عن عاصم بن کلیب

صحیح ابن حبان

(۱)﴿وائل بن حجر......ورفع التى تليها يدعو بها﴾ (صحیح ابن حبان ص۵۹۹)

احادیث میں تعارض

حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما کی روایت میں تعارض ہے۔
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشہد میں اشارہ کے وقت انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگلی کو حرکت دیتے تھے۔ دونوں صحابی کی روایتیں

ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں۔

روایت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيْصِيُّ نَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زُبَيْرٍ اَنَّهُ ذَكَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ بِاِصْبَعِهٖ اِذَا دَعَا وَلَا يُحَرِّكُهَا- قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَزَادَ عَمْرُو ابْنُ دِينَارٍ قَالَ: اَخْبَرَنِي عَامِرٌ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو كَذٰلِكَ وَيَتَحَامَلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخْذِهِ الْيُسْرٰى﴾ (سنن ابی داؤد ص۱۴۲- سنن النسائی ج۱ ص۱۴۲- مشکوٰۃ المصابیح ص۸۵- السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ ص۴۸۲)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی انگشت مبارک سے اشارہ فرماتے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشہد پڑھتے اور انگشت مبارک کو حرکت نہیں دیتے تھے۔ محدث ابن جریج (م۱۵۰ھ) نے کہا کہ عمرو بن دینار نے کہا کہ مجھے عامر بن عبداللہ نے اپنے والد عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح (انگشت مبارک حرکت دئے بغیر) اشارہ کرتے دیکھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر رکھے ہوئے ہیں۔

(۲)﴿حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا يَحْيٰى نَا ابْنُ عَجْلَانَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ: لَا يُجَاوِزُ بَصَرُهٗ اِشَارَتَهٗ وَحَدِيْثُ حَجَّاجٍ اَتَمُّ﴾

(سنن ابی داؤد ص۱۴۲)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو روایت کیا اور فرمایا کہ حضرت تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارے سے

آگے نہ بڑھتی (یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگشت مبارک کو دیکھتے رہتے) اور حجاج کی حدیث (حدیث ماقبل) زیادہ کامل ہے۔

روایت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿اَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ ثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي اَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ قَالَ قُلْتُ-لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّى فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ فَوَصَفَ قَالَ: ثُمَّ قَعَدَ وَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخْذِهٖ وَرُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَجَعَلَ حَدَّ مِرْفَقِهِ الْاَيْمَنِ عَلٰى فَخْذِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ قَبَضَ اِثْنَتَيْنِ مِنْ اَصَابِعِهٖ وَحَلَّقَ حَلْقَةً ثُمَّ رَفَعَ اِصْبَعَهٗ فَرَأَيْتُهٗ يُحَرِّكُهَا يَدْعُو بِهَا-مُخْتَصَرٌ﴾

(سنن النسائی ج اص ۱۴۲-سنن الدارمی ج اص ۳۱۵-صحیح ابن خزیمہ ج اص ۳۷۶)

﴿ت﴾ حضرت وائل بن حجر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے سوچا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو ضرور دیکھوں گا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے نماز ادا فرماتے ہیں، پس میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا (راوی نے کہا کہ) پس حضرت وائل بن حجر نے نماز نبوی کی صفت بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے اور اپنے بائیں پائے مبارک کو بچھائے اور اپنی بائیں ہتھیلی کو بائیں ران اور بائیں گھٹنے پر رکھے اور دہنی ہتھیلی کو اپنی داہنی ران پر رکھے، پھر اپنی انگلیوں میں سے دو انگلی کو سمیٹ لیے اور (دو انگلیوں سے) حلقہ بنائے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک کو اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے حرکت دے رہے ہیں، اس کے ذریعے اشارہ فرما رہے ہیں۔

شارح مشکوٰۃ علامہ طیبی نے لکھا﴿يدعوا بها-اى يشير بها الى وحدانية اللّٰه تعالىٰ فى حالة دعائه﴾ (شرح مشکوٰۃ للطیبی ج ۲ص ۴۲۵)

〈ت〉 یدعوا بہا (اس کے ذریعے اشارہ فرمارہے ہیں) یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشہد کی حالت میں انگشت مبارک کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی جانب اشارہ فرماتے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ''یحرکہا'' کی تشریح یدعو بہا کے ذریعہ کی گئی ہے۔ پس وائل بن حجر کی روایت سے بھی صرف انگلی کے ذریعہ اشارہ کرنے کا ثبوت ہوا، اور وہابیہ کی خوش فہمی چکنا چور ہوگئی۔

دفع تعارض وتطبیق

(۱) ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی تشریح میں لکھا:

﴿(ثم رفع اصبعه) ای المسبحة كما تقدم (فرأيته) كذا فى النسخ المصححة اى فرأيت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم (يحركها) ظاهره يوافق مذهب الامام مالك - لكنه معارض بما سيأتى انه لا يحركها ويمكن ان يكون معنى يحركها ''يرفعها'' اذ لا يمكن رفعها بدون تحريكها - واللّٰه اعلم - قال المظهر: اختلفوا فى تحريك الاصبع اذا رفعها للاشارة - والاصح انه يضعها من غير تحريك (يدعو بها) اى يشير بها اى يرفع اصبعه الواحدة الى وحدانيته تعالىٰ فى دعائه اى تشهده﴾ (مرقاۃ المفاتیح ج۲ص۵۸۳)

〈ت〉 پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی انگشت مبارک کو اٹھائے (یعنی اپنی شہادت کی انگلی کو جیسا کہ اس کی تشریح گذر چکی) پس میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا (ایسا ہی سنن نسائی کے صحیح نسخوں میں ہے یعنی میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا) کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگشت مبارک کو حرکت دے رہے ہیں (اس حدیث کا ظاہری مفہوم امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق ہے، لیکن اس روایت کے معارض ہے جو عنقریب آنے والی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگشت مبارک کو حرکت نہیں دیتے تھے اور ممکن ہے کہ حرکت دینے کا معنی یہ ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگشت مبارک کو اٹھاتے تھے، اس لیے کہ

انگلی کو اٹھانا ،بغیر حرکت دیئے ممکن نہیں ہے :واللہ اعلم بالصواب۔شارح مصابیح السنہ للبغوی محدث مظہر الدین زیدانی :حسین بن محمود بن حسن (م۷۲۷ھ) نے کہا کہ جب انگلی کو (تشہد میں)اشارہ کے لیے اٹھائے تو اس کو حرکت دینے کے بارے میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ انگلی کو بغیر حرکت دیئے اٹھائے رکھے گا (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگشت مبارک کے ذریعہ اشارہ فرمارہے ہیں)یعنی انگلی کے ذریعہ اشارہ کررہے ہیں یعنی ایک انگلی کو اٹھا رہے ہیں اور اس کے ذریعہ اپنے تشہد میں وحدانیت الٰہی کی جانب اشارہ فرمارہے ہیں۔

(۲) ملاعلی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے حدیث عبداللہ بن زبیر کی تشریح میں لکھا:

﴿(ولا یحرکھا)قال ابن الملک:یدل علٰی انه لا یحرک الاصبع اذا رفعها للاشارة وعلیه ابوحنیفة(رواه ابوداؤد)قال النووی اسناده صحیح نقله میرک –وهو یفید الترجیح عند التعارض علی الحدیث الاول–فانه مسکوت عنه(و النسائی وزاد ابوداؤد)ای بسند صحیح علی ماقاله ابن حجر(ولا یجاوز بصره اشارته)ای بل کان یتبع بصره اشارته لانه الادب الموافق للخضوع﴾

(مرقاۃ المفاتیح ج۲ص۵۸۳)

﴿ت﴾ محدث ابن ملک نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث بتارہی ہے کہ جب انگلی کو تشہد میں اشارہ کے لیے اٹھائے گا تو اس کو حرکت نہیں دے گا اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مذہب ہے۔اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا۔امام نووی شافعی (م۶۷۶ھ) نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔اس قول کو محدث میرک نے نقل کیا اور امام نووی کا قول، تعارض کے وقت حدیث اول (حدیث وائل بن حجر) پر ترجیح کو بتاتا ہے،اس لیے کہ حدیث اول (وائل بن حجر کی حدیث) مسکوت عنہ ہے (ائمہ نے اس کی تصحیح کا قول نہیں کیا) اور اس حدیث (حدیث عبداللہ بن زبیر) کو امام نسائی نے بھی روایت کیا اور امام ابوداؤد نے (اپنی روایت میں) صحیح سند کے ساتھ اضافہ کیا،جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی نگاہ مبارک کو اپنے اشارہ پر ہی رکھتے یعنی اپنی نگاہ اپنے اشارہ پر ہی ڈالے رہتے، اس لیے کہ یہ ادب، خضوع وانکساری کے زیادہ مناسب ہے۔

(۳) علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے تحریر فرمایا:

﴿قال البیہقی یحتمل ان یکون مرادہ بالتحریک الاشارۃ بھا، لا تکریر تحریکھا - حتی لا یعارض حدیث ابن الزبیر انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یشیر بالسبابۃ ولا یحرکھا ولا یجاوز بصرہ اشارتہ﴾ (تلخیص الحبیر ج ا ص ۴۲۶)

〈ت〉 امام بیہقی نے فرمایا کہ شاید وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد، انگلی کو حرکت دینے سے انگلی کے ذریعے اشارہ کرنا ہے، نہ کہ اس کو بار بار حرکت دیتے رہنا، تاکہ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے معارض نہ ہو جائے، جس میں بتایا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہادت کی انگلی کے ذریعے اشارہ فرماتے تھے اور اس کو حرکت نہیں دیتے تھے اور اپنی نگاہ اپنے اشارے سے نہیں ہٹاتے تھے۔

(۴) امام بیہقی نے لکھا **﴿فیحتمل ان یکون المراد بالتحریک الاشارۃ بھا لاتکریر تحریکھا فیکون موافقًا لروایۃ ابن الزبیر واللہ تعالیٰ اعلم﴾**

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۸۳)

〈ت〉 احتمال ہے کہ تحریک سے مراد، انگلی سے اشارہ کرنا ہے، نہ کہ اس کو بار بار حرکت دینا، پس یہ روایت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے موافق ہو جائے گی۔

(۵) امام نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے بدکار، چور، شرابی کے ایمان سے متعلق حدیث کی شرح میں لکھا: **﴿واذا ورد حدیثان مختلفان، وجب الجمع بینھما وقد وردا ھنا فیجب الجمع وقد جمعناہ﴾** (نووی علیٰ مسلم ج ا ص ۵۵)

〈ت〉 جب (بظاہر) دو متعارض حدیثیں وارد ہوں تو ان کے درمیان تطبیق ضروری ہے اور یہاں دو متعارض حدیثیں وارد ہوئیں تو اس کی تطبیق لازم ہے اور ہم نے اسے تطبیق دی۔

توضیح: دو معارض حدیثوں کے درمیان تطبیق ضروری ہے،تاکہ اس تطبیق سے پیدا ہونے والی اتفاقی شکل پرعمل کیا جائے۔اس طرح دونوں حدیثوں پرعمل ہوجائے گا اور قول نبوی کا ترک لازم نہیں آئے گا اور وہابیہ نے جوطریقہ اپنایا ہے،اس سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کا ترک لازم آرہا ہے۔حالانکہ حدیث عبداللہ بن زبیر، صحیح حدیث ہے۔امام نووی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسے صحیح کہا ہے۔مزید یہ کہ حضرت عبداللہ بن زبیر مدینہ میں رہا کرتے تھےاور وائل بن حجر یمن میں رہا کرتے تھے۔وہ ایک دو بار مدینہ آئے،ایسی صورت میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کوترجیح ہوگی،کیوں کہ وہ ایک طویل مدت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھتے رہے،لیکن چونکہ وہابیہ کوحدیث ابن زبیر پرعمل نہیں کرنا ہے،اس لیے وہ حدیث،ضعیف ہوجائے گی۔محدث وہابیہ البانی نے اسے ضعیف اورشاذ بنادیا۔دیکھئے''ضعیف النسائی للالبانی''(ص۴۲حدیث ۱۲۶۹)''ضعیف سنن ابی داوٗد للالبانی''(ص۸۷حدیث ۹۸۹-مکتبۃ المعارف ریاض)

(۵)شارح مشکوٰۃ المصابیح علامہ شرف الدین طیبی (م۷۴۳ھ)نے تحریرفرمایا:

﴿اختلفوا فی تحریک الاصبع اذا رفعها للاشارة والاصح انه یضعها من غیر تحریک﴾(شرح مشکوٰۃ المصابیح للطیبی ج۲ص۴۲۶-زکریا بک ڈپو دیوبند)

〈ت〉جب انگلی کو(تشہد میں)اشارہ کے لیے اٹھائے تو انگلی کوحرکت دینے کے بارے میں اختلاف ہےاورسب سے صحیح قول یہ ہے کہ اسے حرکت دیئے بغیر اٹھائے رکھے گا۔

عدم تحریک کی روایت کوترجیح

(۱)معتاد وغیر معتاد

وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوانگلی مبارک کوحرکت دیتے دیکھا۔ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی عذر کے سبب ایسا کیا ہو،

لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے۔ یہ حضرت سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معتاد طریقے کی روایت ہے ، کیوں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں رہا کرتے تھے، جبکہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن میں رہا کرتے تھے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو بار آپ کے مدینے آنے کا تذکرہ ملتا ہے جیسا کہ سنن ابی داؤد (ص ۱۰۵)اور طبقات ابن سعد (ج ٦ ص ٢٦) میں مذکور حضرت وائل بن حجر کی روایت سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ آپ دو بار مدینہ طیبہ آئے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھا:

﴿صحابی جلیل وکان من ملوک الیمن ثم سکن الکوفۃ مات فی ولایۃ معاویۃ﴾ (تقریب التہذیب ج ۲ ص ۲۸۱)

〈ت〉 آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔یمن کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، پھر آپ (یمن سے منتقل ہو کر) کوفہ میں آباد ہو گئے۔آپ کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی۔

تہذیب التہذیب (ج ۹ ص ۱۲۲ مطبوعہ مکتبہ تجاریہ) میں بھی اسی قسم کی تفصیل مذکور ہے۔

(۲) راوی کا تفرد

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشہد (قعدہ) کی کیفیت کی روایت کلیب بن شہاب نے کیا، ان سے عاصم بن کلیب نے اور عاصم بن کلیب سے متعدد راویوں نے اس کی روایت کی ۔حضرت شعبہ بن حجاج ،حضرت سفیان ثوری بھی ان راویوں میں شامل ہیں، لیکن زائدہ بن قدامہ (م ۱۶۱ ھ) کے علاوہ کسی نے بھی ''یحر کہا'' (آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگلی کو حرکت دیتے تھے) کی روایت نہ کی ۔صحیح ابن خزیمہ میں ہے۔

﴿قال ابوبکر ابن خزیمۃ :لیس فی شیء من الاخبار ''یحرکہا'' الا فی ھذا

الخبر -زائدة ذکرہ ﴾(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۷۶ - مکتبہ اسلامی قاہرہ)
﴿ت﴾ حافظ ابن خزیمہ نے کہا کہ اس حدیث کے علاوہ کسی حدیث میں ''سحر کہا'' کا لفظ نہیں ہے ۔صرف زائدہ بن قدامہ نے اس (سحر کہا) کا ذکر کیا۔

توضیح: عاصم بن کلیب (م ۱۳۷ھ) کی صرف ایک روایت یعنی زائدہ بن قدامہ کی روایت میں ''سحر کہا'' کا لفظ آیا ہے اور عاصم کی دیگر روایتوں میں یہ لفظ موجود نہیں ۔ممکن ہے کہ عاصم بن کلیب ہی سے یہ اضافہ وارد ہوا ہو، کیونکہ زائدہ بن قدامہ، ثقہ راوی ہیں ۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے زائدہ بن قدامہ کو ثقہ بتایا ہے ۔(تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۰۷)

عاصم بن کلیب کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا:
﴿**صدوق ، رمی بالارجاء**﴾ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۴۵۹)
﴿ت﴾ عاصم صدوق (صادق القول) ہیں، ان پر مرجۂ ہونے کی تہمت ہے۔
حافظ ذہبی نے لکھا: ﴿**قال شریک: مرجئ**﴾ (الکاشف ج ۲ ص ۶۲)
﴿ت﴾ شریک نے کہا کہ عاصم مرجۂ فرقہ میں سے ہے۔
حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا: ﴿**وثقه ابن معین وغیرہ وقال ابن المدینی: لا یحتج بما انفرد به وقال ابو حاتم: صالح**﴾ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۶)
﴿ت﴾ یحیٰ بن معین وغیرہ نے عاصم بن کلیب کو ثقہ بتایا اور علی بن مدینی نے کہا کہ جس روایت میں عاصم منفرد ہو، اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا اور ابوحاتم رازی نے کہا کہ صالح الحدیث ہے۔

محدث عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے لکھا کہ ابوحاتم رازی نے فرمایا ﴿**عاصم بن کلیب صالح**﴾ (کتاب الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۳۵۰)

﴿**عن ابی بکر الاثرم قال سمعت ابا عبد اللّٰہ یقول: عاصم بن کلیب لا بأس بحدیثه**﴾ (کتاب الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۳۵۰)

﴿ت﴾امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اس کی حدیث میں کچھ حرج نہیں۔

فن جرح وتعدیل اور فن اسماء الرجال سے واقفیت رکھنے والے علما کو معلوم ہوگا کہ جس راوی کے بارے میں ''رُمی بالارجاء ،صالح ،صدوق، لابأس بحدیثہ وغیرہا الفاظ کہے جائیں ،وہ راوی کامل العدالۃ نہیں ہوگا اوراس کی حدیث ،صحیح لذاتہ نہیں ہوسکے گی۔ البانی نے صحیح سنن النسائی (ج ا ص ۴۰۶ حدیث نمبر ۱۲۶۷-مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض) میں اس روایت کو صحیح لکھا۔ یہ البانی کی غلط فہمی ہے۔ یہ روایت صحیح لذاتہ نہیں ہے، نیز یہ کہ اس روایت میں عاصم بن کلیب منفرد ہے اور بقول علی بن مدینی ،جس روایت میں عاصم بن کلیب منفرد ہو، اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

(۳)خشوع میں خلل

انگلی کوحرکت دیتے رہنا خشوع وخضوع میں خلل پیدا کرنے والا ہے۔ جب انگلی حرکت کرتی رہے گی تو انسان کی توجہ انگلی کی حرکت کی جانب ہوگی نہ کہ نماز کی طرف ،اور چونکہ حدیث میں آیا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگشت مبارک کو دیکھتے رہتے تھے جیسا کہ سنن ابوداؤد میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ''لا یجاوز بصرہ اشارتہ'' (سنن ابی داؤد ص ۱۴۲) (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک آپ کے اشارۂ تشہد سے تجاوز نہ کرتی) اور سنن نسائی میں حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ''ورمی ببصرہ الیہا'' (سنن نسائی ج ا ص ۱۳۰) (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دیکھتے رہتے) مروی ہے اور حرکت کرتی ہوئی چیز کو دیکھتے رہنے سے طبعًا توجہ، اسی متحرک کی جانب مائل ہو جاتی ہے، لیکن ساکن وغیر متحرک کو دیکھتے رہنے سے یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ ہر عقل سلیم کو یہ بات تسلیم ہے۔

علامہ شرف الدین طیبی نے لکھا: ﴿**ولا ینظر الی السماء حین الاشارۃ الی التوحید- بل ینظر الی اصبعہ ولا یجاوز بصرہ عنہا کی لا یوھم ان اللہ سبحانہ وتعالی فی السماء-تعالی اللہ عن ذلک علوًا کبیرًا**﴾ (شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۲۶)

﴿ت﴾ توحید کی جانب اشارہ کے وقت آسمان کی طرف نہ دیکھے، بلکہ اپنی انگلی کو دیکھتا رہے اور اپنی نگاہ کو اس سے نہ ہٹائے، تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

شیخ عبداللہ بن حجازی شرقاوی شافعی ازہری مصری (۱۱۵۰ھ-۱۲۲۷ھ) نے رقم فرمایا:

﴿**قد ورد التحریک ایضًا وقدم النافی ههنا علی المثبت عکس القاعدة لما قام عندهم فی ذلک وهو ان المطلوب فی الصلوٰة عدم الحرکة لکونها تذهب الخشوع ولان التحریک نوع عبث والصلوة تصان عنه ما امکن ولذا قیل ببطلانها به**﴾ (الشرقاوی علی تحفۃ الطلاب ج ۱ ص ۲۱۱ - دار الفکر بیروت)

(ت) تحریک کی روایت بھی آئی ہے اور یہاں نافی (نفی کرنے والی روایت) کو مثبت (ثابت کرنے والی روایت) پر ترجیح دی گئی، اس بارے میں علما کے نزدیک ثابت شدہ قاعدہ کے برعکس ، اور ایسا اس لیے کہ نماز میں عدم حرکت مطلوب ہے، کیونکہ حرکت خشوع کو زائل کر دیتی ہے، اور اس لیے کہ حرکت دینا ایک قسم کا بیکار عمل ہے، اور نماز کو حتی الامکان اس سے بچایا جائے گا، اسی لیے حرکت دینے کے سبب نماز کے باطل ہونے کا قول کیا گیا۔

مسلک شافعی کی مشہور کتاب نہایۃ المحتاج (ج ۱ ص ۵۲۲)، حاشیۃ الجمل (ج ۱ ص ۳۸۷) اور حاشیۃ الباجوری علی ابن القاسم الغزی (ج ۱ ص ۱۷۲) میں بھی یہ تفصیلات موجود ہیں۔

(۴) عقل ونقل

حدیث میں ہے کہ اشارہ کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگشت مبارک کو جھکا کر رکھتے۔ جب انگلی میں حرکت ہوتی رہے گی تو جھکا کر رکھنے کی کیفیت نہیں پائی جاسکتی، بلکہ انگلی اوپر نیچے ہوتی رہے گی، نہ کہ وہ جھکی رہے گی۔ حدیث میں ہے۔

﴿**عن مالک بن نمیر الخزاعی...... رافعًا اصبعه السبابة قد حنَّاها شیئًا**﴾

(سنن ابی داؤد ص ۱۴۲ - سنن نسائی اول ص ۱۴۲ - صحیح ابن حبان ص ۵۹۹)

﴿ت﴾حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں اشارہ کے وقت انگشت مبارک کو کچھ جھکا کر رکھتے۔

(۵)عرف عام

حدیث میں ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نمازی کوتشہد میں دوانگلی سے اشارہ کرتے دیکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو، تاکہ توحید الٰہی پر دلالت ہوسکے۔جس طرح دوانگلی توحید پر دلالت نہیں کرتی ،اسی طرح متحرک انگلی بھی عرف عام میں توحید کونہیں بتاتی ، بلکہ کسی متحرک چیز کی حرکت کو بتاتی ہے۔

جب کسی کواشارہ سے ایک،دو،تین وغیرہ تعداد بتانا ہوتو محض انگلی سے اشارہ کیا جاتا ہے، انگلیوں کو ہلایا نہیں جاتا ہے۔انسانوں کی آبادی میں زندگی گذارنے والا ہرآدمی اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے۔

(۱)﴿عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ:......اَحِّدْ اَحِّدْ﴾(سنن النسائی ج۱ص۱۴۲)

(۲)﴿عَنْ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه:......اَحِّدْ اَحِّدْ﴾(سنن النسائی ج۱ص۱۴۲)

﴿ت﴾حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوانگلی سے اشارہ کرنے والے کوفرمایا: ایک انگلی سے اشارہ کرو۔

(۶)منطوق ومسکوت

امام نووی شافعی(۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے لکھا:﴿والسنة ان لا یجاوز بصره اشارته-و فیه حدیث صحیح فی سنن ابی داؤد-ویشیر به موجهة الی القبلة وینوی بالا شارة التوحید والاخلاص:واللّٰه اعلم﴾ (شرح النووی علیٰ مسلم ج۱ص۲۱۶)

﴿ت﴾سنت یہ ہے کہ اپنی نگاہ،اپنے اشارے سے نہ ہٹائے اوراس بارے میں سنن ابی داؤد میں صحیح حدیث ہے اورانگلی کے ذریعے اشارہ کرے گا،انگلی کوقبلہ رخ رکھتے ہوئے اوراشارہ میں توحید الٰہی اوراخلاص کی نیت کرے گا۔

امام نووی نے ''سنن ابی داؤد'' کی جس حدیث کوصحیح کہا،وہ حدیث مندرجہ ذیل ہے :

﴿عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ اَبِیْہِ بِھٰذَا الْحَدِیثِ–قَالَ:لَا یُجَاوِزُ بَصْرُہٗ اِشَارَتَہٗ وَحَدِیْثُ حَجَّاجٍ اَتَمُّ﴾ (سنن ابی داؤدص۱۴۲)

امام ابوداؤد نے''بہذ االحدیث'' کہہ کرجس کی طرف اشارہ کیا،وہ حدیث مندرج ذیل ہے۔

﴿حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّیْصِیُّ نَا حَجَّاجٌ عَنْ اِبْنِ جُرَیْجٍ عَنْ زِیَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّہٗ ذَکَرَ:اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُشِیرُ بِاِصْبَعِہٖ اِذَا دَعَا وَلَا یُحَرِّکُھَا﴾

(سنن ابی داؤدص۱۴۲)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بتایا کہ جب حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشہد پڑھتے تو اپنی انگشت مبارک کے ذریعے اشارہ فرماتے اوراسے حرکت نہیں دیتے تھے۔

توضیح:اسی حدیث کے بارے میں امام ابوداؤد نے فرمایا:''حدیث حجاج اتم''یعنی حجاج کی حدیث زیادہ کامل ہے۔سند ماقبل،جس کی روایت میں''لایجاوز بصرہ اشارتہ''ہے،اس سند سے بھی یہی''لایحرکہا'' کی روایت ہے،جیسا کہ''بہذاالحدیث'' کہہ کرامام ابوداؤدنے اشارہ کیا اوراس سندکوامام نووی نے صحیح کہا۔گویا کہ عدم تحریک کی حدیث صحیح ہےاورحضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک (انگلی کوحرکت دینے) کی حدیث کے بارے میں ائمہ محدثین نے صحت کی تصریح نہیں کی ،پس منطوق (جس کی صحت کا قول ہو چکا) مسکوت (جس کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی) سے زیادہ راجح ہوگی۔

(۷)عمل اسلاف

امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث﴿ورفع اصبعہ التی تلی الابہام یدعو بہا﴾ (ترمذی ج اص ۶۵) پرتبصرہ کرتے ہوئے تحریرفرمایا:

﴿والعمل علیہ عند بعض اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و التابعین،یختارون الاشارۃ فی التشہد وھو قول اصحابنا﴾ (ترمذی ج اص ۶۵)

﴿ت﴾ اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے بعض اہل علم صحابہ اور اہل علم تابعین کا مذہب یہ ہے کہ وہ لوگ تشہد میں (انگلی کے ذریعے) اشارہ کرنے کو پسند فرماتے ہیں اور یہی ہمارے اصحاب شوافع کا مذہب ہے۔

توضیح: امام ترمذی کے بقول صحابہ و تابعین کا مذہب صرف انگلی کے ذریعہ اشارہ کرنا ہے، نہ کہ اسے حرکت دیتے رہنا، جیسا کہ آج کل کے وہابیہ نے ایک نئی بدعت ایجاد کیا ہے۔ وہابیہ روز بروز نئی بدعات ایجاد کرتے جا رہے ہیں اور اہل سنت و جماعت کو بدعتی کا لقب دیتے ہیں۔ فیصلہ کرو کہ بدعتی کون ہے؟

البانی کا فریب

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک کی حدیث ''سنن ابی داؤد'' میں نہیں ہے اور البانی نے لکھا کہ وہ ''سنن ابی داؤد'' میں ہے۔

علامہ حسن بن علی سقاف نے لکھا: ﴿یقول الالبانی فی کتاب صفة الصلوٰة (الطبعة السادسة ص ١٧٠) عن حدیث وائل بن حجر-الذی ذکر فیه وضع الیدین فی التشهد فقال: ثم رفع اصبعه فرأیته یحرکها یدعو بها-ما نصه-رواه ابو داؤد -قلت: لیس کذلک والحدیث لم یروه ابو داؤد وانما رواه غیره﴾

(تناقضات الالبانی الواضحات ص ١٨)

﴿ت﴾ البانی ''صفۃ الصلوٰۃ'' نامی کتاب میں وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں کہتا ہے، جس میں تشہد میں دونوں ہاتھ کے رکھنے (محل وضع) کا ذکر ہے کہ وائل بن حجر نے کہا کہ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک کو اٹھایا، پس میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے حرکت دیتے ہوئے اس کے ذریعہ (توحید الٰہی کی جانب) اشارہ فرما رہے ہیں۔ البانی نے صراحتاً کہا کہ اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا، حالانکہ حدیث کو ابو داؤد نے نہیں، بلکہ دوسرے محدث نے روایت کیا۔

البانی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی حدیث کو اپنی تخریج شدہ ''صحیح سنن ابی داؤد'' میں دو جگہ بیان کیا، اس میں بھی لفظ ''سحر کہا'' نہیں ہے، پھر البانی نے ''سحر کہا'' کی حدیث کے بارے میں ''صفۃ الصلوٰۃ'' نامی کتاب میں کیسے کہہ دیا کہ یہ حدیث ابوداؤد میں ہے۔

تفصیل کے لیے صحیح سنن ابی داؤد مستخرجہ البانی (ج ا ص ۲۱۰ حدیث نمبر ۷۲۶: مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض) وصحیح سنن ابی داؤد (ج ا ص ۲۷۶ حدیث نمبر ۹۵۷: مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض) دیکھ لیں۔

سنن ابی داؤد میں یہ حدیث بلا ذکر ''سحر کہا'' ہے۔ (سنن ابی داؤد ص ۱۰۵، ص ۱۳۸- فیصل پبلی کیشنز دیوبند- سنن ابی داؤد ج ا ص ۲۵۱- دار احیاء التراث العربی بیروت)

صاحب مشکوٰۃ خطیب ولی الدین تبریزی (م ۷۴۰ھ) نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ''سحر کہا'' کی روایت میں ابوداؤد اور سنن دارمی کا حوالہ لکھا ہے۔ (مشکوٰۃ ۸۵)

سنن ابوداؤد میں یہ روایت بلا ذکر ''سحر کہا'' ہے اور سنن دارمی میں ''سحر کہا'' موجود ہے۔ صاحب مشکوٰۃ خطیب تبریزی نے اس حوالے میں ''سنن دارمی'' کا ذکر، اسی لفظ ''سحر کہا'' کی وجہ سے کیا۔ یہ حدیث سنن نسائی میں موجود ہے۔ اس اعتبار سے حوالے میں نسائی اور دارمی کا نام آنا چاہئے۔ ممکن ہے کاتب نے غلطی سے نسائی کی جگہ ''ابوداؤد'' لکھ دیا ہو: واللہ اعلم بالصواب۔ البانی نے اپنی کتاب ''صفۃ الصلوٰۃ'' میں اس روایت میں محض ''سنن ابی داؤد'' کا حوالہ دیا۔ یہ اس کی غلطی ہے۔ تفتیش کے بغیر حوالہ لکھ دیا، اس قسم کی بے شمار بے احتیاطیوں اور خطاؤں کے باوجود عرب کے وہابیوں کا دعویٰ ہے کہ البانی علم حدیث میں امام بخاری وامام مسلم کی طرح ہے۔

شیطان کو ڈرانا

ایک حدیث میں ہے کہ نماز میں انگلی کو حرکت دینے سے شیطان کو گھبراہٹ ہوتی ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے اور امت کا اس پر عمل بھی نہیں۔

(۱) ملا علی قاری (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے لکھا: ﴿قال ابن حجر: وخبر تحریک الاصابع

فی الصلوة مذعرة للشیطان ضعیف﴾ (مرقاۃ المفاتیح ج۲ص۵۸۳)

〈ت〉علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

(۲)امام بیہقی نے بھی اس حدیث کے ضعف کی جانب اشارہ کیا:

﴿عن ابن عمر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال:تحریک الاصبع فی الصلوۃ مذعرۃ للشیطان–تفرد بہ محمد بن عمر الواقدی ولیس بالقوی﴾

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۴۸۳)

〈ت〉نماز میں انگلی کو حرکت دینا،شیطان کے لیے گھبراہٹ پیدا کرنے والا ہے۔یہ حدیث غریب ہے۔محمد بن عمر واقدی (راوی حدیث) قوی نہیں ہے۔

محمد بن عمر واقدی فن رجال کی روشنی میں

(۱)علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا﴿متروک (ق)﴾ (تقریب التہذیب ج۲ص۱۱۷)

〈ت〉محمد بن عمر واقدی متروک ہے۔

صحاح ستہ میں سے صرف ''سنن ابن ماجہ'' میں اس کی حدیث ہے۔

(۲)ذہبی نے لکھا۔ابن ماجہ میں اس کی حدیث ہے،لیکن اس کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔

حافظ ذہبی نے لکھا ﴿قال ابن ماجۃ حدثنا ابن ابی شیبۃ حدثنا شیخ لنا حدثنا عبد الحمید بن جعفر فذکر حدیثًا فی اللباس یوم الجمعۃ–وحسبک ان ابن ماحۃ لایجسران یسمیہ وھو الواقدی قاضی بغداد﴾ (میزان الاعتدال ج۳ص۶۶۳)

توضیح:واقدی کے ضعف کی وجہ سے امام ابن ماجہ کو اس کا نام لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

(۳)حافظ ابن عدی نے واقدی سے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا:

﴿(یحیٰی بن معین)لیس بثقۃ(یحیٰی)ضعیف(احمد بن حنبل)کذاب(یحیٰی) لیس بشیء(البخاری)ترکوہ–کذبہ احمد (البخاری)متروک الحدیث– ترکہ احمد وابن نمیر(النسائی)متروک الحدیث(یحیٰی) کان یقلب حدیث

یونس،یصیّرھا عن معمر-لیس بثقة......تحریک الاصبع فی الصلوٰة مذعرة للشیطان...... وھذہ الاحادیث التی املیتھا للواقدی والتی لم اذکرھا-کلھا غیر محفوظة-ومن یروی عنه الواقدی من الثقات-فتلک الاحادیث غیر محفوظة عنھم-الا من روایة الواقدی-والبلاء منه-ومتون اخبار الواقدی غیر محفوظة وھو بین الضعف﴾(الکامل فی ضعفاء الرجال ج٦ص٢٤٣)

توضیح: حافظ ابن عدی نے لکھا کہ واقدی کی ساری حدیثیں قابل اعتراض ہیں اور واقدی ثقہ لوگوں سے جو روایتیں کرتا ہے، وہ روایتیں صرف واقدی ہی کے ذریعے مروی ہیں، دوسری سند سے مروی نہیں ہیں اوران روایتوں میں واقدی ہی کی وجہ سے نقص وعیب پیدا ہوا، اور واقدی کی مرویات کا متن (الفاظ مرویات) غیر معتبر ہے اور واقدی ظاہر الضعف ہے۔ ابن عدی نے تحریک اصبع کی حدیث کو بھی نقل کیا اور یہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی علامت ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں وہ، صرف ضعیف روایتوں کو نقل کرتے ہیں۔

(۴) ائمہ جرح وتعدیل میں سے تمام یا اکثر لوگوں نے اس پر جرح کیا۔ حافظ ذہبی نے لکھا:

﴿قال احمد بن حنبل:ھو کذاب،یقلب الاحادیث،یلقی حدیث ابن اخی الزھری علی معمر ونحوذا وقال ابن معین:لیس بثقة وقال مرةً: لا یکتب حدیثه. قال البخاری وابو حاتم:متروک وقال ابو حاتم ایضًا والنسائی: یضع الحدیث وقال الدار قطنی:فیه ضعف وقال ابن عدی:احادیثه غیر محفوظة والبلاء منه...... ابن (المدینی) الواقدی یضع الحدیث﴾

(میزان الاعتدال ج٣ص٦٦٣)

(۵) ذہبی نے بھی حدیث تحریک الاصبع کو میزان الاعتدال (ج٣ص٦٦٤) میں نقل کیا۔

(٦) ﴿قال البخاری:سکتوا عنه،ما عندی له حرف وقال ابن راھویه:ھو عندی یضع الحدیث﴾(میزان الاعتدال ج٣ص٦٦٥)

(۷) ﴿استقر الاجماع علی وهن الواقدی﴾ (میزان الاعتدال ج۳ص۶۶۶)

توضیح: ذہبی نے لکھا کہ واقدی کے ضعف پر اجماع ہو چکا ہے۔امام احمد بن حنبل نے کہا کہ وہ کذاب ہے اور حدیثوں کو الٹ پلٹ کر دیتا ہے۔ اِس کی حدیث، اُس کے نام سے اور اُس کی حدیث، اِس کے نام سے روایت کرڈالتا ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا کہ اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی۔امام بخاری اور ابوحاتم رازی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے اور ابوحاتم رازی، امام نسائی، علی ابن مدینی اور اسحٰق بن راہویہ نے کہا کہ وہ حدیث وضع کرتا ہے یعنی حدیثیں خود سے گڑھ لیتا ہے۔حافظ ابن عدی نے کہا کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں اور برائی واقدی ہی کی جانب سے ہوئی۔امام بخاری نے کہا کہ میرے پاس واقدی کا ایک حرف بھی نہیں۔ذہبی نے لکھا کہ اس کے ضعف پر اجماع ہو چکا ہے،لیکن وہابیہ کو واقدی کی حدیث کی ضرورت ہے، وہ اس حدیث کو قابل استدلال بناڈالیں گے۔

باب دوم

تشہد میں انگلی سے حرکت دینے سے متعلق فقہائے اسلام کے اقوال کیا ہیں؟

تشہد میں انگلی کو حرکت دینا فقہائے متبوعین کے نزدیک مستحب ہے یا مکروہ؟

اس قسم کے سوالوں کے جواب اور بعض دیگر امور کی تشریح باب دوم میں مرقوم ہے۔

مذہب مالکی کی تشریح

فقہائے مالکیہ تحریک کے حکم میں مختلف ہیں اور اس کی تشریح میں بھی مختلف ہیں۔انگلی سے اشارہ کرنا بھی ضروری نہیں۔

تحریک سے مراد اشارہ

علامہ ابن عبد البر مالکی قرطبی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿ویضع کفیه علی فخذیه ویقبض اصابع یده الیمنی الا التی تلی الابهام فانه یرسلها ویشیر بها ان شاء﴾ (کتاب الکافی ج۱ص۲۰۴-مکتبۃ الریاض الحدیثیہ)

〈ت〉 اپنی دونوں ہتھیلی کو اپنی دونوں ران پر رکھے گا اور اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو سمیٹ لے گا، صرف شہادت کی انگلی کو چھوڑ دے گا اور اگر چاہے تو اس کے ذریعہ اشارہ کرے گا۔

توضیح: چاہے تو اشارہ کرے، اور اگر اشارہ نہ کرے تو بھی حرج نہیں۔

تحریک کی کیفیت مختلف

وہابیہ انگلی کو اوپر نیچے حرکت دیتے ہیں اور مالکی مذہب میں دائیں بائیں حرکت دینا ہے۔

(۱) ابوالبرکات سید احمد دردیر مالکی (م۱۲۰۱ھ) نے لکھا: ﴿وندب تحریکها ای السبابة یمینًا وشمالًا دائمًا فی جمیع التشهد﴾ (الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی ج۱ص۲۵۱)

〈ت〉 پورے تشہد میں شہادت کی انگلی کو دائیں بائیں حرکت دیتے رہنا مستحب ہے۔

توضیح: وہابیہ، انگلی کو اوپر نیچے حرکت دیتے رہتے ہیں۔ مالکی مذہب کا قول راجح بھی وہابیہ کے خلاف ہے۔

(۲) حکومت کویت کی جانب سے شائع ہونے والی فقہی انسائیکلو پیڈیا میں ہے:

﴿ویندب تحریک السبابة یمینًا وشمالًا دائمًا-لا لاعلی ولا لاسفل-فی جمیع التشهد﴾ (الموسوعۃ الفقہیہ ج۲۷ص۱۰۱)

〈ت〉 پورے تشہد میں انگلی کو دائیں بائیں حرکت دیتے رہنا مستحب ہے، اوپر نیچے حرکت دینا مستحب نہیں۔

(۳) علامہ عبدالرحمٰن جزری (۱۲۹۹ھ-۱۳۶۰ھ) نے لکھا: ﴿وان یحرک السبابة دائمًا یمینًا وشمالًا تحریکًا وسطًا﴾ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج۱ص۲۶۵)

〈ت〉 مذہب مالکی میں انگلی کو دائیں بائیں متوسط طریقے پر حرکت دینا ہے۔

(۴) علامہ محمد بن احمد میارہ مالکی (م۱۰۷۲ھ) نے لکھا:

﴿ويحر كها يمينًا وشمالًا﴾ (الدرالثمین ص ۳۰۱)

〈ت〉 انگلی کو دائیں بائیں حرکت دے گا۔

(۵) سیدی احمد دردیر مالکی نے لکھا: ﴿(و) ندب (تحریکها دائما) من اول التشهد الی آخره (یمینًا وشمالًا) ای لجهتهما لا لجهة فوق وتحت (تحریگا وسطًا)﴾

(شرح الصغیر علیٰ اقرب المسالک ج ۱ ص ۳۳۱ - دار المعارف مصر)

〈ت〉 شروع تشہد سے اخیر تک انگلی کو دائیں بائیں متوسط طریقے پر حرکت دینا مستحب ہے، اوپر، نیچے نہیں۔

تحریک میں فقہائے مالکیہ کا اختلاف

انگلی کو حرکت دینا، مالکی فقہا کے یہاں متفق علیہ نہیں ہے، بلکہ اس بارے میں اختلاف ہے ۔اسی طرح مدت تحریک میں بھی اختلاف ہے۔

(۱) علامہ علی بن خلف مالکی مصری (م ۹۳۹ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿والرابع اشار الیه بقوله (واختلف فی تحریکها) فقال ابن القاسم یحرکها وقال ابن مزین لا یحرکها - واذا قلنا یحرکها - فهل فی جمیع التشهد اوعند الشهادتین فقط؟ قولان - اقتصر فی المختصر علی الاول وظاهر کلام ابن الحاجب ان الثانی هو المشهور﴾ (کفایۃ الطالب الربانی ج ۱ ص ۵۳۵)

〈ت〉 تشہد سے متعلقہ امور میں سے چوتھا امر وہ ہے، جس کی طرف اپنے قول سے اشارہ کیا کہ انگلی کو حرکت دینے میں اختلاف ہے، پس عبدالرحمٰن بن قاسم مصری (م ۱۹۱ھ) نے کہا کہ نمازی انگلی کو حرکت دے گا اور ابن مزین نے کہا کہ حرکت نہیں دے گا اور جب ہم انگلی کو حرکت دینے کا قول کریں تو کیا پورے تشہد میں حرکت دے گا یا صرف شہادتین (اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله) کے وقت؟ اس بارے میں دو قول ہیں اور مختصر العلامہ خلیل میں صرف قول اول پر اکتفا کیا گیا اور علامہ ابن حاجب مالکی (۵۷۰ھ-۶۴۶ھ) کے

قول کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ قول ثانی (محض شہادتین کے وقت اشارہ کرنا) مشہور ہے۔

توضیح: تحریک کے بارے میں فقہائے مالکیہ کے بھی مختلف اقوال ہیں۔امام عبدالرحمٰن بن قاسم مصری نے تحریک کا قول کیا، جبکہ ابن مزین نے عدم تحریک کا قول کیا۔

(۳) علامہ سید ابن عابدین شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی تشریح میں لکھا: **﴿ثم رفع اصبعه ای المسبحة ورأيته يحركها ای يشير بها اشارةً واحدةً عند الجمهور وقت الشهادة واشارات متعددة عند الامام مالک من اول التحيات الٰی اٰخرها﴾** (رسائل ابن عابدین ج ا ص ۱۳۱)

〈ت〉 (پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک اٹھائی) یعنی شہادت کی انگلی (اور میں نے اسے حرکت دیتے دیکھا) یعنی اس کے ذریعہ ایک بار اشارہ کرتے ہوئے جمہور علما کے یہاں شہادت کے وقت، اور متعدد بار اشارے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں شروع تشہد سے اخیر تشہد تک۔

﴿عن عبد اللّٰه بن الزبير قال: كان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم يشير باصبعه اذا دعا ولا يحركها-رواه ابو داؤد والنسائی-وقال النووی: اسناده صحيح وهذا يدل علٰی انه لايحرک الاصبع اذا رفعها للاشارة الا مرةً وعليه جمهور العلماء، منهم الامام الاعظم خلافًا للامام مالک علٰی ما سبق﴾

(رسائل ابن عابدین ج ا ص ۱۳۱)

〈ت〉 حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی انگشت مبارک سے اشارہ فرماتے، جب تشہد پڑھتے اور اس کو حرکت نہیں دیتے۔اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کیا اور امام نووی نے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے، اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ انگلی کو جب اشارہ کے لیے اٹھائے گا تو اس کو صرف ایک بار حرکت دے گا (یعنی ایک بار اٹھا کر نیچے رکھ دے گا) اور اسی پر جمہور علما ہیں۔انہیں میں امام

اعظم ابوحنیفہ ہیں، برخلاف امام مالک کے جیسا کہ گذر چکا۔

توضیح: جمہور علما کا قول یہی ہے کہ اشارہ کے لیے صرف ایک بار انگلی اٹھائے گا۔صرف امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس میں اختلاف ہے۔ابھی بحث گذر چکی کہ امام مالک کے یہاں راجح قول کے اعتبار سے انگلی کو دائیں بائیں حرکت دے گا۔

مذہب حنفی

(۱)امام ابن ہمام کمال الدین حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿**وعن الحلوانی یقیم الاصبع عند"لا الٰہ"ویضعها عند"الا اللّٰه"لیکون الرفع للنفی والوضع للاثبات**﴾(فتح القدیر ج۱ص۲۷۲)

〈ت〉 شمس الائمہ حلوانی (م۴۴۸ھ) سے منقول ہے کہ ''لا الٰہ'' کے وقت انگلی کو اٹھائے گا اور''الا اللہ'' کے وقت اسے رکھ دے گا،تا کہ انگلی اٹھانا نفی کے لیے ہوجائے اور انگلی رکھ دینا اثبات کے لیے ہوجائے۔

(۲)امام علاء الدین حصکفی (۱۰۲۵ھ-۱۰۸۸ھ) نے لکھا:﴿**الصحیح انه یشیر بمسبحته وحدها یرفعها عند النفی ویضعها عند الاثبات**﴾(الدرالمختار مع ردالمحتار ج۱ص۵۴۹)

〈ت〉 صحیح قول یہ ہے کہ اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے گا،اسے نفی کے وقت اٹھائے گا اور اثبات کے وقت اسے رکھ دے گا۔

مذہب شافعی

(۱)امام ابواسحٰق شیرازی فیروزآبادی (۳۹۳ھ-۴۷۶ھ) نے رقم فرمایا:

﴿**ویضع یده الیمنیٰ علیٰ فخذه الیمنیٰ ویقبض اصابعه الا المسبحة فانه یشیر بها متشهدًا**﴾(التنبیہ ص۱۲۳-دارالارقم بیروت)

(۲)امام محی الدین ابوزکریا نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿ونص الشافعی علٰی استحباب الاشارة للاحادیث السابقة–قال اصحابنا: ولا یشیر بھا الامرةً واحدةً﴾ (المجموع شرح المہذب ج۳ص۴۵۴)

〈ت〉احادیث ماقبل کی وجہ سے (تشہد میں) اشارہ کے مستحب ہونے پر حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صراحت ہے اور ہمارے اصحاب شوافع نے کہا کہ شہادت کی انگلی سے صرف ایک بار اشارہ کرے گا۔

(۳)﴿وھل یحرکھا عند الرفع بالاشارة؟فیه اوجه(الصحیح)الذی قطع به الجمھور،انه لا یحرکھا–فلو حرکھا کان مکروھًا ولاتبطل صلاته،لانه عمل قلیل–والثانی یحرم تحریکھا،فان حرکھا بطل صلاته–حکاہ عن ابی علی بن ابی ھریرة وھو شاذ ضعیف﴾(المجموع ج۳ص۴۵۴)

〈ت〉 کیاانگلی کے اٹھانے کے وقت،انگلی کوحرکت دے گا؟اس بارے میں چنداقوال ہیں۔قول صحیح،جس پر جمہور نے اعتماد کیا،وہ یہ ہے کہ انگلی کوحرکت نہ دے گا،پس اگرحرکت دیا تو مکروہ ہے اوراس کی نماز باطل نہ ہوگی،اس لیے کہ یہ عمل قلیل ہے اورقول ثانی یہ ہے کہ انگلی کوحرکت دینا حرام ہے،پس اگرحرکت دیا تواس کی نماز باطل ہوجائے گی۔یہ ابوعلی بن ابوہریرہ فقیہ سے مروی ہے اور یہ قول شاذ وضعیف ہے۔

توضیح: راجح قول یہ ہے کہ انگلی کوحرکت دینے سے نمازمکروہ ہوجائے گی۔

(۴)﴿ذکرالبیھقی باسنادہ الصحیح عن ابن الزبیر رضی اللّٰه عنھما:ان النبی صلی اللّٰه علیه سلم کا ن یشیر باصبعه اذا دعا،لا یحرکھا–رواہ ابو داؤد باسناد صحیح–واما الحدیث المروی عن ابن عمر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم–تحریک الاصبع فی الصلٰوة مَذعَرَة للشیطان–فلیس بصحیح–قال البیھقی:تفرد به الواقدی وھو ضعیف﴾(المجموع ج۳ص۴۵۴)

〈ت〉امام بیہقی نے اپنی صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اشارہ فرماتے،جب تشہد پڑھتے۔انگلی کوحرکت نہ دیتے۔

اس حدیث کوامام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا اور لیکن وہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مروی ہے کہ انگلی کو حرکت دینا شیطان کو خوفزدہ کرنے والا ہے، پس یہ صحیح نہیں ہے۔امام بیہقی نے کہا کہ واقدی اس حدیث میں متفرد ہیں اور وہ ضعیف راوی ہیں۔

مذہب حنبلی

(۱)امام ابن قدامہ،موفق الدین حنبلی مقدسی دمشقی (۵۴۱ھ-۶۲۰ھ) نے رقم فرمایا:

﴿ویشیر بالسبابة یرفعها عند ذکر اللّٰہ تعالیٰ فی تشهده کما رویناه-ولا یتحرکها-لما روی عبد اللّٰہ بن الزبیران النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یشیر باصبعه ولا یحرکها-رواه ابو داؤد﴾(المغنی مع الشرح الکبیر ج اص ۶۰۸)

﴿ت﴾اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے گا۔اسے اپنے تشہد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت اٹھائے گا۔اس حدیث کی بنیاد پر جو ہم نے روایت کیا اور انگلی کو حرکت نہیں دے گا،اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگشت مبارک سے اشارہ فرماتے اور اسے حرکت نہیں دیتے۔

(۲)امام ابن قدامہ شمس الدین مقدسی دمشقی (۵۹۷ھ-۶۸۲ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿ولایحرکها لما روی ابن الزبیر ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یشیر باصبعه ولایحرکها-رواه ابوداؤد﴾(الشرح الکبیر مع المغنی ج اص ۶۰۸)

﴿ت﴾انگلی کو حرکت نہیں دے گا،اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اشارہ فرماتے اور اسے حرکت نہ دیتے۔

فقہ ظاہری

سلفیان عرب، دراصل فقہ میں داؤد ظاہری اور ابن حزم اندلسی کے مقلد و پیروکار ہیں۔ابن

حزم ظاہری کا بھی مذہب یہی ہے کہ تشہد کے وقت انگلی کو حرکت نہ دی جائے۔

ابن حزم اندلسی (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) نے لکھا: ﴿**ونستحب ان یشیر المصلی اذا جلس للتشهد باصبعه ولا یحرکها**﴾ (المحلی بالآثار ج ۳ ص ۶۴)

〈ت〉 ہم مستحب قرار دیتے ہیں کہ نمازی جب تشہد کے لیے بیٹھے، تو اپنی انگلی سے اشارہ کرے، اور اسے حرکت نہ دے۔

وہابیہ کا فریب

امام نووی نے ''المجموع شرح المہذب'' میں لکھا کہ بعض شافعی علما نے تشہد میں انگلی کو حرکت دینے کا قول کیا ہے۔ وہابیہ اسے دلیل بنائے پھرتے ہیں، حالانکہ یہ مرجوح اور ضعیف قول ہے۔ مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ انگلی کو حرکت دینا شافعی مسلک میں مکروہ ہے۔ فقہ شافعی کی معتمد کتابوں میں انگلی کے حرکت دینے کو مکروہ بتایا گیا ہے اور اسی مقام پر امام نووی نے کراہت کا قول نقل کیا ہے۔ (المجموع ج ۳ ص ۴۵۴) نیز حرکت کی کراہت کا تذکرہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) ﴿**(ولا یحرکها) لانه مکروه**﴾

(حاشیۃ القلیوبی علی المحلی ج ۱ ص ۱۶۴ - دار احیاء الکتب العربیہ مصر)

〈ت〉 اور انگلی کو حرکت نہیں دے گا، اس لیے کہ یہ مکروہ ہے۔

(۲) ﴿**فلو حرکها، کره**﴾ (الاقناع للخطیب محمد الشربینی ص ۱۴۵ - دار الفکر بیروت)

〈ت〉 پس اگر انگلی کو حرکت دیا تو یہ مکروہ ہے۔

(۳) ﴿**ولا یحرکها - فان حرکها کره**﴾ (شرح ابن قاسم الغزی لمتن الشیخ ابی شجاع مع حاشیۃ البیجوری ج ۱ ص ۱۷۲ - دار احیاء الکتب العربیہ مصر)

〈ت〉 اور انگلی کو حرکت نہیں دے گا، پس اگر انگلی کو حرکت دیا تو یہ مکروہ ہے۔

(۴) ﴿**فلو حرک المسبحة کان مکروهًا**﴾

(تحفۃ الطلاب لابی زکریا الانصاری مع حاشیۃ الشرقاوی ج ۱ ص ۲۱۱ - دار الفکر بیروت)

〈ت〉پس اگر شہادت کی انگلی کو حرکت دیا تو یہ مکروہ ہے۔

(۵)﴿ولا یحرکھا)ای لایستحب بل یکرہ﴾

(نہایۃ المحتاج ج ا ص ۵۲۲-شمس الدین رملی مصری (م۱۰۰۴ھ) دارالفکر بیروت)

〈ت〉اور انگلی کو حرکت نہیں دے گا، یعنی حرکت دینا مستحب نہیں ہے، بلکہ مکروہ ہے۔

(۶)امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا:﴿ووضع کفہ الیمنی علی فخذہ الیمنٰی و قبض اصابعہ کلھا واشار باصبعہ التی تلی الابھام﴾(کتاب الام ج ا ص ۱۳۹)

〈ت〉اپنی داہنی ہتھیلی کو اپنی داہنی ران پر رکھے گا اور اپنی تمام انگلیوں کی مٹھی باندھے گا اور اپنی اس انگلی سے اشارہ کرے گا جو انگوٹھے سے متصل ہے۔

(۷)﴿وقبض اصابع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی الا المسبحۃ والابھام و اشار بالمسبحۃ﴾(کتاب الام ج ا ص ۱۳۹)

〈ت〉شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے علاوہ اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو مٹھی باندھ کر اپنی داہنی ران پر رکھے گا، اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے گا۔

توضیح: حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا کہ شہادت کی انگلی سے صرف اشارہ کرے گا اور دیگر فقہائے شوافع نے انگلی کے حرکت دینے کو مکروہ قرار دیا، بعض شافعی فقہا کا انگلی کے حرکت دینے کا قول ضعیف اور مرجوح ہے اور قول ضعیف پر فتویٰ دینا درست نہیں۔

کتابوں کی تفصیل

مسلک شافعی میں تشہد میں انگلی کو حرکت نہ دینے کی تفصیل مندرجہ ذیل کتابوں میں ہے۔

(۱) کتاب الام للامام الشافعی (ج ا ص ۱۳۹-دار الفکر بیروت) (۲) روضۃ الطالبین للنووی (ج ا ص ۲۷۲-دار الفکر بیروت) (۳) الدیباج للزرکشی (م۷۹۴ھ) (ج ا ص ۱۶۱-دار الحدیث القاہرہ) (۴) الاقناع للخطیب الشربینی (ص ۱۴۵-دار الفکر بیروت) (۵) مختصر المزنی (ص ۲۶-دار الکتب العلمیہ بیروت) (۶) کفایۃ الاخیار (ص ۱۶۵-تقی الدین دمشقی حصنی

-دار السلام مصر)(۷)العزیز شرح الوجیز للرافعی (ج ا ص ۵۳۲-دار الکتب العلمیہ بیروت)
(۸)الحاوی الکبیر للماوردی (ج ۲ ص ۱۷۳-دار الفکر بیروت)(۹)مغنی المحتاج للشربینی (ج ا
ص ۲۴۰-دار الفکر بیروت)(۱۰)حاشیۃ الشرقاوی علی شرح ابن القاسم الغزی (ج ا ص ۲۱۱-دار
الفکر بیروت)(۱۱)نہایۃ المحتاج (ج ا ص ۵۲۲)
(۱۲)حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج (ج ا ص ۳۸۴-شیخ سلیمان الجمل-دار احیاء التراث العربی
بیروت)(۱۳)الغرر البہیہ (ج ۲ ص ۲۵۴-دار الکتب العلمیہ بیروت)(۱۴)حاشیۃ الباجوری
علی ابن قاسم (ج ا ص ۱۷۲)(۱۵)حاشیۃ القلیوبی (ج ا ص ۱۶۴-دار احیاء کتب العربیہ مصر)
(۱۶)تحفۃ المحتاج للہیتمی (ج ۲ ص ۸۰-ممبئی)(۱۷)النجم الوہاج (ج ۲ ص ۱۶۰-کمال الدین
دمیری (م ۸۰۸ھ)-دار المنہاج جدہ)(۱۸)حاشیۃ الشروانی (ج ۲ ص ۸۷-دار الفکر بیروت
)(۱۹)البیان (ج ۲ ص ۲۳۳-ابوالحسین عمرانی (م ۵۵۸ھ)دار المنہاج جدہ)(۲۰)الاقناع
فی فقہ الشافعی (ص ۴۰-ابوالحسن ماوردی م ۴۵۰ھ(۲۱) منہاج الطالبین للنووی (ص ۱۱-دار
الکتب العربیہ مصر)(۲۲) المجموع للنووی (ج ۳ ص ۴۵۴-دار الفکر بیروت)

خاتمہ

قول مرجوح پر فتویٰ دینا جائز نہیں

عصر حاضر کے فقہا کے لیے بھی وہی قانون ہے جو فقہائے ماقبل کے لیے تھا۔آج کل عوام الناس نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم کسی قول پر بھی عمل کرلیں،شریعت پر عمل ہوگیا۔یہ خیال غلط ہے۔قول مرجوح پر نہ فتویٰ دینے کی اجازت،نہ عمل کی اجازت۔بعد ترجیح دو متقابل اقوال میں سے ایک راجح اور دوسرا مرجوح ہوتا ہے۔اولاً حکم تحریر کیا جاتا ہے۔اس کے بعد اسباب ترجیح رقم کیے جائیں گے۔علامہ شامی نے لکھا۔

(قولہ فنسأل اللّٰہ التوفیق)ای الٰی اتباع الراجح عند الائمۃ وما یوصل الٰی

برائة الذمة–فان هذا المقام اصعب ما یکون علٰی من اُبْتُلِیَ بالقضاء والافتاء﴾

(ردالمحتار رج اص ۱۹۵)

〈ت〉امام حصکفی کا قول کہ ہم اللہ سے توفیق طلب کرتے ہیں، یعنی ائمہ کے یہاں راجح قول کے اتباع کی اور اس کی جو بری الذمہ ہونے تک پہونچادے، اس لیے کہ یہ مقام مشکل ترین ہے اس کے لیے جو قاضی اور مفتی بنایا گیا۔

اقتباس مرقومہ بالا کا صریح مفہوم یہی ہے کہ مفتی وقاضی کو راجح قول پر فتویٰ وفیصلہ دینا ہے۔

مذہب احناف

(۱)﴿ان الواجب علٰی من اراد ان یعمل لنفسه اویفتی غیره ان یتبع القول الذی رجحه علماء مذهبه فلا یجوز له العمل او الافتاء بالمرجوح﴾

(شرح عقود رسم المفتی ص۱۰)

〈ت〉جو اپنے لیے عمل کرنا چاہے یا غیر کو فتویٰ دینا چاہے، اس کے لیے اس قول کا تتبع واجب ہے جسے علما نے راجح قرار دیا ہو، پس اس کے لیے مرجوح پر عمل کرنا یا فتویٰ دینا جائز نہیں۔

〈۲〉﴿قال الامام المحقق العلامة قاسم بن قطلوبغا فی اول کتابه تصحیح القدوری ...... و المرجوح فی مقابلة الراجح بمنزلة العدم والترجیح بغیر مرجح فی المتقابلات ممنوع﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۱۱)

〈ت〉امام قاسم بن قطلوبغا(۸۰۲ھ-۸۷۹ھ) نے اپنی کتاب ''تصحیح قدوری'' کے ابتدائی حصہ میں فرمایا: مرجوح، راجح کے مقابلہ میں عدم کی منزل میں ہے، اور مقابل اقوال میں بلامرجح، ترجیح دینا ممنوع ہے۔

(۳)﴿قدمنا اول الشرح عن العلامة قاسم ان الحکم والفتیا بما هومرجوح خلاف الاجماع وان المرجوح فی مقابلة الراجح بمنزلة العدم والترجیح بغیرمرجح فی المتقابلات ممنوع–وان من یکتفی بان یکون فتواه اوعمله

موافقًا لقول او وجه فی المسئلة ویعمل بما شاء من الاقوال والوجوہ من غیر نظر فی الترجیح فقد جهل وخرق الاجماع،انتہٰی- وقدمنا هناک نحوہ عن فتاوی العلامة ابن حجر﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۴۸)

〈ت〉 ہم نے شرح عقود کے شروع میں علامہ قاسم قطلو بغا کے حوالہ سے لکھا کہ مرجوح پر کا حکم لگانا اور اس پر فتویٰ دینا اجماع کے خلاف ہے،اور راجح کے مقابلہ میں مرجوح عدم کی منزل میں ہے،اور متقابلات میں ترجیح بلا مرجح ممنوع ہے اور جو اس پر اکتفا کرے کہ اس کا فتویٰ یا عمل کسی قول یا مسئلہ کی کسی وجہ سے موافق ہو،اور ترجیح پر نظر کیے بغیر اقوال و وجوہ میں سے جس پر چاہے، عمل کرے تو اس نے نادانی کی اور اجماع کی مخالفت کی۔ (علامہ قاسم کی عبارت ختم ہوئی) اور ہم تمہیں وہاں اسی طرح کا قول فتاویٰ ابن حجر سے پیش کر چکے ہیں۔

(۴) علامہ شامی نے لکھا﴿مذهب الحنفیة المنع عن المرجوح حتی لنفسه-لکون المرجوح صار منسوخًا﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۴۹)

〈ت〉 احناف کا مذہب مرجوح (پر عمل) سے ممانعت ہے یہاں تک کہ اپنے لیے بھی،مرجوح کے منسوخ ہو جانے کے سبب (یعنی مرجوح منسوخ کی منزل میں ہے)

مذہب مالکیہ

(۱)﴿قال الباجی ......و اما الحکم والفتیا بما هو مرجوح فخلاف الاجماع﴾
(شرح عقود رسم المفتی ص۱۱)

〈ت〉 امام ابوالولید باجی مالکی (۴۰۳ھ-۴۷۴ھ) نے فرمایا:قول مرجوح کا حکم دینا اور فتویٰ دینا خلافِ اجماع ہے۔

(۲)﴿کلام القرافی دال علیٰ ان المجتهد والمقلد لایحل لهما الحکم و الافتاء بغیر الراجح لانه اتباع للهوی وهو حرام اجماعًا﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۱۰)

〈ت〉 امام احمد بن ادریس قرافی مالکی (۶۲۶ھ-۶۸۴ھ) کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ

مجتہداور مقلد کے لیے مرجوح کا حکم دینااور فتویٰ دینا حلال نہیں ہے، اس لیے کہ یہ اتباع نفس ہے، اور بالاجماع حرام ہے۔

مذہب شافعیہ

(۱)﴿قال الامام ابو عمرو فی اٰداب المفتی: اعلم ان من یکتفی بان یکون فتواہ اوعمله موافقًا لقول او وجه فی المسئلة و یعمل بما شاء من الاقوال والوجوہ من غیر نظرفی الترجیح-فقد جهل وخرق الاجماع﴾(شرح عقود رسم المفتی ص ۱۱)

﴿ت﴾ حافظ ابن صلاح شافعی (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے ''آداب المفتی'' میں کہا: جان لو کہ جو اس پر اکتفا کرتا ہو کہ اس کا فتویٰ یا عمل کسی قول یا مسئلہ کی کسی وجہ کے موافق ہو، اور ترجیح پر نظر کیے بغیر اقوال ووجوہ میں سے جس پر چاہے، عمل کرے تو وہ جہالت کی راہ لیا اور اجماع کی مخالفت کیا۔

(۲) حافظ ابن صلاح نے لکھا﴿اعلم ان من یکتفی بان یکون فی فتواہ او عمله موافقًا لقول او وجه فی المسئلة و یعمل بما شاء من الاقوال اوالوجوہ من غیرنظرفی الترجیح و لایقید به-فقد جهل وخرق الاجماع﴾

(ادب المفتی والمستفتی ص ۶۳- عالم الکتب بیروت)

﴿ت﴾ جان لو کہ جو اس پر اکتفا کرتا ہو کہ اس کا فتویٰ یا عمل کسی قول یا مسئلہ کی کسی وجہ کے موافق ہو، اور ترجیح پر نظر کیے بغیر اقوال ووجوہ میں سے جس پر چاہے، عمل کرے، اور ترجیح سے اسے مقید نہ کرے تو وہ جہالت کی راہ لیا اور اجماع کی مخالفت کیا۔

مذہب حنابلہ

احمد بن حمدان نمری حرانی حنبلی (۶۰۳ھ-۶۹۵ھ) نے لکھا:﴿من یکتفی بان یکون فی فتیاہ اوعمله موافق لقول اووجه فی المسئلة ویعمل بما شاء من الاقوال او الاوجه من غیرنظرفی الترجیح ولا یقتدی به-فقد جهل وخرق الاجماع﴾

(صفۃ الفتویٰ والمفتی والمستفتی ص ۱۴۱-المکتب الاسلامی بیروت)

〈ت〉 جواس پر اکتفا کرتا ہو کہ وہ اپنے فتویٰ یا عمل میں کسی قول یا مسئلہ کی کسی وجہ کے موافق ہو، اور ترجیح پر نظر کیے بغیر اقوال ووجوہ میں سے جس پر چاہے، عمل کرے، اور ترجیح کا اتباع نہ کرے تو اس نے جہالت کی راہ لی اور اجماع کی مخالفت کی۔

توضیح: فقہائے مذاہب اربعہ کے حوالے سے ثابت ہو گیا کہ قول مرجوح، عدم کی منزل میں ہے۔ اور قول مرجوح پر عمل کرنا اور فتویٰ دینا خلاف اجماع ہے۔ اقوال متقابلہ میں اولاً ترجیح دی جائے ،اس کے بعد عمل وفتویٰ۔

مسلک شافعی میں تشہد کے وقت انگلی کو حرکت دینا قول مرجوح ہے۔ اس قول پر فتویٰ دینا درست نہیں اور مسلک مالکی میں گرچہ تشہد میں انگلی کے حرکت دینے کا ایک قول آیا ہے، لیکن مالکیوں کے یہاں دائیں بائیں انگلی کو حرکت دینا قول راجح ہے۔ جبکہ وہابیہ اوپر نیچے انگلی کو حرکت دیتے ہیں۔ یہ مسلک مالکی کے قول راجح کے خلاف ہے۔ اس طرح سے سلفیوں کا مذہب انگلی کے حرکت دینے کے سلسلے میں مسلک حنفی اور مسلک حنبلی کے مطلقاً خلاف ہے اور مسلک شافعی کے قول راجح کے خلاف ہے اور کیفیتِ تحریک کے باب میں مسلک مالکی کے قول راجح کے خلاف ہے: وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

خاتمۃ الکتاب

داؤد ظاہری، ابن حزم، ابن تیمیہ وابن قیم، وہابیہ کے اسلاف

حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خارجیوں کے ظہور کے بارے میں خبر دی تھی، اور ارشاد فرمایا تھا کہ یہ لوگ ہوں گے، پھر ختم ہو جائیں گے، پھر ہوں گے، پھر ختم ہو جائیں گے، یہاں تک کہ ان کا آخری طبقہ دجال کے ساتھ دنیا میں گشت لگائے گا۔ احادیث مبارکہ میں خوارج کا تفصیلی بیان آیا ہے۔

(۱)﴿عَنْ شَرِيْکِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: کُنْتُ اَتَمَنّٰی اَنْ أَلْقَی رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْأَلُهُ عَنِ الْخَوَارِجِ فَلَقِیْتُ اَبَا بَرْزَةَ فِی یَوْمِ عِیدٍ فِی نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ الْخَوَارِجَ؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِأُذُنَیَّ وَرَأَیْتُهٗ بِعَیْنَیَّ–أُتِیَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ فَقَسَّمَهٗ فَاَعْطٰی مَنْ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَمَنْ عَنْ شِمَالِهٖ وَلَمْ یُعْطِ مَنْ وَرَائَهٗ شَیْئًا–فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ وَرَائِهٖ فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! مَا عَدَلْتَ فِی الْقِسْمَةِ–رَجُلٌ اَسْوَدُ مَطْمُوْمُ الشَّعْرِ عَلَیْهِ ثَوْبَانِ اَبْیَضَانِ–فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَضْبًا شَدِیدًا وَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا تَجِدُونَ بَعْدِی رَجُلًا هُوَ اَعْدَلُ مِنِّی ثُمَّ قَالَ: یَخْرُجُ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ کَأَنَّ هٰذَا مِنْهُمْ، یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ یَمْرُقُونَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ سِیْمَاهُمْ التَّحْلِیقُ–لَا یَزَالُونَ یَخْرُجُونَ حَتّٰی یَخْرُجَ اٰخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ –فَاِذَا لَقِیْتُمُوهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِیْقَةِ﴾

(سنن النسائی ج۲ص۱۵۶–مشکوٰۃ المصابیح ص۳۰۹)

﴿ت﴾ حضرت شریک بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میری تمنا تھی کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی سے ملوں اور ان سے خوارج کے بارے میں دریافت کروں، پس میں عید کے دن حضرت ابو برزہ اسلمی سے ان کے دوستوں کی ایک جماعت میں ملا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوارج کا ذکر کرتے ہوئے سنا؟ انہوں نے کہا: ہاں، میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے دونوں کانوں سے سنا اور اپنی دونوں آنکھوں سے میں نے انہیں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مال لایا گیا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تقسیم فرمایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دائیں اور بائیں جانب والے کو عطا فرمایا اور اپنے پیچھے والے کو

کچھ نہ دیا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سے ایک آدمی کھڑا ہوا'' کالا، بال منڈائے، اس کے بدن پر دو سفید کپڑے تھے، پھر اس نے کہا: یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے تقسیم میں انصاف نہ کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم بخدا! میرے بعد ایسا آدمی نہیں پاؤ گے جو مجھ سے زیادہ انصاف پسند ہو، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں ایک قوم ظاہر ہوگی، گویا کہ یہ اسی قوم میں سے ہے۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے کہ قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کہ تیر، شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت سر منڈانا ہے۔ وہ لوگ نکلتے رہیں گے، یہاں تک کہ ان کا آخری حصہ، دجال کے ساتھ نکلے گا، پس جب تم ان سے ملو گے تو وہ سب سے بدترین مخلوق ہوں گے۔

(۲)﴿عَنْ اَبِی سَعِیدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَتَّبِعُ الدَّجَّالَ مِنْ اُمَّتِی سَبْعُونَ اَلْفًا عَلَیْهِمُ السِّیْجَانُ–رواہ فی شرح السنۃ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۷۷)

﴿ت﴾ حضور اقدس سرور کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے ستر ہزار لوگ دجال کے پیچھے چلیں گے، ان پر منقش چادریں ہوں گی۔

توضیح: دجال کے ساتھ رہنے والے لوگ نقش ونگار والی چادریں اوڑھے ہوں گے۔ دجال کے ساتھ ستر ہزار خوارج اور ستر ہزار یہودی ہوں گے، یعنی کل ایک لاکھ چالیس ہزار لوگ ہوں گے۔ سب کے بدن پر چادریں ہوں گی۔ مندرجہ ذیل حدیث میں یہودیوں کا ذکر ہے۔

(۳)﴿عَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَتَّبِعُ الدَّجَّالَ مِنْ یَهُودِ اَصْفَهَانَ سَبْعُونَ اَلْفًا عَلَیْهِمُ الطَّیَالِسَةُ–رواہ مسلم﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۷۵)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار یہودی دجال کے پیچھے چلیں گے، ان (کے بدن) پر سبز رنگ کی چادریں ہوں گی۔

خوارج کا آغاز

شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں سال ۳۷ھ میں خوارج کا فتنہ شروع ہوا۔ شیث بن ربعی تمیمی، امیر العسا کر اور عبداللہ بن الکواء یشکری، امیر الصلاۃ مقرر رہوا۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری ج۶ ص ۵۰ - ج۶ ص ۳۵)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان خارجیوں سے جنگ فرمایا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴) رفتہ رفتہ خوارج کا نام ونشان مٹ گیا۔ چوتھی صدی ہجری میں بعض گمراہ حنابلہ نے خارجیت کی راہ اختیار کی۔ ان میں ایک معروف فرد، قاضی ابویعلیٰ (م ۴۵۷ھ) تھا۔ احناف و موالک، شوافع وحنابلہ کی اجتماعی جدوجہد سے یہ فتنہ بھی ملک عدم کو پہونچا۔

ساتویں صدی ہجری میں سال ۶۶۱ھ میں ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) پیدا ہوا۔ اس نے خارجیت کو از سر نو زندہ کر دیا۔ ابن تیمیہ کے ساتھ اس کے شاگردوں کی ایک جماعت تھی۔ بعض تلامذہ اس کے ہم خیال تھے مثلاً ابن قیم جوزیہ (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ)، ابن عبد الہادی (م ۷۴۴ھ) وغیرہما۔ ابن تیمیہ کا فتنہ بھی دھیرے دھیرے ختم ہوا۔

ابن تیمیہ کے بعد بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبد الوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) نے خارجیت کی تشکیل جدید کی۔ ابن تیمیہ، ابن قیم، داؤد ظاہری (۲۰۲ھ-۲۷۰ھ) وابن حزم اندلسی (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) وغیرہم کی تصانیف سے خوب استفادہ کیا۔ اس طرح وہابیت ماقبل کے گمراہ افکار ونظریات کا معجون مرکب بن گئی۔

ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ)

ابن عبد الوہاب نجدی کا مذہبی آئیڈیل، ابن تیمیہ اور داؤد ظاہری ہے۔ داؤد ظاہری اور ابن حزم کے کچھ احوال ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری کتاب ''القول السدید فی الاجتہاد والتقلید'' میں آئیں گے۔ یہاں پر ابن تیمیہ کے بارے میں کچھ خامہ فرسائی کی جاتی ہے۔

(۱) علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے ابن تیمیہ کے بارے میں تحریر فرمایا:

﴿ابن تیمیة عبد خذله اللّٰه واضَلّه واعماه واصمّه واذَلّه وبذلک صرح الائمة الذین بینوا فساد احواله وکذب اقواله ومن اراد ذلک فعلیه مطالعة کلام الامام المجتهد المتفق علٰی امامته وجلالته وبلوغه مرتبة الاجتهاد ابی الحسن السبکی وولده التاج وشیخ الاسلام الامام العز بن جماعة واهل عصرهم وغیرهم من الشافعیة والمالکیة والحنفیة-ولم یقصر اعتراضه علی متأخری الصوفیة بل اعترض علی مثل عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب رضی اللّٰه عنهما کما یأتی-والحاصل ان لا یقام لکلامه وزن بل یری فی کل وعر وحزن و یعتقد فیه انه مبتدع ضال مضل جاهل غال-عامله اللّٰه بعدله وارجاءنا من مثل طریقته وعقیدته وفعله-آمین﴾ (فتاویٰ حدیثیہ ص۸۴- دارالفکر بیروت)

〈ت〉ابن تیمیہ ایک ایسا شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا اور گمرہی میں دھکیلا، اور اندھا، بہرا اور ذلیل فرمایا، اس کی صراحت کی ان ائمہ کرام نے جنہوں نے اس کے فاسد احوال اور جھوٹے اقوال کو بیان کیا اور جسے یہ (تفصیلات) چاہیے، وہ اس امام ومجتہد کے کلام کا مطالعہ کرے، جن کی امامت، بزرگی اور مرتبہ اجتہاد (فی المسائل) کی رسائی پر سب کا اتفاق ہے، یعنی ابوالحسن سبکی اوران کے فرزند تاج الدین سبکی اور شیخ الاسلام حضرت عز بن جماعہ اوران کے معاصرین ودیگر علمائے شافعیہ، مالکیہ واحناف کے کلام کا مطالعہ کرے۔ ابن تیمیہ کا اعتراض متأخرین صوفیا پر منحصر نہیں، بلکہ اس نے حضرت عمر بن خطاب وعلی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے پر بھی اعتراض کیا جیسا کہ آنے والا ہے اور حاصل کلام یہ کہ ابن تیمیہ کا کلام کوئی وزن نہیں رکھتا، بلکہ ویرانے میں پھینکنے کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انصاف کے ساتھ اس سے معاملہ فرمائے اور ہمیں اس کے جیسے طریقے اور عقیدے اور عمل سے محفوظ فرمائے: آمین

(۲) علامہ ابن حجر ہیتمی نے لکھا: ﴿وایاک ان تصغی الی ما فی کتب ابن تیمیة و

تلميذه ابن القيم الجوزية وغيرهما من اتخذ الٰهه هواه واضله اللّٰه علی علم و ختم علی سمعه وقلبه وجعل علٰی بصره غشاوة فمن يهديه من بعد اللّٰه-و كيف تجاوز هؤلاء الملحدون الحدود وتعد الرسوم وخروا سباح الشريعة و الحقيقة فظنوا بذلک انهم علٰی هدی من ربهم وليسوا كذلک بل هم علی اسوآء الضلال واقبح الخصال وابلغ المقط والخسران وانهی الكذب والبهتان-فخذل اللّٰه متبعيهم وطهر الارض من امثالهم﴾(فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۴۴)

〈ت〉ابن تیمیہ اوراس کے شاگرد ابن قیم جوزیہ وغیرہما کی کتابوں کی جانب توجہ کرنے سے بچو، جنہوں نے اپنی خواہش کواپنا معبود بنالیا اوراللہ تعالیٰ نے انہیں علم کے باوجود گمراہی دی،اوران کے کان اوردل پرمہر لگادیااوران کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا،پس اللہ تعالیٰ کے بعدانہیں کون ہدایت دے گا۔ان ملحدین نے حدوداسلامی سے کس طرح تجاوز کیااوراسلامی رسوم سے آگے بڑھ گئے اورشریعت وحقیقت کی چادر پھاڑ کربھی انہوں نے گمان کیا کہ یہ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں،حالانکہ ایسانہیں ہے،بلکہ یہ لوگ بدترین گمراہی اورقبیح ترین خصلت اورانتہائی بدنصیبی و خسارہ اورنہایت ہی کذب وبہتان میں مبتلا ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے متبعین کوذلیل فرمائے اوران جیسے لوگوں سے زمین کوپاک فرمادے۔

(۳)﴿وكنت ممن سمعه وهوعلٰی منبرجامع الجبل بالصالحية وقد ذكرعمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه فقال:ان عمر له غلطات وبليات-وای بليات؟ واخبرعنه بعض السلف انه ذكر علی بن ابی طالب رضی اللّٰه عنه فی مجلس اٰخر فقال:ان عليًّا اخطاء فی اكثر من ثلاث مائة مكان-فيا ليت شعری،من اين يحصل لک الصواب اذا اخطأ علی بزعمک،كرم اللّٰه وجهه وعمر بن الخطاب؟(فتاویٰ حدیثیہ ص ۸۴)

〈ت〉(ابن تیمیہ کے عہد کے بعض فضلا نے کہا کہ)اورمیں ان میں سے ہوں جنہوں نے اس کا

قول سنا، درآں حالے کہ وہ صالحیہ میں جامع جبل کے منبر پر تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تو اس نے کہا: بے شک عمر کی غلطیاں اور آفتیں ہیں (راوی نے کہا) اور یہ کون سی آفتیں ہیں؟ اور ابن تیمیہ کے بارے میں بعض اسلاف نے خبر دی کہ ایک دوسری مجلس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا، پس اس نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو سے زیادہ مقامات پر غلطیاں کی ہیں۔ (ابن حجر ہیتمی نے کہا) مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ تجھے کہاں سے درستگی حاصل ہوگی، جبکہ تمہارے گمان کے اعتبار سے حضرت علی مرتضیٰ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے غلطی کی ہے؟

(۴) ﴿واعلم انه خالف الناس فی مسائل نبه علیها التاج السبکی وغیره- فمما خرق فیه الاجماع ،قوله فی "عَلَیَّ الطلاق" انه لایقع علیه بل علیه کفارة یمین ولم یقل بالکفارة احد من المسلمین قبله- وان طلاق الحائض لا یقع- وکذا الطلاق فی طهر جامع فیه- وان الصلوة اذا ترکت عمدًا لایجب قضائها -وان الحائض یباح لها الطواف بالبیت ولا کفارة علیها- وان الطلاق الثلاث یرد الیٰ واحدة وکان هو قبل ادعائه ذلک،نقل اجماع المسلمین علیٰ خلافه -وان المکوس حلال لمن اقطعها- وانها اذا اخذت من التجار،اجزأتهم عن الزکوة وان لم تکن باسم الزکوة ولا رسمها- وان المائعات لا تنجس بموت حیوان فیها کالفارة- وان الجنب یصلی تطوعه باللیل ولا یؤخره الی ان یغتسل قبل الفجر،وان کان بالبلد- وان شرط الواقف غیر معتبر- بل لو وقف علی الشافعیة صرف الی الحنفیة وبالعکس وعلی القضاة صرف الی الصوفیة -فی امثال ذلک من مسائل الاصول،مسئلة الحسن والقبح التزم کل ما یرد علیها- وان مخالف الاجماع لا یکفر ولا یفسق- وان ربنا سبحانه وتعالیٰ عما یقول الظالمون والجاحدون علوًا کبیرًا،محل الحوادث،تعالی اللّٰه عن ذلک وتقدس- وانه مرکب تفتقر ذاته افتقار الکل للجزء، تعالی اللّٰه عن ذلک

وتقدس—وان القرآن محدث فی ذات اللّٰه،تعالی اللّٰه عن ذلک—وان العالم قدیم بالنوع ولم یزل مع اللّٰه مخلوقًا دائمًا فجعله موجبًا بالذات لا فاعلًا بالاختیار،تعالی اللّٰه عن ذلک—وقوله بالجسمیة والجهة والانتقال—وانه بقدر العرش لا اصغر ولا اکبر، تعالی اللّٰه عن هذا الافتراء الشنیع القبیح والکفر البراح الصریح وخذل متبعیه وشتت شمل معتقدیه—وقال ان النار تفنی—وان الانبیاء غیر معصومین—وان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا جاه له ولا یتوسل به—وان انشاء السفر الیه بسبب الزیارة معصیة،لا تقصر الصلاة فیه—وسیحرم ذلک یوم الحاجة ماسة الی شفاعته—وان التوراة والانجیل لم تبدل الفاظهما وانما بدلت معانیهما﴾(فتاویٰ حدیثیہ ص۸۵)

﴿ت﴾ جان لو کہ ابن تیمیہ نے بہت سے مسائل میں علمائے اسلام کی مخالفت کی۔امام تاج الدین سبکی وغیرہ نے اسے لکھا ہے۔پس ان امور میں سے جن میں اس نے اجماع کی خلاف ورزی کی ، وہ ابن تیمیہ کا قول (۱)''علی الطلاق'' کے بارے میں ہے کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی ، بلکہ اس پر کفارۂ قسم ہے اور اس سے پہلے مسلمانوں میں سے کسی نے بھی کفارہ کا قول نہیں کیا (۲) اور یہ کہ حائض کی طلاق واقع نہ ہوگی (۳) اور اسی طرح جس طہر میں جماع کیا (اس طہر میں طلاق واقع نہ ہوگی) (۴) اور نماز جب قصداً چھوڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب نہیں (۵) اور حائض کا طواف کعبہ جائز ہے اور اس پر کفارہ نہیں (۶) اور تین طلاق ایک طلاق کی طرف پھیر دی جائے گی اور ابن تیمیہ یہ دعویٰ کرنے سے پہلے اس کے برخلاف (یعنی تین طلاق واقع ہونے پر)مسلمانوں کا اجماع نقل کر چکا ہے (۷) اور چنگی (تاجروں سے وصول کیا جانے والا شہری محصول جو باہر سے مال لانے پر لیا جاتا ہے) اس کے لیے حلال ہے جس نے اسے وصول کیا اور جب تاجروں سے چنگی (ٹیکس) لے لی جائے تو انہیں ٹیکس (چنگی)،زکوٰۃ کے بدلے کافی ہوگا، اگرچہ زکوٰۃ کے نام سے اور زکوٰۃ کے طریقے پر نہ ہو(۸) اور بہنے والی چیزیں،اس کے اندر کسی حیوان ،جیسے چوہے کی موت سے نجس نہ ہوں گی (۹) اور جنبی ،رات کی اپنی نفل نماز ، فجر سے

پہلے پڑھ سکتا ہے اور وہ غسل کرنے تک (نوافل کو) مؤخر نہ کرے۔ اگر چہ شہر میں ہو(۱۰) اور وقف کرنے والے کی شرط معتبر نہیں ہے، بلکہ اگر شافعیوں پر وقف کیا گیا تو اسے حنفیوں پر خرچ کیا جا سکتا ہے اور اس کے برعکس، اور قاضیوں پر وقف کیا گیا تو صوفیا پر خرچ کیا جائے۔

اسی طرح کے مسائل میں، اصولی مسائل میں سے (یعنی جزئی مسائل کی طرح بہت سے اصولی مسائل میں اجماع اور فقہائے ماقبل کی اس نے مخالفت کی، انہیں مختلف فیہ مسائل میں سے) (۱۱) حسن و قبح کا مسئلہ ہے اور اس نے ان تمام اعتراض کا التزام کیا جو اس پر وارد ہوتا ہے (۱۲) اور اجماع کا مخالف نہ کافر ہوگا، نہ فاسق (۱۳) اور ہمارا رب (پاکی ہے اللہ کے لیے اور رب کریم بہت بلند ہے اس سے جو ظالمین اور منکرین کہتے ہیں) کہ (ہمارا رب) محل حوادث ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے اور وہ تقدس والا ہے (۱۴) اور اللہ تعالیٰ مرکب ہے اور ذات الٰہی، کل کے جز کی جانب محتاج ہونے کی طرح محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ بلندی اور تقدس والا ہے (۱۵) اور قرآن رب تعالیٰ کی ذات میں حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلندی والا ہے (کہ وہ کسی حادث کا محل بنے) (۱۶) اور عالم قدیم بالنوع ہے اور ہمیشہ دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ دنیا مخلوق ہو کر رہی ہے، پس اس نے رب تعالیٰ کو فاعل بالاضطرار بنا ڈالا، نہ کہ فاعل بالاختیار۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند ہے (۱۷) اور ابن تیمیہ کا (رب تعالیٰ کے لیے) جسم ہونے، جہت (میں ہونے) اور (ایک جگہ سے دوسری جگہ) منتقل ہونے کا قول کرنا (۱۸) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ عرش کے برابر ہے، نہ اس سے چھوٹا ہے اور نہ بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس بدترین و قبیح افترا اور صریح کھلم کھلا کفر سے بلند تر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے متبعین کو ذلیل و خوار فرمائے اور اس کے معتقدین کی جمعیت کو بکھیر دے (۱۹) اور ابن تیمیہ نے کہا کہ جہنم فنا ہو جائے گا (۲۰) اور انبیائے کرام معصوم نہیں ہیں (۲۱) اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی (مخصوص) مرتبہ نہیں اور نہ ان کے ذریعے توسل کیا جا سکتا ہے (۲۲) اور زیارت کے قصد سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (کے روضے) کی جانب سفر کرنا معصیت ہے۔ اس سفر میں نماز میں قصر نہیں کیا

جائے گا اور عنقریب ابن تیمیہ محروم ہوگا اس دن، جس دن کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی حاجت ہوگی (۲۳) اور توریت وانجیل کے الفاظ میں تبدیلی نہ ہوئی، بلکہ ان کے معانی بدلے گئے۔

(۵)﴿ومن جملة من تتبعه،الولی القطب العارف ابو الحسن الشاذلی نفعنا اللّٰه بعلومه ومعارفه-فی حزبه الکبیر وحزب البحر وقطعة من کلامه-کما تتبع ابن عربی وابن الفارض وابن سبعین وتتبع ایضًا الحلاج الحسین بن منصور-ولا زال یتبع الاکابر حتی تمالاء علیه اهل عصره ففسّقوه وبدّعوه بل کفَّرَه کثیر منهم﴾ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۸۵)

〈ت〉اوران میں سے جن کے بارے میں ابن تیمیہ نے تفتیش وتتبع کیا، ولی وقطب عارف باللہ شیخ ابوالحسن شاذلی (۵۹۱ھ-۶۵۶ھ-۱۱۹۵ء-۱۲۵۸ء) ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علوم ومعارف سے ہمیں نفع عطا فرمائے۔ شاذلی علیہ الرحمہ کے حزب کبیر اور حزب بحر اوران کے کلام کے بعض حصے کے بارے میں (ابن تیمیہ نے قیل وقال کیا)، جیسا کہ اس نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (۵۶۰ھ-۶۳۸ھ) اور ابن فارض: ابوحفص شرف الدین مصری، عمر بن علی بن مرشد بن علی (۵۷۶ھ-۶۳۲ھ-۱۱۸۱ء-۱۲۳۵ء) اور ابن سبعین اندلسی (۶۱۳ھ-۶۶۹ھ) کے بارے میں کھود کرید کیا اوراس نے حسین بن منصور حلاج (م ۳۰۷ھ) کے بارے میں بھی قیل وقال کیا اور وہ اکابرین اسلام کے پیچھے پڑا رہا، یہاں تک کہ اس کے معاصرین اس پر ٹوٹ پڑے، پس بعض لوگوں نے اسے فاسق کہا اور بعض لوگوں نے اسے بدعتی کہا اوراس کے معاصرین میں سے بہت سے حضرات نے اسے کافر کہا۔

ابن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ)

۷/محرم الحرام ۱۲۲۱ھ کو بروز جمعہ نجدی کی ''کتاب التوحید'' مکہ معظّمہ میں بعد نماز جمعہ کعبہ معظّمہ کے سامنے علمائے کرام کی حاضری میں پڑھی گئی، جبکہ وہابیہ طائف پر حملہ کر کے اسے تباہ

وبرباد کرچکے تھے۔ کتاب التوحید کا باب اول ختم ہوا، اور عصر کا وقت ہوگیا۔

علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۷۲ء) نے تحریر فرمایا:

﴿قالوا:تمَّ النظرالى الباب الاول وحان العصر وقامت الصلٰوة فقاموا—والنقش لاحمد باعلوى(احمد بن يونس باعلوى)واللفظ اكثره للشيخ عمر عبد الرسول وعقيل بن يحيى العلوى والبعض للشيخ عبد الملك وحسين المغربى—ولما فرغوا من الصلٰوة رجعوا وراجعوا فى النظر الى الباب الثانى فاذا طائفة من مظلومى الطائف دخلوا المسجد الحرام وانتشر ما جرى عليه من ايدى الكفرة—واشتهر انهم لاحقون من اهل الحرم—وعامدون لقتلهم فاضطرب الناس كأنها قامت الساعة.

فاجتمع العلماء حول المنبر وصعد الخطيب ابو حامد عليه—وقرأ عليهم الصحيفة الملعونة النجدية وما نقشت من الفاظ العلماء فى ردها—وقال ايها العلماء والقضاة والمفاتى! سمعتم مقالهم وعلمتم عقائدهم،فما تقولون فيهم؟

فاجمع كافة العلماء والقضاة والمفاتى على المذاهب الاربعة من اهل مكة المشرفة وسائر بلاد الاسلام—الذين جاؤوا للحج وكانوا جالسين و منتظرين لدخول البيت عاشر المحرم—وحكموا بكفرهم—وبانه يجب على امير مكة الخروج لديهم من الحرم—ويجب على المسلمين معاونته و مشاركته—فمن تخلف بلا عذر يكون اٰثمًا ومن قاتلهم يكون مجاهدًا—ومن قتل من ايديهم يكون شهيدًا—فاتفق الاجماع بلا خلاف على كلمة واحدة—و كتب الفتوٰى وختم بخواتيم كلهم—فصلوا المغرب—وذهبوا بها بعد الصلٰوة الى الشريف امير مكة المعظمة—واتفق كل من بمكة على قتالهم واتباع امير مكة فى الجهاد عليهم—والخروج بكرةً من حد الحرم الى جهتهم—واشتغل

کل من فی استعداده–اللّٰھم انصرنا علی القوم الکفرین﴾

(سیف الجبار ص۸۹،۹۰-استنبول ترکی)

﴿ت﴾ علمائے کرام نے فرمایا کہ باب اول کی بحث مکمل ہوگئی اورعصر کا وقت ہوگیا اورا قامت ہو گئی، پس علما اٹھ گئے اور (اس مجلس میں) تحریر، احمد بن یونس باعلوی کی تھی اور الفاظ، اکثر شیخ عمر عبدالرسول اور شیخ عقیل بن یحییٰ علوی کے تھے اور بعض الفاظ شیخ عبدالملک اور شیخ حسین مغربی کے تھے اور علمائے کرام جب نماز سے فارغ ہوئے اور باب دوم میں غور وفکر کرنے لگے تو جبھی طائف کے مظلومین کا ایک قافلہ مسجد الحرام میں داخل ہوا، اور ان مظالم کی خبر پھیل گئی جو کافر وہابیوں کے ہاتھوں انہیں پہونچے تھے اور مشہور ہوگیا کہ وہ لوگ اہل حرم کے پاس پہنچنے والے ہیں اور ان کے قتل کا قصد کیے ہوئے ہیں، پس لوگ پریشان ہوگئے گویا کہ قیامت قائم ہوگئی۔

اور علمائے کرام منبر کے پاس جمع ہوئے اور خطیب ابو حامد منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حاضرین کے سامنے قابل لعنت نجدی رسالہ اور اس کے رد میں علمائے کرام کے لکھے ہوئے الفاظ پڑھے اور انہوں نے کہا: اے علمائے کرام وقاضیان ومفتیان کرام! آپ لوگوں نے نجدیوں کے کلمات پڑھ لیے اور ان کے عقائد جان گئے تو آپ کیا فرماتے ہیں نجدیوں کے بارے میں؟

پس تمام علما وقاضیان اور اہل مکہ اور تمام بلاد اسلامیہ کے چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی وحنبلی) کے مفتیان متفق ہوگئے جو کہ حج کے لیے آئے تھے اور ٹھہرے ہوئے تھے اور وہ دس محرم کو بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کا انتظار کر رہے تھے اور ان تمام علما وقضاۃ اور مفتیان کرام نے نجدیوں کے کفر کا حکم دیا اور یہ کہ امیر مکہ پر حرم شریف سے نکل کر ان پر حملہ آور ہونا ضروری ہے اور مسلمانوں پر اس کی مدد اور مشارکت ضروری ہے، اور جو بلا عذر پیچھے رہا تو وہ گنہ گار ہوگا اور جو ان سے جنگ کرے، وہ مجاہد ہوگا اور جو ان کے ہاتھوں قتل ہوجائے، وہ شہید ہوگا، پس بلا اختلاف ایک فیصلہ پر اجماع منعقد ہوگیا اور فتویٰ لکھا گیا اور تمام علمائے کرام کے مہر لگائے گئے، پھر لوگوں نے نماز مغرب ادا کی اور نماز کے بعد فتویٰ کو شریف مکہ کے پاس لے گئے

اوروہ تمام جو مکہ میں تھے، وہ نجدیوں سے جنگ کرنے پر متفق ہوگئے اور نجدیوں کے خلاف جہاد میں امیر مکہ کی پیروی کرنے پر اور صبح سویرے حدودِ حرم سے نجدیوں کی سمت خروج کرنے پر (متفق ہوگئے) اور ہر ایک (اس تیاری میں) مصروف ہوگیا جو اس کی استعداد میں تھا۔اللہ تعالیٰ کافر قوم کے برخلاف ہماری مدد فرمائے: آمین

فکر وہابیت کا آغاز

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق بداعتقادی کا آغاز ابن تیمیہ سے ہوا۔اسی جرم کی سزا میں اسے کئی بار مصر اور شام میں جیل جانا پڑا،اور اس کی موت بھی قید خانے میں ہوئی۔

(شذرات الذہب ج۶ص ۸۶)

(۱) پروفیسر ابوزہرہ مصری نے لکھا: ﴿**وفی الحق ان الوهابيين قد حققوا اٰراء ابن تيمية وتحمسوا لها تحمسًا شديدًا**﴾ (تاریخ المذاہب الاسلامیہ ص۲۱۴)

〈ت〉 درحقیقت وہابیوں نے ابن تیمیہ حرانی کے خیالات کو حق تسلیم کیا اور اس کے لیے سخت جذبات کا اظہار کیا۔

(۲) ﴿**فجائت الوهابية لمقاومة كل هذا–واحيت مذهب ابن تيمية**﴾

(تاریخ المذاہب الاسلامیہ ص۲۱۲)

〈ت〉 ان تمام مزعومہ بدعات (معمولات اہل سنت وجماعت) کے دفاع کے لیے وہابی جماعت وجود میں آئی اور اس نے ابن تیمیہ کے مذہب کو زندہ کیا۔

توضیح: وہابیہ کے اسلاف ابن تیمیہ،ابن قیم، داؤد ظاہری،ابن حزم وغیرہم ہیں۔اسی اعتبار سے یہ لوگ خود کو سلفی کہتے ہیں۔جب ان کے اسلاف،متفق علیہ ضال ومضل ہیں تو ان کے متبعین بھی یقیناً گمراہ وگمراہ گر ہوں گے۔ایمان اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔اس کی حفاظت بھی لازم ہے، ورنہ ایمان کے لٹیرے جابجا نظر آتے ہیں۔موقع ملتے ہی وہ مسلمانوں کا ایمان برباد کر دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے: آمین

سلفیت کا اولین وجود

عہد ماقبل میں بھی ''سلفی'' نام سے گمراہ حنبلیوں کی ایک جماعت تھی۔موجودہ سلفیت اسی کی یادگار ہے۔

(۱) پروفیسر ابوزہرہ مصری (۱۳۱۶ھ-۱۳۹۴ھ) نے لکھا:﴿نقصد بالسلفيين اولئک الذين نحلوا انفسهم ذلک الوصف-وان كنا سنناقش بعض اٰرائهم من حيث كونها مذهب السلف-واولئک ظهروا فى القرن الرابع الهجرى وكانوامن الحنابلة وزعموا-ان جملة اٰرائهم تنتهى الى الامام احمد بن حنبل الذى احيا عقيدة السلف وحارب دونها-ثم تجدد ظهورهم فى القرن السابع الهجرى -احياه شيخ الاسلام ابن تيمية وشدد فى الدعوة اليه واضاف اليه امورًا اخرى قد بعثت الى التفكير فيها احوال عصره-ثم ظهرت تلک الاٰراء فى الجزيرة العربية فى القرن الثانى عشر الهجرى،احياها محمد بن عبد الوهاب (فى الجزيرة العربية)وما زال الوهابيون ينادون بها ويتحمس بعض العلماء من المسلمين لها﴾ (تاریخ المذاہب الاسلامیہ ص۱۹۰-دارالفکر العربی قاہرہ)

﴿ت﴾ ہم سلفیوں (کے نام) سے ان لوگوں کو مراد لیتے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اس وصف (سلفیت) کی جانب منسوب کیا۔گرچہ ہم ان کے بعض خیالات پر اس کے مذہبِ اسلاف سے ہونے کے بارے میں اعتراض کریں گے (یعنی وہ نظریات، اسلاف کے نہیں ہیں)، یہ لوگ چوتھی صدی ہجری میں ظاہر ہوئے اور یہ سب حنبلیوں میں سے تھے اور ان لوگوں کا خیال تھا کہ ان کے تمام نظریات، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتے ہیں، جنہوں نے اسلاف کرام کے عقیدہ کو زندہ کیا تھا اور اس (عقیدہ اسلاف کرام) کے مخالفین سے نبرد آزما ہوئے، پھر ساتویں صدی ہجری میں سلفیوں کا دوبارہ ظہور ہوا۔اس کو ابن تیمیہ نے زندہ کیا اور سلفیت کی دعوت وتبلیغ میں سختی اختیار کی، اور سلفیت کی جانب، چند ایسے دوسرے امور کا اضافہ کیا کہ ان

مسائل نے ابن تیمیہ کے معاصرین کو ان مسائل میں غور وفکر پر ابھار دیا، پھر (ایک مدت بعد) بارہویں صدی ہجری میں ان نظریات کا ظہور، جزیرہ عرب میں ہوا، اور اسے ابن عبد الوہاب نجدی نے جزیرہ عرب میں زندہ کیا اور وہابیہ انہیں افکار ونظریات کی تشہیر کرتے رہتے ہیں اور بعض مسلم عالم (جو وہابیت سے متأثر ہو گیا) اس کے لیے جوش وخروش کا اظہار کرتا ہے۔

(۲) عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز (۱۹۱۲ء-۱۹۹۹ء) نے لکھا: ﴿و کان من نعم اللّٰہ سبحانہ ان وفق اللّٰہ الامام محمد بن سعود امیر الدرعیة فی ذلک الوقت بقبول ھذہ الدعوة فقام معه فی ھذا السبیل، ھو واولادہ ومن تحت امرته ومن تابعه فی ھذا الخیر-جزاھم اللّٰہ کل خیر وغفر لھم ووفق ذریتھم جمیعًا لکل ما فیه رضاہ وصلاح عبادہ-وما زالت اصقاع الجزیرة العربیة تعیش فی ظل ھذہ الدعوة الخیرة الٰی یومنا ھذا﴾ (مجموع فتاویٰ عبد العزیز بن الباز ج۳ ص۱۳۰۶)

﴿ت﴾ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے تھا کہ رب تعالیٰ نے درعیہ (نجد) کے امیر محمد بن سعود کو اس وقت (ابتدائے عہد وہابیت) میں اس دعوت (وہابیت) کو قبول کرنے کی توفیق دی، پس محمد بن سعود، ابن عبد الوہاب نجدی کے ساتھ اس (دعوت وتبلیغ وہابیت کی) راہ میں مستعد ہوا۔ ابن سعود اور اس کی اولاد اور اس کے ماتحت افراد اور جن لوگوں نے اس کار خیر میں اس کی پیروی کی، رب تعالیٰ انہیں ہر طرح کا جزائے خیر دے اور ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی تمام ذریت کو ان تمام امور کی توفیق دے جن میں رب کی رضا اور اس کے بندوں کی بھلائی ہو، اور جزیرہ عرب کی بنجر زمین، اس دعوت خیر (وہابیت) کے سائے میں آج تک اچھی زندگی گذار رہی ہے۔

(۳) پروفیسر ابو زہرہ مصری (۱۳۱۶ھ-۱۳۹۴ھ) نے لکھا: ﴿ولقد قاد الفکرة الوھابیة فی میدان الحرب والصراع محمد بن سعود جد الاسرة السعودیة الحاکمة للاراضی العربیة-وقد کان صھرًا للشیخ محمد بن عبد الوھاب-واعتنق مذھبه وتحمس له واخذ یدعو الی الفکرة بقوة السیف واعلن انه یفعل ذلک

لاقامة السنة و اماتة البدعة﴾(تاریخ المذاہب الاسلامیہ ص۲۱۲)

﴿ت﴾ میدان حرب وضرب میں وہابی افکار کی قیادت،سرزمین عرب کے حاکم،سعودی خاندان کے جداعلیٰ محمد بن سعود (م ۱۱۷۹ھ-۱۷۶۵ء) نے کی اور وہ ابن عبدالوہاب نجدی کا سسر تھا اور اس نے نجدی کے مذہب کو گلے سے لگایا اور اس کے لیے جوش وخروش کا مظاہرہ کیا اور وہابی نظریات کی طرف تلوار کی قوت سے دعوت دینے لگا اور اس نے اعلان کیا کہ وہ سنت قائم کرنے اور بدعت کو فنا کرنے کے لیے ایسا کررہا ہے۔

(۴) پروفیسر موصوف نے لکھا﴿ان الوهابية لم تقتصر على الدعوة المجردة بل عمدت الى حمل السيف لمحاربة المخالفين لهم باعتبار انهم يحاربون البدع وهى منكر تجب محاربته ويجب الاخذ بالامر بالمعروف والنهى عن المنكر﴾(تاریخ المذاہب الاسلامیہ ص۲۱۲)

﴿ت﴾ وہابیوں نے صرف دعوت پر انحصار نہ کیا، بلکہ انہوں نے اپنے مخالفین سے جنگ کے لیے تلوار اٹھانے کا قصد کیا،اس اعتبار سے کہ وہ بدعتوں سے جہاد کررہے ہیں اور بدعتیں،منکر (ناپسندیدہ امر) ہیں۔اس کے لیے جہاد کرنا ضروری ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنا ضروری ہے۔

کفر کا توپ خانہ

(۱) علامہ ابن عابدین شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:﴿كما وقع فى زماننا فى اتباع ابن عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة،لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون،وان من خالف اعتقادهم مشركون،واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر اللّٰه تعالىٰ شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث وثلاثين ومأتين والف﴾(ردالمحتار:باب البغاة ج۴ص۴۴۹)

〈ت〉 جیسا کہ ہمارے زمانے میں ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں میں واقع ہوا، جولوگ نجد سے خروج کیے اور حرمین طیبین پر قابض ہو گئے۔ یہ لوگ خودکو حنبلیوں کے مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن ان کا اعتقاد یہ ہے کہ صرف یہی لوگ مسلمان ہیں اور جو ان کے عقائد کے خلاف ہوں، وہ سب مشرک ہیں اور اسی وجہ سے ان نجدیوں نے اہل سنت و جماعت اور اہل سنت و جماعت کے علما کے قتل کو جائز سمجھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت کو توڑ دیا اور ان کے شہروں کو ویران فرما دیا اور سال ۱۲۳۳ھ میں ان پر مسلمانوں کے لشکر کو فتح عطا فرمائی۔

(۲) امام صاوی مالکی (۱۱۷۵ھ-۱۲۴۱ھ) نے آیت قرآنیہ ﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾ (سورہ فاطر: آیت ۸) کی تفسیر میں رقم فرمایا:

﴿هذه الاٰية نزلت فى الخوارج الذين يحرفون تاويل الكتاب والسنة و يستحلون بذلك دماء المسلمين واموالهم-كما هو مشاهد فى الآن فى نظائرهم وهم فرقة بارض الحجاز يقال لهم الوهابية يحسبون انهم علىٰ شيء -الا انهم هم الكاذبون،استحوذ عليهم الشيطان فانساهم ذكر اللّٰه-اولئك حزب الشيطان-الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون-نسأل اللّٰه الكريم ان يقطع دابرهم﴾ (حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج۳ص ۳۰۸)

〈ت〉 یہ آیت ان خارجیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معانی میں تحریف کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کی جان اور ان کے مال کو حلال قرار دیتے ہیں، جیسا کہ ابھی دیکھا جا رہا ہے ان کے مماثلین میں، اور یہ لوگ سرزمین حجاز میں ایک فرقہ ہیں جنہیں ''وہابی'' کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ گمان کرتے ہیں یہ لوگ کسی دین پر ہیں۔ بے شک یہ لوگ جھوٹے ہیں، شیطان ان پر غالب ہوا، پس انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا۔ یہ لوگ شیطان کے گروپ ہیں۔ جان لو کہ شیطان کا گروپ ہی نقصان والے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل کو ختم فرما دے۔

وہابیت کا ماخذ

سلطنت مغلیہ کے صدر الصدور مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی (۱۷۸۹ء-۱۸۶۸ء) نے مسلک وہابیت کی تجزیہ کاری کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

﴿کل بضاعتهم طعن فی الائمة المجتهدین وجل صناعتهم القدح فی الاولیاء المقربین-الصراط المستقیم والمحلّٰی ماخذهم واساسهم وابن تیمیة وابن حزم رئیسهم ورأسهم﴾ (منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشدالرحال ص۴-شرف المطابع دہلی)

〈ت〉 وہابیہ کا کل سرمایہ، ائمہ مجتہدین کے بارے میں طعن وتشنیع کرنا ہے، اوران کا بڑا کارنامہ اولیائے مقربین کی برائی کرنی ہے۔(ابن تیمیہ کی کتاب)اقتضاءالصراط المستقیم اور(ابن حزم کی کتاب)المحلی بالآثاران کا ماخذ وبنیاد ہیں اورابن تیمیہ وابن حزم ان کے رئیس وسردار ہیں۔

ہندوستان میں وہابیت کا آغاز

اسماعیل دہلوی کے احوال واقوال اوراس کے متبعین

اس نجدی کا فتنہ ہندوستان پہونچا۔نجدی کی ''کتاب التوحید''ہندوستان میں سب سے پہلے ممبئی آئی، پھروہاں سے دہلی آئی۔اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ-۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء) اس کتاب پرفریفتہ ہوگیا۔علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) اس وقت باحیات تھے۔انہوں نے اپنے بھتیجے اسماعیل دہلوی کوان لفظوں میں تنبیہ کی۔

''میری طرف سے کہواس لڑکے نامراد کوکہ جوکتاب ممبئی سے آئی ہے(یعنی کتاب التوحید) میں نے بھی اس کودیکھا ہے۔اس کے عقائد صحیح نہیں، بلکہ بے ادبی وبے نصیبی سے بھرے ہوئے ہیں ۔میں آج کل بیمار ہوں،اگرصحت ہوگئی تو میں اس کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔تم ابھی نوجوان بچے ہو،ناحق شوروشر برپانہ کرو''۔

(انوارآفتاب صداقت ج۱ص۵۱۶-قاضی فضل احمدلدھیانوی)

علامہ عبد الحکیم شرف قادری پاکستانی (۱۳۶۳ھ-۱۴۲۸ھ) نے تحریر فرمایا: ''مولوی اسماعیل دہلوی نے ۱۵: محرم ۱۲۴۰ھ کو ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ کسی شخص نے اس کی ایک عبارت نقل کر کے شاہ فضل حق خیرآبادی کی خدمت میں پیش کی، جس میں شفاعت کا انکار کیا گیا تھا۔ علامہ نے ۱۸: رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۵ء میں ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' لکھی اور جواب کا حق ادا کر دیا''۔ (مقدمہ تحقیق الفتویٰ ص ۵۴- المتاز پبلی کیشنز لاہور)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی وفات ۷/ شوال ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۴ء کو ہوئی۔ اسماعیل دہلوی کے لیے اب راستہ صاف تھا۔ شاہ صاحب کی موت کے فوراً بعد ہی محرم الحرام ۱۲۴۰ھ میں اس نے نجدی کی کتاب التوحید کا اردو ترجمہ ''تقویۃ الایمان'' کے نام سے کیا۔ دہلوی کے غلط افکار ونظریات کے سبب مسلمانان ہند میں غم وغصہ اور سخت ناراضگی کی لہر دوڑ گئی۔ مسلمانان ہند اختلاف کی آگ میں جل اٹھے۔ یہ آگ آج تک سرد نہ ہو سکی۔ ہندوستان دوسو (۲۰۰) سال سے جل رہا ہے۔

سال ۱۲۴۰ھ میں ہی، ۲۹/ ربیع الثانی کو جامع مسجد دہلی میں علامہ فضل حق خیرآبادی کے مشورہ کے مطابق علامہ رشید الدین خاں دہلوی، مولانا مخصوص اللہ و مولانا موسیٰ صاحبان فرزندان شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور دیگر علمائے کرام نے اسماعیل دہلوی اور اس کے ہمنوا مولوی عبد الحئ بڈھانوی (م ۱۲۴۳ھ-۱۸۲۸ء) سے مناظرہ کیا۔ اسماعیل دہلوی وہاں سے کسی طرح بھاگ نکلا اور مولوی عبد الحئ اپنی کہی ہوئی باتوں سے انکار کر بیٹھا۔

اسی سال ۱۸/ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ میں علامہ فضل حق خیرآبادی نے ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' نامی ایک معرکۃ الآرا کتاب ''تقویۃ الایمان'' کی تردید میں لکھی اور اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا فتویٰ دیا۔ اس فتویٰ کی تصدیق وتائید اس عہد کے معتمد علمائے کرام نے کی اور فتویٰ کفر پر دستخط کیا۔ تحقیق الفتویٰ میں اٹھارہ علمائے کرام کی تحریری تصدیقات موجود ہیں۔ چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) صدرالصدور حضرت مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی (۱۷۸۹ء-۱۸۶۸ء)

(۲) حضرت مولانا کریم اللہ فاروقی دہلوی (م۱۲۹۱ھ-۱۸۷۴ء)

(۳) حضرت علامہ شاہ احمد سعید مجددی دہلوی (م۱۲۷۷ھ)

(۴) حضرت مولانا رشید الدین خاں دہلوی (م۱۲۴۹ھ-۱۸۳۳ء)

(۵) مولانا مخصوص اللہ بن مولانا رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۱۲۷۳ھ)

(۶) مولٰینا موسیٰ بن مولٰینا رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۱۲۹۵ھ)

اس عہد سے لے کر آج تک تقویۃ الایمان کے رد میں سو (۱۰۰) سے زائد کتابیں، اردو، عربی، فارسی ودیگر زبانوں میں لکھی جاچکی ہیں۔ہم نے بھی تقویۃ الایمان کی تردید کئی جلدوں میں ''تزکیۃ القلوب والاذہان من اباطیل تقویۃ الایمان'' کے نام سے لکھی ہے۔رب تعالیٰ قبول فرمائے: آمین بجاہ النبی الامین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

اسماعیل دہلوی کی توبہ

علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری نے لکھا کہ جب اسماعیل دہلوی سکھوں سے جنگ کے بہانے پنجاب اور سرحدی علاقوں کی طرف گیا اور وہاں کے علما وفضلا اس کے بدترین عقائد کے بارے میں سنے تو مقام ''پنجتار'' میں علمائے اہل سنت جمع ہوئے،اور دہلوی سے مناظرہ ہوا۔علمانے اس کے عقائد بد کو غیر اسلامی ثابت کردکھایا اور اسے توبہ پر مجبور کیا۔لاچار ہوکر اسماعیل دہلوی کو توبہ کرنا پڑا،گرچہ وہ دل سے تائب نہ ہوا۔

(باطل فرقے ج اص ۳۷۰-رضا اکیڈمی ممبئی)

حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی پر کفرفقہی کا فتویٰ دیا تھا،لیکن مابعد کے جن علما کو اسماعیل دہلوی کی اس توبہ کی خبر پہنچی، انہوں نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان کیا۔دہلوی کی توبہ کی روایت مختلف فیہ ہے۔بعض اسے تسلیم کرتے ہیں اور اکثر حضرات اس کا انکار کرتے ہیں۔رشید احمد گنگوہی نے بھی فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا کہ اسماعیل دہلوی کی توبہ کی

روایت اہل بدعت (اہل سنت و جماعت) کا افترا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۴)

علامہ فضل حق خیرآبادی کا فتویٰ

علامہ خیرآبادی نے تحریر فرمایا: ''چوں ہر چہار مقام پیرایہ انجام واختتام یافت۔ حالا خلاصہ فتویٰ و جواب استفتا باید شنید کہ مستفتی در استفتاسہ سوال کرد۔

(۱) یکے آنکہ ایں کلام حق است یا باطل؟

(۲) دوم آنکہ کلامش بر استخفاف وانتقاص شان واجب التوقیر حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین اشتمال دارد یانہ؟

(۳) سوم اینکہ بر تقدیر اشتمال ودلالت آں عبارت بر استخفاف وانتقاص شان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حال وحکم مرتکب آں شرعاً چیست؟ واُوازروئے دین وملت کیست؟

(۱) جواب سول اول ایں است کہ: کلام قائل مذکور از سرتا پا کذب وزور وفریب وغریب است۔ چہ اُونفی بودنِ شفاعت برائے نجات گنہگاراں ونفی شفاعت وجاہت وشفاعت محبت از آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم وحضرت سائر انبیا وملائکہ واصفیا می کند۔ ایں اعتقاد اُوخلافِ کتاب مبین واحادیث سید المرسلین واجماع المسلمین است کما ثبت فی المقام الاول مفصلاً، وقد بان بطلان بعض کلماتہ فی المقام الثانی۔

(۲) جواب سوال دوم ایں است کہ: کلام اُو بلا تردد واشتباہ بر استخفافِ منزلت وجاہِ آں سرورِ مقربانِ بارگاہِ حضرت الٰہ وانتقاص شان سائر انبیا وملائکہ واصفیا وشیوخ واولیا اشتمال ودلالت دارد۔ چنانچہ در مقام ثالث مذکور وفیما سبق مبرہن ومسطور است۔

(۳) وجواب سوال سوم ایں است کہ: قائل ایں کلام لا طائل از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر وبے دین است۔ ہرگز مومن ومسلمان نیست، وحکم اُوشرعاً قتل وتکفیر است، وہر کہ در کفر اُوشک آرد، یا تردد دارد، یا ایں استخفاف راسہل انگارد، کافر وبے دین ونامسلمان ولعین است۔

(تحقیق الفتویٰ قلمی نسخہ: سیف الجبار ص ۸۸- مطبوعہ کانپور)

تحقیق الفتویٰ کی بعض عبارات

(۱)''مقام ثالث اس امر کے بیان میں کہ یہ گمراہانہ اور گمراہ کن کلام اس ذات کریم کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہے جن کی تعظیم فرض ہے، اور جو بارگاہ الٰہی کے مقربین کے سردار ہیں: صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم''۔(تحقیق الفتویٰ ص ۱۷۷-ممتاز پبلیکیشنز لاہور)

(۲)''اس قائل کا بے فائدہ کلام حضور سیدنا ومولانا سید الاولین والآخرین ودیگر انبیا ومرسلین، ملائکہ مقربین اور اولیائے عارفین صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا وعلیہم اجمعین کی انتہائی توہین تنقیص شان پر مشتمل ہے، اور اس قائل نے ان حضرات کی توہین وتنقیص کا ارتکاب قصداً کیا ہے، اور توہین کی بدترین وجوہ میں گرفتار ہوا ہے''۔(تحقیق الفتویٰ ص ۱۸۲)

(۳) دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا:''اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے آدمی اور جن، جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی، اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں''۔

علامہ خیر آبادی نے جواب میں رقم فرمایا:''اس کلام کا سیاق وسباق عرف عام کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخفیف شان اور تنقیص پر دلالت کرتا ہے''۔(تحقیق الفتویٰ ص ۱۸۵)

(۴) اس کا یہ کہنا:''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے'' تخفیف شان پر مشتمل ہے۔(تحقیق الفتویٰ ص ۱۸۶)

(۵)''سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں اور اس جیسے الفاظ کا کسی شئ کی نظیر کے لیے استعمال کرنا، اس شئ کی تحقیر پر دلالت کرتا ہے''۔(تحقیق الفتویٰ ص ۱۸۷)

(۶)''اردو میں ''کر ڈالے'' کا لفظ اہانت اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے''۔

(تحقیق الفتویٰ ص ۱۸۹)

(۷)''اس کا قول ''اس امیر نے اس چور کی سفارش اس واسطے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا

آشنا، یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی، بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا ٹھانگی"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع کی انتہائی تنقیص پر دلالت کرتا ہے"۔

(تحقیق الفتویٰ ص ۲۰۳)

ان شانئک ہوالابتر

اسماعیل دہلوی کی نسل منقطع ہوگئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس رسول مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن کی نسل منقطع ہو جاتی ہے۔

وہابیہ کے قابل اعتماد مؤرخ محمد جعفر تھانیسری نے لکھا کہ مولوی محمد عمر صاحب، آپ (اسماعیل دہلوی) کے صاحب زادے تھے۔ ۱۲۶۸ھ میں وہ بھی لاولد اس جہاں سے رخصت ہو گئے اور اس دنیائے ناپائیدار کی حقیقت پر بڑا افسوس ہے کہ اس خاندان عالی، شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ میں جس میں بیسیوں عالم فاضل موجود تھے، اب ایک شخص بھی نہ رہا۔ بالکل خاندان بھر کا خاتمہ ہوگیا۔ (حیات سید احمد شہید ص ۳۱۶)

اسماعیل دہلوی کی موت

علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) نے دہلی جامع مسجد کے مباحثہ کے بعد "تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان" رقم فرمائی۔ اس کے جواب میں اسماعیل دہلوی نے "رسالہ یکروزی" تحریر کیا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے ۱۸: رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ / ۵: مئی ۱۸۲۵ء کو "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ" رقم فرمائی، جس میں اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا حکم صادر فرمایا۔ علمائے اہل سنت نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی۔ اس حکم شرعی کے ظہور وشیوع کے بعد اسماعیل دہلوی خاموش ہوگیا۔ اسی سال ۱۲۴۰ھ میں حج کے لیے روانہ ہوا۔ حج سے واپسی کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۲۴۱ھ میں رائے بریلی گیا۔ وہاں سے ۷/ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۷/ جنوری ۱۸۲۶ء کو سرحدی علاقوں کی طرف جہاد کے لیے نکل گیا، پھر دہلی

واپس نہ آ سکا۔ سرحدی علاقوں کے پٹھانوں کے ہاتھوں ایک ہی دن دہلوی اور رائے بریلوی دونوں بروز جمعہ ۲۴: ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ / ۶: مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں قتل ہوئے۔ علامہ خیر آبادی نے اسماعیل دہلوی کو کافر اور واجب القتل قرار دیا تھا۔ یہ اسلامی حکم بالاکوٹ میں عمل میں آ گیا۔ ''ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر'' کی جلوہ نمائی ہوئی۔

اسماعیل دہلوی اور اس کا پیر مغاں سید احمد رائے بریلوی بھی اسی معرکے میں اپنے مریدوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر دنیا سے چل بسا۔ ہندوستان میں اسماعیل دہلوی کے پیروکار دو حصوں میں تقسیم ہو گئے (۱) غیر مقلد (۲) مقلد۔ مقلد وہابیہ نے تقیہ بازی کی راہ اختیار کی، اور مسلمانانِ ہندان کے ظاہری تقویٰ کو دیکھ کر گمرہی میں مبتلا ہو گئے۔

(۱) غیر مقلد گروپ

غیر مقلد طبقہ کی رہنمائی اور قیادت اسماعیل دہلوی کے بعد نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (۱۲۴۸ھ-۱۳۰۷ھ-۱۸۳۲ء-۱۸۹۰ء)، ڈپٹی نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۲۰ھ-۱۹۰۲ء)، ثناء اللہ امرتسری وغیرہم کے ہاتھ آئی۔

(۲) مقلد گروپ

مقلد طبقہ کو اس عہد میں گلابی وہابی کہا جاتا تھا۔ اس کی قیادت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے اسحٰق دہلوی (م ۱۲۶۲ھ-۱۸۴۵ء) کے حصہ میں آئی۔ اسحٰق دہلوی جب سال ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء میں ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ جانے لگا تو اس نے اس جماعت کی قیادت اپنے شاگرد مملوک علی نانوتوی (م ۱۲۶۷ھ-۱۸۵۱ء) کے سپرد کر دی۔ رشید احمد گنگوہی (۱۲۴۴ھ-۱۳۲۳ھ-۱۸۲۸ء-۱۹۰۵ء) اور قاسم نانوتوی (۱۲۴۸ھ-۱۲۹۷ھ) مملوک علی نانوتوی کے شاگرد ہوئے۔ مدرسہ دیوبند سال ۱۲۸۳ھ-۱۸۶۷ء میں قائم ہوا۔ اس کا اولین صدر مدرس، یعقوب نانوتوی بن مملوک علی نانوتوی ہوا۔ اس کے بعد قاسم نانوتوی مدرسہ دیوبند کا

صدر مدرس ہوا۔اس طرح مقلد وہابیوں کا مرکز دہلی سے دیوبند کی طرف منتقل ہوگیا۔

غیر مقلد وہابیہ کا انتشار

غیر مقلد وہابیہ ہندوستان میں اپنا کوئی مرکز نہ بنا سکے،اس لیے وہ بکھر گئے۔اب سعودیہ حکومت کے تعاون سے غیر مقلد وہابیوں کو ہندوستان میں پھلنے پھولنے کا موقعہ ملا اور آج کل غیر مقلد وہابی، ہندوستان میں سلفی اور اہل حدیث کے نام سے مشہور ہے۔حکومت سعودیہ پورے عالم اسلام میں وہابیت اور سلفیت کے فروغ کے لیے اپنی دولت وقوت کو پانی کی طرح بہا رہی ہے۔نجد کا نام بدل کر ریاض رکھ دیا گیا ہے۔وہابیت کا نام بدل کر سلفیت کر دیا گیا۔''دعوہ سنٹر'' کے نام سے مختلف ممالک میں جگہ جگہ سلفیت کی تبلیغ کے لیے مراکز قائم کر دئے گئے ہیں، جہاں ان کے مبلغین موجود رہا کرتے ہیں۔آس پاس کے علاقوں کے غریب مسلمانوں کو روپئے وپیسے کا لالچ دے کر سلفی مذہب میں شامل کرلیا جاتا ہے۔مختلف زبانوں میں سعودیہ کی جانب سے کتابیں شائع ہوتی ہیں اور پورے عالم اسلام میں مفت تقسیم کی جاتی ہیں۔

موقعہ بموقعہ سعودیہ عربیہ سے اطراف واکناف عالم میں مبلغین بھیجے جاتے ہیں۔حیرت بالائے حیرت یہ کہ امت محمدیہ نے اس مذہب کو قبول کیسے کرلیا جو مذہب توہین شان رسالت علیٰ صاحبہا التحیۃ والثنا پر مشتمل ہے۔درحقیقت عوام الناس سے اپنے مسلک کے حقائق چھپا لیے جاتے ہیں اور عام امت مسلمہ کو بتایا جاتا ہے کہ اہل سنت کی جانب سے مسلک وہابیت پر اس طرح کے جھوٹے الزامات لگائے گئے ہیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہابیوں کے عقائد بھی اہل سنت کے عقائد کی طرح ہیں تو پھر آخر اختلاف کیوں؟

تبلیغی جماعت

عہد حاضر میں مقلد وہابیہ کو دیوبندی کہا جاتا ہے۔سنی علما نے جب اہل دیوبند کے چہرے پر پڑا ہوا تقلید کا نقاب الٹ کر دیوبندیوں کی حقیقی شکل کو قوم مسلم کے سامنے کھول کر رکھ دیا تو

دیو بندیوں نے انتہائی دوراندیشی کے ساتھ ایک نئی جماعت بنائی، جس کا نام "تبلیغی جماعت" رکھا گیا۔ تبلیغی جماعت کا بانی الیاس کاندھلوی (۱۳۰۳ھ-۱۳۶۳ھ-۱۸۸۶ء-۱۹۴۴ء) رشید احمد گنگوہی کا شاگرد اور اس کا مرید تھا۔ تبلیغی جماعت کا آغاز ۱۳۴۵ھ م ۱۹۲۶ء میں ہوا۔

(۱) ابو الحسن علی ندوی سابق ناظم ندوۃ العلما (لکھنو) (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) نے لکھا کہ الیاس کاندھلوی دس سال تک رشید احمد گنگوہی کے پاس تعلیم حاصل کرتے رہا اور گنگوہی نے اسے بڑے خاص طریقے پر بیعت کیا۔ (محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۴۴)

(۲) یکم محرم الحرام ۱۳۶۵ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو شبیر احمد عثمانی صدر مدرس مدرسہ دیو بند نے اپنے گھر پر منعقد ایک خاص مجلس میں کہا کہ مولوی اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰ھ-۱۳۶۲ھ) کو انگریزی حکومت کی طرف سے چھ سو (۶۰۰) روپیہ ماہانہ ملا کرتا تھا۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۱۶)

(۳) طاہر احمد قاسمی نے لکھا کہ مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اسی مجلس میں کہا کہ تبلیغی جماعت کو انگریزی حکومت کی جانب سے کچھ روپئے ملا کرتے تھے۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۱۳)

(۴) الیاس کاندھلوی بانی تبلیغی جماعت نے تبلیغی جماعت کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ تھانوی جی نے دین کے لیے بہت کوشش کی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم ان کی ہو، اور طریقہ تبلیغ میرا ہو، پس اس جماعت کے ذریعے ان کی تعلیمات کی اشاعت ہو۔ (ملفوظات الیاس ص ۵۷)

المختصر وہابی فرقہ "خوارج" کا ایک بڑا طبقہ ہے اور وہابی جماعت کی مختلف قسم کی مذہبی شاخیں ہیں۔ اہل حدیث (سلفی)، دیو بندی، تبلیغی جماعت وغیرہا۔

گنگوہی کا فتویٰ

(۱) رشید احمد گنگوہی نے تقویۃ الایمان اور اسماعیل دہلوی کے بارے میں لکھا:

"کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردشرک وبدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۱)

(۲) ''بندہ کے نزدیک سب مسائل اس (تقویۃ الایمان) کے صحیح ہیں، گرچہ بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے اور توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افترا اہل بدعت کا ہے، اور اگر ان کو بزرگ نہ جانے، جھوٹے حالات ان کے سن کر، تو معذور ہے، اور اگر کتاب کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے، تو وہ مبتدع فاسق ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۴۴)

(۳) ''کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت واصلاح ایمان کی ہے، اور قرآن وحدیث کا مطلب پورا اس میں ہے۔ اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا اور مولٰینا محمد اسحٰق دہلوی ولی، کامل، محدث، فقیہ، عمدہ مقبولین حق تعالیٰ کے تھے۔ جو کوئی ان دونوں کو کافر یا بد جانتا ہے، وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۴۰)

(۴) ''مولوی محمد اسماعیل صاحب عالم متقی اور بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حالت میں رہے۔ آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھوں سے شہید ہوئے، پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو، وہ ولی اللہ اور شہید ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۴۱)

اعتراف حقیقت

(۱) کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان کے مسائل بدیہی البطلان ہیں۔ وہابیہ کو بھی معلوم ہے کہ حضور اقدس سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان مبارک میں کی جانے والی بے ادبیاں یقیناً کفر ہیں۔ اسی حقیقت کا اعتراف اشرف علی تھانوی نے دبے لفظوں میں کیا اور کہا کہ علمائے بریلی، عشق نبوی کی وجہ سے ہمیں کافر کہتے ہیں، لیکن ہم انہیں کافر نہیں کہتے، یعنی اگر علمائے بریلی کا فتویٰ تکفیر از روئے اسلام غلط ہوتا تو ہم علمائے بریلی کو کافر کہہ سکتے تھے، کیوں کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہوتا ہے، لیکن یہاں تو حال یہ ہے کہ ہماری تحریروں میں کفریات بھرے پڑے ہیں۔ اس کا حکم، تکفیر ہی ہے۔ لیکن ہمیں فتویٰ تکفیر کی قبولیت سے انکار ہے۔

(۲) فتاویٰ دار العلوم دیوبند مرتبہ محمد شفیع دیوبندی میں مرقوم ہے کہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ

علیہ کے متبعین کو کافر کہنا صحیح نہیں۔

(۳)انور شاہ کشمیری کے ملفوظات میں ہے۔میں جماعت دیوبند کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ حضرات دیوبند، بریلوی علما کی تکفیر نہیں کرتے۔(ملفوظات محدث کشمیری ص ۶۹)

(۴)اشرف علی تھانوی نے کہا۔ ہماری طرف سے کوئی لڑائی نہیں۔وہ نماز پڑھائیں تو ہم پڑھ لیتے ہیں۔ہم پڑھائیں تو وہ نہیں پڑھتے۔(الافاضات الیومیہ ج۵ص۲۲۰)

(۵)اشرف علی تھانوی نے کہا کہ میرے دل میں احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد احترام ہے۔وہ ہمیں کافر کہتے ہیں تو عشق رسول کی بنا پر اور کسی غرض سے تو کافر نہیں کہتے۔

(ماہنامہ چٹان ص۲۳-اپریل ۱۹۶۲ء)

(۶)اشرف علی تھانوی نے کہا: ممکن ہے ان (امام احمد رضا قادری) کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول ہی ہو۔(اشرف السوانح ج۱ص ۱۲۸)

اللھم اھدنا الصراط المستقیم والصلوات الکاملات والتسلیمات الدائمات والبرکات التامات علیٰ رسولک وحبیبک الذی لانظیر له فی العٰلمین وعلیٰ آله واصحابه واتباعه وعلماء ملته واولیاء امته اجمعین::

☆☆☆☆☆

مؤلف کی تالیفات

علوم القرآن

(۱)التوضیح والبیان فی معارف القرآن (موضوعات کثیرہ سے متعلق آیات کریمہ کی جمع وتدوین)

(۲)الکلام المنیر فی اقسام التفسیر (تفسیر قرآن کے اقسام اور شرائط مفسرین کا بیان)

علوم الحدیث

(۳)الفاظ الجرح والتعدیل (جرح وتعدیل کے مراتب اور الفاظ جرح وتعدیل کے معانی)

(۴)احکام التصحیح والتضعیف (احادیث طیبہ کی تصحیح وتضعیف کے احکام)

(۵)الاحکام الصحیحۃ للاحادیث الضعیفہ (حدیث ضعیف کے احکام)

(۶)الکتاب البہیج فی اصول التخریج (تخریج احادیث کے اصول وقوانین)

(۷)کشف المغیث فی علوم الحدیث (حدیث نبوی سے متعلق علوم وفنون کا بیان)

شروح الاحادیث النبویہ

(۸)حدائق الازہار الاربعین من احادیث النبی الامین ﷺ (چالیس احادیث مقدسہ)

(۹)السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ (ہر عہد میں اہل سنت وجماعت کی کثرت تعداد)

(۱۰)اصلاح المسلمین من احادیث سید المرسلین ﷺ (اصلاح اعمال واخلاق کی احادیث)

(۱۱)تجدید دین ومجدد دین (مجددین سے متعلق حدیث نبوی کی تشریح اور مجدد کے شرائط)

(۱۲)کتاب الاخلاق والآداب من کلام احب الاحباب ﷺ (احادیث اخلاق کا مجموعہ)

(۱۳)علوم دینیہ اور عالم اسلام (عالمی تناظر میں طلب علم سے متعلق حدیث نبوی کی توضیح)

علوم الفقہ

(۱۴)الفیوضات الصمدیۃ فی القواعد الفقہیہ (فقہ حنفی کے قواعد واصول کا بیان)

(۱۵)فقہ اسلامی میں قول مرجوح کے احکام (مسالک اربعہ میں قول مرجوح پر عمل کا حکم کیا ہے؟)

(۱۶) تحفۃ الفقہاء فی آداب الافتاء (معتمد و مستند کتابوں سے افتا کے آداب و احکام کا بیان)
(۱۷) تقلید و تلفیق کا شرعی حکم (تقلید شخصی سے متعلق علما کے اقوال اور تلفیق کی ممانعت کے دلائل)
(۱۸) جادو کے حقائق و احکام (جادو کا آغاز، اقسام اور شرعی احکام کا بیان)
(۱۹) تصلب و اعتدال: حقائق و احکام (عہد حاضر میں اعتدال پسندی کی غلط تعبیرات کا تعاقب)
(۲۰) فقہی تحقیقات کے مشکل مراحل (فقہی اختلافی مسائل سے متعلق غیر جانبدارانہ مباحث)
(۲۱) قانون شریعت (شافعی) (شافعی مسلک کے مطابق طہارت سے وراثت تک کے احکام)

تصوف و سلوک

(۲۲) التعرف فی احکام التصوف (شریعت پر عمل کے بغیر طریقت کا دعویٰ غلط)
(۲۳) آداب طریقت (مسائل طریقت و احکام تصوف کی تفصیل)
(۲۴) اقسام بیعت و اقسام مشائخ (بیعت برکت و بیعت سلوک و شیخ اتصال و شیخ ایصال کا بیان)

رد و ابطال

(۲۵) مصباح المصابیح فی احکام التراویح (احادیث طیبہ و فقہ اربعہ سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت)
(۲۶) اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموات (احادیث و فقہ اربعہ سے ایصال ثواب کا ثبوت)
(۲۷) تزکیۃ القلوب والاذہان من اباطیل تقویۃ الایمان (آیات و احادیث سے رد تقویۃ الایمان)
(۲۸) معمولات اہل سنت و رد بدعات و منکرات (فتاویٰ رضویہ سے معمولات و بدعات کے احکام)
(۲۹) الضربات الہندیہ علی الضلالات النجدیہ (ابن عبد الوہاب نجدی کا نظریاتی تعاقب)
(۳۰) البرکات النبویہ فی الاحکام الشرعیہ (مسئلہ تکفیر پر انتہائی مفصل کتاب: بزبان عربی)
(۳۱) التحقیقات الجیدۃ لدفع تلبیسات النجدیہ (الملفوظ پر دیابنہ کے اعتراضوں کے جوابات)
(۳۲) الاضافات الجیدۃ علی الصوارم الہندیہ (حسام الحرمین کی تصدیقات جدیدہ کا مجموعہ)
(۳۳) مناظرۂ حق و باطل (دیابنہ کے عناصر اربعہ کی کفری عبارات کا مناظرانہ رد و ابطال)
(۳۴) دفع الاعتراضات حول المزارات (مقابر صالحین سے متعلق متعدد سوالوں کے جواب)
(۳۵) القول السدید فی الاجتہاد والتقلید (اجتہاد و تقلید کے موضوع پر ایک وقیع تحریر)
(۳۶) البانی کی علمی خیانت (احادیث طیبہ کی تصحیح و تضعیف میں البانی کی علمی خیانتیں)

(۳۷) اسلام امن وشانتی کا مذہب (اسلام میں دہشت گردی کا جواز نہیں)

(۳۸) عمان اعلامیہ: حقائق کے اجالے میں (عمان اعلامیہ کا مفصل رد وابطال)

فضائل ومناقب، تواریخ وسیر

(۳۹) جامع الاصول فی اوصاف الرسول ﷺ (حضور اقدس ﷺ کے فضائل ومناقب)

(۴۰) فیض رسول جاری ہے (عہد حاضر تک حضور اقدس ﷺ کی فیض رسانی کے متعدد واقعات)

(۴۱) فضائل خلفائے راشدین (احادیث کریمہ سے خلفائے راشدین کے فضائل ومناقب)

(۴۲) فضائل اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم (آیات واحادیث سے اہل بیت نبوی کے فضائل)

(۴۳) تاریخ آمد رسول: ۱۲/ ربیع الاول (بارہ ربیع الاول تاریخ ولادت مصطفوی ہے)

(۴۴) دلیل الطالبین فی احوال المجتہدین (فقہائے اربعہ کے فضائل ومناقب)

(۴۵) البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی علیہ الرحمہ کے فضائل وحالات)

(۴۶) تذکرۂ مجددین اسلام (صدی اول تا صدی چہاردہم مجددین اسلام کا اجمالی تعارف)

(۴۷) کرامات اعلیٰ حضرت (امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی کرامتوں کا بیان)

(۴۸) امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم وفنون (امام اہل سنت کے علوم وفنون کا تذکرہ)

(۴۹) کشف الاسرار فی مناقب فاتح بہار (سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کی تاریخ)

(۵۰) تذکرہ فاتح بہار (سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کی تاریخ)

(۵۱) التحقیق الکافی فی احوال الشہید الغازی (سوانح حیات مولانا عبد الشکور شمسی شہید گیاوی)

(۵۲) شہدائے ناموس رسالت (ناموس رسالت پر ہند وپاک کے شہدا کی تاریخ)

(۵۳) ارتقاء الاسلام والمسلمین بین فتن الیہود والمسیحیین (اسلام سے متعلق یہودیوں کی سازشیں)

(۵۴) اکابرین ضلالت (ماضی قریب کے گمراہ گروں کے حالات)

(۵۵) تاریخ کیرلا (ریاست کیرلا کی مختصر اور جامع تاریخ)

(۵۶) دوقومی نظریہ اور تقسیم ہند (دوقومی نظریہ کا آغاز، مسلم لیگ اور تقسیم ہند میں عجلت پسندی)

(۵۷) سلطنت مغلیہ کا زوال اور ہندو تحریکیں (برہمو سماج، آریہ سماج، ہندو مہا سبھا وغیرہ کا بیان)

(۵۸) ہندوستان کی مرکزی حکومتیں (۱۹۴۷ء تا ۲۰۱۸ء ملک کی مرکزی حکومتوں کے حالات)

(۵۹) بابری مسجد اور اجودھیا (تاریخی حقائق وشواہد، تحریکات، انہدام اور مقدمہ کی تفصیل)

(۶۰) مفتی اعظم ہند کے تاریخ ساز کارنامے (تحریک شدھی ونسبندی کی مخالفت ودیگر کارنامے)

(۶۱) آزادی وطن اور ہندوستانی مسلمان (قوم مسلم کے زوال وپسماندگی کے اسباب وعلل)

(۶۲) ہندوستان میں مذہبی قوانین (اقوام ہند کے پرسنل لا کا تاریخی پس منظر وموجودہ حالات)

(۶۳) سلاطین ہند پر خودساختہ الزامات (ہندوستان کے مسلم سلاطین پر لگائے گئے الزامات)

(۶۴) ہندوراشٹر اور ہندو قوانین (ملک کو ہندوراشٹر بنانے کی سازش اور منوسمرتی کے قوانین)

متفرقات

(۶۵) جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (ساؤتھ کرناٹکا کی مشترکہ مساجد: مسائل اوران کا حل)

(۶۶) آؤمل کر کام کریں (اتحاد اہل سنت اور رفع اختلافات کے لیے کارآمد تحریروں کا مجموعہ)

(۶۷) اکابرین اہل سنت کے قابل تقلید کارنامے (دینی خدمات، اخلاقیات، افکار ونظریات)

(۶۸) مدارس عربیہ کا نظام تعلیم ونصاب تعلیم (اسلامی مدارس کے نصاب ونظام کی اصلاح کی کوشش)

(۶۹) مستشرقین کے خطرناک عزائم (اسلام ومسلمین سے متعلق اہل مغرب کی سازشیں)

(۷۰) مسنون دعائیں (ابتدائی طلبہ وطالبات کے لیے دعائیں، چھ کلمے، طریقہ نماز وغیرہ)

(۷۱) جسم اقدس کا انتقال مکانی ناممکن (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو منتقل کرنے کا رد)

(۷۲) آداب عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حب مصطفوی کی تشریح وآداب وحقوق نبوی)

(۷۳) تحفۃ الطالبین فی حیاۃ سراج الملۃ والدین (حضور سراج ملت ممبئی کی حیات وخدمات)

(۷۴) قومی مسائل (قوم مسلم کے مفادات سے متعلق مختلف مفید مضامین کا مجموعہ)

(۷۵) شب ولادت اقدس کی افضلیت (ربیع الاول شریف کی بارہویں شب کی افضلیت)

☆☆☆☆☆

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::الحمد للہ رب العٰلمین::والصلوٰۃ والسلام علٰی سید الانبیاء والمرسلین::وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین::

جدید نصاب تعلیم برائے مدارس اسلامیہ

درجہ اول

امتحان اول

(۱) فارسی اول (۲) تسہیل المصادر (۳) انوار شریعت

(۴) مصباح التجوید و مشق قرأت (۵) منہاج العربیہ اول

امتحان دوم

(۱) فارسی دوم (۲) فارسی قواعد و انشا (۳) میزان الصرف

(۴) ضیاء القرأت و مشق قرأت (۵) منہاج العربیہ دوم

درجہ دوم

امتحان اول

(۱) نحو میر (۲) گلستاں (۳) منشعب (۴) جواہر المنطق (۵) فیض الادب اول

امتحان دوم

(۱) النحو الواضح (۲) بوستاں (۳) فوائد مکیہ و مشق (۴) کبریٰ (۵) فیض الادب دوم

درجہ سوم

امتحان اول

(۱) ہدایۃ النحو (۲) مرقات (۳) پنج گنج (۴) نور الایضاح (۵) عربی ادب و انشا

امتحان دوم

(۱)ہدایۃ النحو (۲)قطبی تصدیقات (۳)علم الصیغہ (۴)قدوری (۵)عربی ادب وانشا

درجہ چھارم

امتحان اول

(۱) کافیہ (۲) فصول اکبری (۳) دروس البلاغۃ (۴) اصول الشاشی (۵) عربی ادب وانشا

امتحان دوم

(۱) شرح جامی (۲) معین العروض (۳) دروس البلاغہ (۴) مؤطا امام محمد (۵) عربی ادب وانشا

درجہ پنجم

امتحان اول

(۱) شرح وقایہ اول (۲) قطبی تصورات (۳) ہدایۃ الحکمت (۴) نورالانوار (۵) عربی ادب وانشا

امتحان دوم

(۱) شرح وقایہ دوم (۲) قطبی تصورات (۳) ہدیہ سعیدیہ (۴) نورالانوار (۵) عربی ادب وانشا

درجہ ششم

امتحان اول

(۱) تفسیر جلالین (۲) تلخیص المفتاح (۳) ہدایہ اولین (۴) شرح عقائد (۵) عربی ادب وانشا

امتحان دوم

(۱) مشکوٰۃ المصابیح (۲) مختصر المعانی (۳) ہدایہ اولین (۴) شرح عقائد (۵) عربی ادب وانشا

درجه هفتم

امتحان اول

(۱)جامع ترمذی (۲) حسامی (۳) نخبۃ الفکر (۴) ہدایہ اخیرین (۵) عربی ادب وانشا

امتحان دوم

(۱) تفسیر مدارک (۲) سراجی (۳) مناظرہ رشیدیہ (۴) ہدایہ اخیرین (۵) عربی ادب وانشا

درجه هشتم

امتحان اول

(۱) صحیح البخاری (۲) صحیح مسلم (۳) تفسیر بیضاوی (۴) مسلم الثبوت (۵) عربی ادب وانشا

امتحان دوم

(۱) صحیح البخاری (۲) صحیح مسلم (۳) تفسیر الکشاف (۴) جامع الوقف (۵) عربی ادب وانشا

☆☆☆☆☆

”مدارس اسلامیہ کا جدید نصاب تعلیم“

MSIS

(Modern Syllabus Of Islamic Schools)

(۱)مدارس اسلامیہ میں دینی تعلیم کے ساتھ عصری مضامین کی بھی تعلیم دی جائے، تا کہ فارغین، مساجد و مدارس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی تبلیغ دین وسنیت کی خدمت سرانجام دے سکیں۔انہیں مختلف شعبہ جات میں معاش کے مواقع فراہم ہوں،تا کہ ان شعبہ جات سے منسلک افراد تک آسانی کے ساتھ دین وسنیت کا پیغام پہنچایا جاسکے۔اہل سنت و جماعت سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ہو۔فارغین معاشی بدحالی کے شکار نہ ہوں اور دینی تعلیم برائے تحفظ عقائد و برائے تعلیم شریعت ہو، نہ کہ برائے حصول معیشت۔

(۲)ابھی اہل سنت وجماعت کو ایک ایسی تعلیم گاہ کی ضرورت ہے جس میں دینی وعصری تعلیم ساتھ ساتھ دی جائے، تا کہ فارغین مسلمانوں کی دینی، سیاسی، سماجی، معاشی یعنی ہر قسم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکیں اور فارغین فراغت کے بعد اپنی معیشت کے لیے مساجد و مدارس کی بجائے دنیا کے دیگر شعبہ جات سے منسلک ہوسکیں، تا کہ فروغ اسلام وسنیت کے مختلف میدان ہمیں حاصل ہو سکے۔

(۳)ہندوستان میں ہر سال بیس ہزار سے زائد علما و حفاظ فارغ ہوتے ہیں، جبکہ مساجد و مدارس محدود ہیں۔ لامحالہ عہد حاضر میں فارغینِ مدارس بے روزگاری کے شکار ہوں گے۔ ایسی صورت حال میں لوگ اپنے بچوں کو مدارس کی تعلیم سے منقطع کر دیں گے، بلکہ ارباب

ثروت اپنے بچوں کو مدارس اسلامیہ کی تعلیم سے منقطع کر چکے ہیں۔ اکثر مدارس اسلامیہ کے غیر مناسب نظم ونسق کے سبب بھی ارباب ثروت مدارس اسلامیہ سے دور ہو گئے۔ علما و دانشوران اس حقیقت سے یقیناً آگاہ ہیں، لیکن اب تک کوئی مناسب حکمت عملی اختیار نہ کی جاسکی۔ بعض تجاویز اور جدید تعلیمی نصاب ونظام مندرجہ ذیل ہیں۔

رہنما خطوط اور تجاویز

(۱) شعبہ عالمیت وفضیلت کا نصاب تعلیم آٹھ سالہ ہوگا۔ درجہ ششم کی تکمیل پر ''سند عالمیت'' اور درجہ ہشتم کی تکمیل پر ''سند فضیلت'' دی جائے گی۔

(۲) درجہ ششم میں طلبہ کو میٹرک کا امتحان دلایا جائے گا اور درجہ ہشتم میں انٹر میڈیٹ کا فائنل امتحان دلایا جائے گا۔

(۳) ہر درجہ میں کل دس مضامین اور آٹھ پریڈ ہوں گے۔ پانچ مضامین ''درس نظامی'' کے اور پانچ مضامین ''اسکولی نصاب'' کے۔

(۴) درس کے نظامی کے پانچوں مضامین کی تعلیم ہر دن ہوگی۔ عصری مضامین میں سے چار مضمون کی تعلیم ہفتہ میں تین تین دن ہوگی، اور انگلش کی تعلیم ہر دن ہوگی۔ تین دن گرامر (**Grammer**) اور تین دن انگلش زبان یعنی ٹیکسٹ بک (**Text Book**) کی تعلیم ہوگی۔ اس طرح پانچ عصری مضامین کے لیے ہر دن صرف تین پریڈ کی ضرورت ہوگی اور ہر کلاس میں کل آٹھ پریڈ کی ضرورت ہوگی۔

لازمی عصری مضامین

(۱) انگلش (**English**) (۲) حساب (**Mathematics**)

(۳) سوشل سائنس (**Social Science**) (۴) سائنس (**Science**)

اختیاری عصری مضامین

مذکورہ بالا چار لازمی اسکولی مضامین کے علاوہ مندرجہ ذیل مضامین میں سے کوئی مفید مضمون داخل نصاب کردیا جائے۔

(۱) جغرافیہ (۲) ہسٹری (۳) ہندی (۴) کنڑا: وغیرہ

(ارباب ادارہ اپنی پسند کے مطابق کسی مفید مضمون کا انتخاب کرلیں)

اساتذہ کی تعداد

(۱) ہر کلاس میں تین پریڈ علوم عصریہ کے ہیں۔ آٹھ کلاس میں ہر دن کل 24: پریڈ ہوں گے۔ اس کے لیے چار ''ٹیچر'' کی ضرورت ہوگی۔

(۲) ہر کلاس میں علوم اسلامیہ کے پانچ پریڈ ہوں گے۔ آٹھ کلاس میں ہر دن کل چالیس پریڈ ہوں گے۔ اس کے لیے چھ استاذ کی ضرورت ہوگی۔

(۳) کل دس معلم کی ضرورت ہوگی۔ ایک اضافی استاذ کے ساتھ کل گیارہ ارکان پر مشتمل ''ٹیچنگ اسٹاف'' ہوگا۔

(۴) چونکہ شعبہ عالمیت کے صرف درجہ اول میں داخلہ لیا جائے گا، اس لیے درجہ اول کے لیے ایک عالم اور ایک ٹیچر کی ضرورت ہوگی، پھر ہر سال ایک کلاس بڑھتا جائے گا اور اسی اعتبار سے اساتذہ کی تعداد بڑھانی ہوگی۔

عصری مضامین کی ترتیب

درجہ اول: کلاس پنجم — درجہ دوم: کلاس ششم

درجہ سوم: کلاس ہفتم — درجہ چہارم: کلاس ہشتم

درجہ پنجم: کلاس نہم　　　　　　　درجہ ششم: کلاس دہم

درجہ ہفتم: انٹرمیڈیٹ فرسٹ ایر　　　　　　　درجہ ہشتم: انٹرمیڈیٹ سکنڈ ایر

(۱) شعبہ عالمیت وفضیلت کے درجہ اول میں اسکول کے درجہ پنجم کے مضامین داخل نصاب ہوں گے۔اس طرح درجہ ششم میں کلاس دہم کے مضامین شامل نصاب ہوں گے۔درجہ ششم میں طلبہ کو میٹرک کا امتحان دلایا جائے گا۔درجہ ششم کی تکمیل پر طلبہ کو عالمیت کی سند دی جائے گی۔اسی سال میٹرک کے اگزام میں کامیابی کے بعد طلبہ میٹرک کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل کرلیں گے۔

(۲) شعبہ عالمیت وفضیلت کے درجہ ہفتم میں انٹرمیڈیٹ کے سال اول کے مضامین شامل نصاب ہوں گے ،اور درجہ ہشتم میں انٹرمیڈیٹ کے سال دوم کے مضامین شامل نصاب ہوں گے۔درجہ ہشتم کی تکمیل پر طلبہ کو فضیلت کی سند دی جائے گی۔اسی سال انٹرمیڈیٹ کے فائنل اگزام میں کامیابی کے بعد طلبہ انٹرمیڈیٹ کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل کرلیں گے۔

ہدایات

(۱) عصری مضامین کی کتابیں CBSE / NCERT کے اردو میڈیم یا انگلش میڈیم کی کتابیں ہوں گی ،یا جس بورڈ سے میٹرک وانٹرمیڈیٹ کے امتحانات دلانے مقصود ہوں ، اسی بورڈ کی کتابیں ہوں گی۔

(۲) چونکہ مدارس اسلامیہ میں ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں ،اس لیے انگلش میڈیم کی کتابیں ہی داخل نصاب کرنا زیادہ بہتر ہے۔ریاستی ذریعہ تعلیم مثلاً ملیالم،تمل،تیلگو وغیرہا زبانیں مدارس اسلامیہ کے لیے مناسب نہیں، پھراس سے دوسرا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ طلبہ کو انگلش زبان پر بھی قدرت حاصل ہوجائے گی اور خوداعتمادی بھی بحال ہوگی۔

اسکولی امتحانات

(۱) میٹرک وانٹر میڈیٹ کا امتحان اوپن اسکول (**OPEN SCHOOL**) کے ذریعہ دلایا جائے گا، تاکہ ادارہ میں حسب دستور کلاس جاری رہے۔

(۲) اگر کوئی اسکول وکالج مستقل حاضری کی شرط کے بغیر میٹرک وانٹر میڈیٹ کے امتحان کی اجازت دے تو یہ ''اوپن اسکول'' کی بہ نسبت بہتر ہوگا۔

(۳) میٹرک وانٹر میڈیٹ کے امتحان کے لیے داخل نصاب مضامین کے علاوہ دیگر امتحانی مضامین کی تیاری کا انتظام بھی ادارہ کی جانب سے ہوگا۔

(۴) اوپن اسکول (Open School) کا نظم تمام ریاستوں میں ہے۔اردو میڈیم، انگلش میڈیم اور دیگر زبانوں میں بھی نصاب تعلیم موجود ہے۔اوپن اسکول کی ویب سائٹ میں تفاصیل موجود ہیں۔اوپن اسکول کے اکزام سینٹرز (**Exam centers**) اور اسٹڈی سنٹرز ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں ہیں۔طلبہ کو صرف امتحان دینا ہوتا ہے۔ پانچ / چھ مضامین ہوتے ہیں۔

(۵) گورنمنٹ سروس (**Government service**) کے لیے 10+2 (میٹرک وانٹر میڈیٹ) کے سٹیفکیٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔

ادارہ کے امتحانات

(۱) ہر کلاس میں دو امتحان منعقد کیے جائیں گے (۱) ششماہی (۲) سالانہ۔

(۲) تمام درسی کتابوں کی مقدار تعلیم متعین ہوگی، اور متعینہ مقدار تعلیم تک ششماہی وسالانہ امتحانات ہوں گے۔

(۳) سالانہ امتحان میں فیل ہونے والے طلبہ کی ترقی روک دی جائے گی۔

(۴)ادارہ میں داخل نصاب علوم اسلامیہ وعلوم عصریہ میں سے ہر ایک مضمون کا امتحان ہوگا۔

داخلہ

(۱)درجہ اول میں صرف ان بچوں کا داخلہ(**Admission**)ہوگا جو ناظرۂ قرآن، اردو اور اسکول میں چار کلاس پڑھ چکے ہوں۔

(۲)اسکولی تعلیم سے ناواقف بچوں کے لیے ایک سالہ ''اسپیشل کلاس'' کا انتظام ہوگا، تاکہ وہ آئندہ سال درجہ اول کے لائق ہو جائیں۔

(۳)شعبہ عالمیت کے صرف درجہ اول میں داخلہ لیا جائے گا۔شعبہ عالمیت کے درمیانی درجات میں داخلہ کی گنجائش نہیں ہوگی۔اس طرح ہر سال ایک کلاس بڑھتا جائے گا اور آٹھویں سال میں طلبہ درجہ فضیلت کے سال اخیر میں ہوں گے اور اسی سال انٹرمیڈیٹ کا فائنل امتحان دیں گے۔

اسپیشل کلاس

اسپیشل کلاس یک سالہ ہوگا۔یہ شعبہ ان بچوں کے لیے ہوگا جو اسکول میں ابتدائی تعلیم نہ پائے ہوں اور اردو وناظرۂ قرآن پڑھ چکے ہوں۔نصاب تعلیم درج ذیل ہے۔

ششماہی اول:

(۱)انگریزی (۲)حساب (۳)ہندی (۴)سائنس (۵)سوشل سائنس (۶)ہسٹری۔

ششماہی دوم:

(۱)انگریزی (۲)حساب (۳)ہندی (۴)سائنس (۵)سوشل سائنس (۶)جغرافیہ۔

☆☆☆☆☆

ایام تعلیم وتعطیلات

(۱)ادارہ 11: شوال سے شروع ہوگا۔ امتحان ششماہی 01: تا 10: ربیع الاول ہوگا۔ امتحان سالانہ 01: تا 10: شعبان المعظم ہوگا۔

(۲) سالانہ چھٹی 11: شعبان تا 10: شوال المکرّم ہوگی۔

(۳) دیگر درمیانی تعطیلات کا تعین اہل ادارہ کرلیں۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

تعظیم اسم مبارک

سلطان شمس الدین التمش (م ۶۳۳ھ) کا چھوٹا بیٹا سلطان ناصرالدین محمود تھا۔اس نے ہندوستان پر بائیس سال حکومت کی۔سلطان ناصرالدین محمود (م ۶۶۴ھ) کے بارے میں مشہور مؤرخ محمد قاسم فرشتہ (م ۱۵۵۲ء) نے لکھا۔

''کہا جاتا ہے کہ ناصرالدین کے ایک مصاحب کا نام ''**محمد**'' تھا۔بادشاہ اسے ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتا تھا۔ایک روز ناصرالدین نے اس مصاحب کوتاج الدین کہہ کرآ واز دی۔اس مصاحب نے اس وقت تو بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی،لیکن بعد میں اپنے گھر چلا گیااور تین روز تک بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ناصرالدین اس مصاحب کوطلب کیااوراس کی غیر حاضری کا سبب دریافت کیا۔مصاحب نے جواب دیا:''آپ ہمیشہ مجھے''**محمد**'' کے نام سے پکارا کرتے تھے،لیکن اس دن آپ نے خلاف معمول'' تاج الدین'' کہہ کر پکارا۔میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شاید آپ کے دل میں میری طرف سے کوئی بدگمانی پیدا ہوگئی ہے،اس وجہ سے میں تین روز تک آپ کی خدمت اقدس میں حاضر نہ ہوا،اور یہ سارا وقت انتہائی پریشانی اور بے چینی کے عالم میں بسر کیا''۔

بادشاہ نے قسم کھا کر کہا:''میں ہرگز ہرگز تم سے بدگمان نہیں ہوں،لیکن میں نے جس وقت تم کو ''تاج الدین'' کے نام سے پکارا تھا،اس وقت میں باوضو نہیں تھا۔مجھے یہ مناسب نہ معلوم ہوا کہ بغیر وضو ''**محمد**'' کا مقدس نام اپنی زبان پر لاؤں''۔

(تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۱۸۹-اشرفی بکڈپو دیوبند)

گذاری عمر ساری میں نے آب کوثر کی تمنا میں　　زباں جب تک نہ دھلتا نام کیا لیتا پیمبر کا